وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِيْم

قرآن مجید، احادیث، مذاہب اور شخصیات کے

افکارتوحید

تالیف

پروفیسرڈاکٹرملک غلام حیدر

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

ترتیب واضافہ

ارشدعزیز

ایم فل علوم اسلامیہ، ایم اے عربی

لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میانوالی

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔افکارِتوحید

مصنفین :۔۔۔۔۔۔پروفیسر ڈاکٹر ملک غلام حیدر،ارشدعزیز

پبلشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ارشدعزیز

صفحات:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔177

سال اشاعت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2020

قیمت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔100

انتساب

☆۔اللہ تبارک وتعالی کے نام

جواپنی ذات،صفات اورعبادات میں ایک ہے۔

☆۔تمام انبیاعلیہم السلام کے نام

جنھوں نے عقیدہ توحید کی دعوت کواپنی زندگی کا مشن بنایا۔

☆۔تمام مبلغین وداعیان توحید کے نام

جنھوں نے پوری دنیا میں عقیدہ توحید وسنت کی اشاعت کواپنا مقصد حیات بنایا۔

فہرست مضامین

تقدیم

عقیدہ توحیداسلام کا بنیادی اورانسان کا اولین عقیدہ ہے۔عقیدہ توحیدتمام عبادات کی بنیاد ہے۔اسی عقیدے کوتسلیم کرنے سے انسان قصر اسلام میں داخل ہوسکتا ہے اوراس کے تمام اعمال اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتے ہیں۔عقیدہ توحید کی بدولت انسان کائنات کی ازلی صداقت اوراپنے سچے رب کی پہچان حاصل کرسکتا ہے۔اسی عقیدے کی بدولت انسان کوعزت نفس،استقامت دین اوروسعت نظری حاصل ہوتی ہے۔تخلیق کائنات اورکائنات میں موجود ہر چیز اللہ تعالی کی وحدانیت یعنی توحید پر گواہ ہے۔عقیدہ توحید کا قائل دنیا میں کامیاب اورآخرت میں شفاعت نبویؐ کا حقدار ہے۔مواحد کے لئے جنت واجب کردی گئی ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کرختم المرسلین حضرت محمدﷺ تک تمام انبیاءکرام نے انسانوں کوعقیدہ توحید کی دعوت دی۔انہوں نے معبودان باطلہ کی نفی کی اور گمراہ انسانوں کواپنی قوم کے نیک لوگوں کے بے جان بتوں کی عبادت کرنے کی بجائے ایک اللہ کی عبادت کرنے اوراسی کے احکامات پرعمل پیرا ہونے کی دعوت دی۔اس دعوت توحید کے بدلے میں انہیں جسمانی اذیتوں،معاشرتی مقاطعات،ہجرت،جلاوطنی اورجنگوں جیسے مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔اس مقدس فرض کی تکمیل میں بعض انبیاءکومنصب شہادت پر فائز ہونا پڑا۔بعض اقوام نے اپنے انبیاء کی بات ماننے سے انکارکردیااوران کی تکذیب کی،جس پرتباہی وبربادی ان کا مقدربن گئی۔

عربی زبان کا مقولہ ہے کہ چیزوں کی پہچان ان کے متضاد سے حاصل کرو۔توحید کی ضدشرک ہے،توحیدکوسمجھنے کے لئے شرک کوسمجھنا بہت ضروری ہے۔شرک کے لفظی معنی ملاوٹ کرنا،حصہ داری اورساجھے پن کے آتے ہیں۔شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ کومعبود مانتے ہوئے کسی کواللہ کی طرح الہ ماننا۔اس کی ذات،صفات،عبادات میں کسی کوحصہ داراورساجھی ماننا۔کسی کی عبادت اس لئے کرنا کہ یہ اللہ کے حضورہماری سفارش کرے گا یاہمیں اللہ کے قریب کردے گا،شرک کے اسباب ہیں۔شرک ظلم عظیم،ناقابل معافی جرم اورتمام کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔

خواہش پرستی بھی شرک کی ایک صورت ہے۔اسی طرح ریاکاری کوبھی شرک اصغرقراردیا گیا۔ایک مسلمان ہونے کے ناطےہمیں چاہئے کہ ہم شرک کی ہرقسم اورصورت سے متعلق علم رکھتے ہوں اوراس کی ہرقسم وصورت سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں۔یہ کتاب اردوزبان جاننے والے حضرات کو جدید انداز میں عقیدہ توحید سے متعارف کرانے اور شرک سے بچانے کی کوشش ہے۔اس کتاب میں مصنفین نے اللہ رب العالمین،امام الانبیاودیگرانبیا،مذاہب،شخصیات،مفکرین اورشعراءکے وہ افکارجمع کئے ہیں جوتوحید باری تعالی سے متعلق ہیں۔

یہ کتاب پروفیسرڈاکٹر ملک غلام حیدرمرحوم کی یادگار ہے جوضلع میانوالی کی ایک معروف علمی اور مذہبی شخصیت تھے۔آپ مستندعالم دین اور باعمل انسان تھے۔آپ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمت اللہ تعالی علیہ کے شاگردرشید تھے۔آپ کودومرتبہ شیخ القرآن سے دورہ تفسیر پڑھنے کا اعزازحاصل ہوا۔اس اہم تعلق کی وجہ سے آپ کوعقیدہ توحید سے عشق کی حدتک لگاؤتھا۔

افسوس کہ پروفیسرڈاکٹرغلام حیدرمرحوم کی یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی۔ان کی وفات کے بعدان کے کاغذات میں سے یہ مسودہ حاصل ہوا۔جس کوترتیب دے کراورمختصراضافہ کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔لیکن اپنی مصروفیات اورمسائل کی وجہ سے اس کتاب کوجلدی شائع نہ کراسکا۔اب اللہ رب العزت کی توفیق سے اپنے اس ارادے کوتکمیل کی طرف بڑھارہاہوں۔اللہ تعالی میرے والدکی اس کوشش کواپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطافرمائے۔امین

ارشدعزیز

پروفیسرڈاکٹرعلامہ غلام حیدرؒمرحوم۔۔۔۔۔ایک تعارف

﴿تحریر پروفیسرارشدعزیز﴾

پروفیسر ڈاکٹر مولانا غلام حیدر مرحوم 10 اپریل 1949ء کو میانوالی (محلّہ میانہ) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام علی محمد تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر کے بالکل قریب ایم سی پرائمری سکول محلّہ میانہ میں حاصل کی۔میٹرک کا امتحان 1964ء میں لاہور بورڈ سے پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج میں داخلے کے ساتھ ساتھ دینی علوم حاصل کرنا شروع کیے۔اپنے بڑے بھائی مولانا محمد رمضان صاحب(فاضل دیوبند) سے ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔مولانا اصغر علی صاحب سے قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر پڑھی۔جامعہ عربیہ تعلیم القرآن میانوالی میں درس نظامی کی باقی کتب مولانا عطامحمدؒ صاحب اور مولانا محمد امیرؒصاحب کے پاس پڑھیں ۔ 1966ء میں لاہور بورڈ سے HUMANITIES GROUP میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔

ایف اے کے بعد تمام تر توجہ دینی علوم کی طرف مرکوز کردی1968ء(بمطابق رجب 1390ھ) میں دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے دورہ تفسیر پڑھا۔1969ء(بمطابق شعبان 1391ھ) خیر المدارس ملتان سے درس نظامی میں فاضل کی سند حاصل کی۔خیرالمدارس میں آپ نے مولانا محمد شریف کاشمیری(سابق مدرس دارالعلوم دیوبند) مولانا نذیر احمد (جو بعدازاں جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم رہے)اور مولانا عبدالستار صاحب سے حدیث پڑھی۔1972ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔1974 میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

22اپریل 1974ء سے 22نومبر 1975ء تک پاکستان آرمی میں ریلیجیئس ٹیچر کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔1975ء میں پنجاب یونیورسٹی میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے ہوئے ایم اے کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔جس پر پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو گولڈ میڈل سے نوازا۔یہاں آپ کے اساتذہ میں ڈاکٹر علاؤالدین صدیقی صاحب،حافظ احمد یار،ڈاکٹر محمد اسلم،ڈاکٹر بشیر صدیقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔یونیورسٹی کے زمانے میں ہی آپ نے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا موسیٰ خانؒ سے عربی شاعری کی مشہور کتاب ''حماسہ'' پڑھنے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔یہ کتاب آپ روزانہ عصر کی نماز کے بعد پنجاب یونیورسٹی کی جامع مسجد میں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔1976ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیا۔پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے عربی اور مولوی فاضل کی بنیاد پر ایم او ایل کی ڈگری سے نوازا۔

دسمبر 1976ء میں حکومت پنجاب کے ماتحت گورنمنٹ کالج میانوالی میں اسلامیات کے لیکچرر تعینات ہوئے۔چند ہی دنوں میں آپ طلبہ کی ہر دل عزیز شخصیت بن گئے۔1979ء میں بغداد یونیورسٹی نے آپ کو پی ایچ ڈی کے سکالرشپ سے نوازا۔لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر انہیں واپس آنا پڑا۔اسی دوران آپ کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی جو ایک عرصے تک ان کے لیے اذیت کا سبب بنی۔آنکھ کی صحت یابی کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ڈاکٹر طفیل ہاشمی کے بار بار کہنے پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم فل کیا۔ایم فل کے مقالہ میں آپ کے سپروائزر ڈاکٹر محمود احمد غازی(سابق وزیر مذہبی امور) تھے۔3اگست 1999ء کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے آپ کو ایم فل کی ڈگری سے نوازا۔ایم فل کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی۔پی ایچ ڈی کے مقالہ میں

آپ کی سپروائزر ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ تھیں۔ چونکہ چیئر پرسن ہونے کی وجہ سے ان کی مصروفیات زیادہ تھیں اس لیے انہوں نے یہ اہم ذمہ داری ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب (حال چیئرمین ادارہ علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے سپرد کی۔ آپ مولانا ادریس کاندھلوی کے پوتے اور مولانا مالک کاندھلوی کے بیٹے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کا نوٹیفیکیشن 22 مئی 2004ء کو جاری کیا۔ اپریل 1996ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینۃ النبیؐ میں قیام کے دوران مسجد نبویؐ میں عبادت کے ساتھ ساتھ وہ مسجد نبویؐ کی لائبریری سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ 28 سال تک گورنمنٹ کالج میانوالی میں اسلامیات پڑھاتے رہے۔ ہر روز صبح کالج میں درس قرآن دیتے۔ میں نے آپ کے کئی شاگردوں کو اس درس کی وجہ سے یاد کرتے سنا ہے۔

آپ ہر روز عصر کی نماز کے بعد جامعہ عربیہ تعلیم القرآن میانوالی میں درس قرآن دیتے۔ جس میں آیات کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ اور جامع تفسیر پیش کی جاتی۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ مدنی مسجد میں بعد از نماز عصر درس قرآن دیتے تھے اور ہر بدھ کو بعد از نماز عشاء مسجد میاں سلطان علی میں درس حدیث دیتے۔

بعض مدارس میں آپ نے درس نظامی کی کتب پڑھائیں۔ دس سال تک درس گاہ اسلام سہراب والہ ضلع میانوالی کے مہتمم رہے اور "تخصص فی القرآن" کا شعبہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے میانوالی کے تمام مخیّر حضرات کے تعاون سے درس گاہ اسلام سہراب والہ میں تفاسیر کی ایک بہت بڑی لائبریری قائم کی۔ آپ ایک حق گو خطیب تھے اور مساجد میں جمعہ کے موقع پر خطبہ دیتے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ٹیوٹر تھے اور ایم اے تک کے طلبہ کی رہنمائی کرتے۔ گورنمنٹ سوشل ویلفیئر کونسل میانوالی نے آپ کو محلّہ میانہ میانوالی کا صدر مقرر کیا۔ اس پلیٹ فارم پر آپ عوامی اور سماجی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

پی ایچ ڈی کرنے کے بعد یکم اکتوبر 2004ء کو گورنمنٹ کالج بھکر میں اسلامیات کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبہ اسلامیات تعینات کیے گئے۔ یہاں آپ ایم اے اسلامیات کی کلاسز پڑھاتے تھے۔ آپ کو شعبہ اسلامیات سرگودھا یونیورسٹی کی بورڈ آف سٹڈیز کا ممبر مقرر کیا گیا۔

آپ ایک باعمل عالم دین تھے۔ آپ ہر نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں باقاعدگی سے ادا کرتے۔ دنیاوی معاملات میں دین کو ترجیح دیتے۔ برادری اور رشتہ داری کا ناحق ساتھ نہیں دیتے تھے۔ خلاف شرع تقریبات میں شریک نہ ہوتے تھے اور حرام خور کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے۔ سادہ لباس اور سادہ غذا استعمال کرتے۔

علم وادب کا یہ چراغ 5 نومبر 2004ء (بمطابق ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ) کو سحری کے وقت تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی وفات اہل علم کے لیے ایک بہت بڑا مذہبی اور علمی خلا ہے جو شاید ہی پر ہو سکے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کی زندگی فروغ علم اور انسان دوستی کی سچی تصویر تھی۔

تصانیف:

آپ تصنیف وتالیف میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ صاحب کا ایک مضمون "دبستان میانوالی" ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی کتاب "تاریخ میانوالی" میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں وہ میانوالی کے نثر نگاروں میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

''غلام حیدر ملک گورنمنٹ کالج میانوالی میں اسلامیات پڑھاتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے اپنے مضمون میں گولڈ میڈلسٹ ہیں۔''اقبال کا وجدان توحید'' پر کتابچہ لکھنے کے بعد اب اسی موضوع پر پی ایچ ڈی کرنے کی ابتدائی کوششوں میں ہیں۔ غلام حیدر ملک کی تحریر میں مذہب سے وابستگی کی تنویر نمایاں رہتی ہے۔''(1)

ادارہ قومی تشخص کارڈیکس کلینک کے تحت ہونے والے کل پاکستان سلطان صلاح الدین ایوبی انعامی مقابلہ میں تین مرتبہ خصوصی انعام حاصل کیا یہ انعام آپ کو ادباء کے زمرہ میں دیا گیا۔

☆۔ آپ نے جو مقالہ جات لکھے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

عنوان مقالہ	نگران مقالہ	علمی سطح	یونیورسٹی
فقہ حنفی کی مشہور کتب کا مختصر جائزہ	ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی	ایم اے اسلامیات	پنجاب یونیورسٹی لاہور
فقہ اسلامی کا عربی زبان و ادب کے فروغ میں حصہ	ڈاکٹر امین اللہ وثیر	ایم اے عربی	پنجاب یونیورسٹی لاہور
آداب القاضی، قوانین شرعیہ اور قوانین وضعیہ کا موازنہ	ڈاکٹر محمود احمد غازی	ایم فل علوم اسلامیہ	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
جدید تناظر میں قسم کی شرعی و قانونی حیثیت	ڈاکٹر جمیلہ شوکت	پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ	پنجاب یونیورسٹی لاہور

آپ کی شائع شدہ کتب مندرجہ ذیل ہیں

(۱) احوال التفاسیر:

یہ کتاب ایم اے اسلامیات اور دینی مدارس کے طلباء کے لیے لکھی گئی۔ یہ کتاب تفسیر علوم کے بارے میں ایک گراں مایہ کتاب ہے، جس میں اقسام تفسیر، تاریخ تفسیر، آنحضورؐ بحیثیت مفسر، تفسیر عہد صحابہؓ میں، عہد صحابہ کے تفسیری مراکز اور عربی زبان کی قدیم و جدید مستند اور مشہور تفاسیر کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ آپ نے اس کتاب کا انتساب اپنے استاد ڈاکٹر علامہ علاؤالدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے نام کیا۔ اس کتاب کی تقریظ اپنے استاد مکرم، شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور مولانا محمد موسیٰ خان صاحب سے لکھوائی۔ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور مولانا محمد موسیٰ خان صاحب اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے کتاب ''احوال التفاسیر''، مولفہ مولانا الاجل مولوی غلام حیدر صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج میانوالی کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا۔ ماشاءاللہ بڑی مفید کتاب ہے۔ اس طرز پر اردو میں کوئی اور کتاب نظر سے نہیں گزری۔ ایم اے اسلامیات کے طلبہ بلکہ

---

(1) ڈاکٹر لیاقت علی نیازی، تاریخ میانوالی (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 2003ء) ص:312

دینی مدارس کے متعلمین کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہوگی۔ بلا ریب ان کے لیے اس
کتاب کا مطالعہ وسعت علمی کا بہترین ذریعہ ہے۔اساتذہ وعلماء بھی اس کے مطالعہ سے
کافی محظوظ ہوں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی مولف کی یہ سعی قبول فرمائے اور
انہیں مزید علمی ودینی خدمات کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین۔

یہ تقریظ آپ نے 28 ستمبر 1977ء (بمطابق ۱۲ شوال ۱۳۹۷ھ) کوتحریرفرمائی۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی میں ریکمنڈ کی گئی۔ یہ کتاب حق سنز لاہور نے 1977ء میں شائع کی۔

(۲)مشعل اسلامیات:

یہ کتاب ایف اے سال اول کے اسلامیات اختیاری کے طلبہ کے لیے لکھی گئی جوآپ کی سالہاسال کی محنت کا نچوڑ ہے۔ یہ کتاب اسلامی کتب خانہ میانوالی نے 1998ء میں شائع کی۔اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر حافظ محمود اختر صاحب (سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ/سابق ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے لکھا:

''پروفیسر ملک غلام حیدر صاحب میرے دیرینہ اور مخلص دوست ہیں۔ان کی یہ علمی کاوش
یقینی طور پرآپ کے ادارہ کے بچوں کے لیے علمی ودینی راہنمائی کے لیے مشعل راہ ہوگی
۔میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کتاب ''مشعل اسلامیات'' اپنے شاگردوں
کے لیے تجویز فرمائیں۔''

(۳)شان محمدیؐ:

یہ مختصر مگر جامع کتاب ہے جس میں حضرت محمدؐ کی صحیح شان بیان کی گئی ہے۔

(۴)اقبال کا وجدان توحید:

یہ کتاب علامہ محمد اقبالؒ کے ان افکار اور اشعار پرمشتمل ہے جوتوحید الہی سے متعلق ہیں۔

(۵)افکارتوحید:

اس کتاب میں مختلف مذاہب اور مفکرین کے وہ افکار بیان کیے گئے ہیں جوتوحید الہی سے متعلق ہیں۔ یہ بات بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب کا نظریہ توحید ناقص ہے۔قرآن وسنت کے حوالے سے عقیدہ توحید کی وضاحت اور رد شرک بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی۔

(۶)رسالہ شب برات:

رسائل میں شائع ہونے والے مضامین:

۱ ۔ مخلوط تعلیم قرآن وسنت کی روشنی میں ۔	خدام الدین لاہور، ۱۹۷۶ء
۲ ۔ امام محمدؒ ۔	ماہنامہ بینات کراچی ۱۹۷۸ء
۳ ۔ اسلامی اقتصادیات پر ایک طائرانہ نظر ۔	تعلیم القرآن راولپنڈی ۔ جنوری تا مئی ۱۹۷۹ء
۴ ۔ شاہ اسماعیلؒ شہید ۔	تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی ۱۹۷۹ء
۵ ۔ اسلام اور شاعری ۔	ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد ۱۹۸۱ء
۶ ۔ بدعت، اسلاف کی نظر میں ۔	تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۹۸۱ء
۷ ۔ اسلامی تہذیب کے خدوخال ۔	خدام الدین لاہور ۱۹۸۱ء
۸ ۔ صراطِ مستقیم ۔	خدام الدین لاہور ۱۹۸۴ء
۹ ۔ شب معراج (نظم)	خدام الدین لاہور ۱۹۸۶ء
۱۰ ۔ فتاوی: آغاز وارتقاء ۔	ماہنامہ بینات کراچی ۔ اگست، ستمبر ۱۹۹۰
۱۱ ۔ صحابہ کرامؓ قرآن کے آئینے میں ۔	مناقب بھکر اگست ۱۹۹۱ء
۱۲ ۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ ۔	نغمہ توحید گجرات جون ۱۹۹۵
۱۳ ۔ اسلام کا نظام طہارت ۔	نغمہ توحید مئی ۱۹۹۵ء
۱۴ ۔ سائنسی ایجادات کے زہریلے اثرات ۔	تعلیم القرآن دسمبر ۲۰۰۴ء
۱۵ ۔ توحید باری تعالی (نظم)	ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی ۱۹۷۹ء

باب اول

﴿عقیدہ توحید کا تعارف﴾

(ا) لفظ''توحید'' کی لغوی تحقیق:

توحید کے لغوی معنی ''ایک بنانا'' اور '' یک جا کر دینا'' کے ہیں۔

☆۔وَحَدَ ،یَحِدُ،وَحْدًا،وَوَحْدَةً،وحِدَةً،ووُحُوْدًا،ووَحُدَ،یَحِد،وَحَادَةً ووَحُوْدَةً کے معنی اکیلا ہونا،صفت وحید کے ہیں۔ **وَحَّدَهٗ،تَوْحِیْدًا واَحَّدَهٗ** کے معنی ہیں''ایک بنانا۔**وَحَّدَاللّٰهُ تَعَالٰی**:ایک خداتعالیٰ پرایمان لانا، یکتا کہنا یا**لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کہنا۔ **تَوَحَّدَ**:تنہاباقی رہنا،**تَوَحَّدَ بِرَایِه**:اپنی رائے میں اکیلا رہنا۔**اِتَّحَدَ الشَّیْئَان**:ایک ہونا۔**اَوْحَدَهٗ اِیْحَادًا**:اکیلاچھوڑ دینا، یکتا جاننا۔**الوحدانية**:اکیلا ہونے کی حالت۔**التوحيد**:باری تعالی کی وحدانیت کا اعتقاد۔(ا)

☆۔توحید کا معنی ایک کرنا،ایک کہنا۔**واحد**:اللہ تعالی کا ایک نام یہ بھی ہے یعنی اکیلا،ایک ذات جوازل میں اکیلا تھا،اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اورابد تک اسی حال میں قائم ہے۔اور **اَحَدٌ** نفی عددیت کے لئے ہے یہ واحد سے بھی بڑھ کر ہے۔(۲)

☆۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الوحدة: کے معنی یگانگت کے ہیں اور''**واحدة** ''درحقیقت وہ چیز ہے جس کا قطعا کوئی جزو نہ ہو پھر اس کا اطلاق ہر موجود پر ہوتا ہے۔حتی کہ ہراسم عدد کے ساتھ متصف ہوسکتا ہے۔جیسے **عشرة واحدة** :ایک عشرہ۔**مائة واحدة** :ایک سو۔**الف واحد** :ایک ہزار، پس واحد کا لفظ مشترک ہے جو چھ طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

(ا)واحد بلحاظ جنس یا نوع کے:

جیسے کہا جاتا ہے کہ انسان اور گھوڑا دونوں ایک ہی ہیں۔یعنی بلحاظ جنس ایک ہی ہیں یا زید اور عمروایک ہیں یعنی بلحاظ نوع ایک ہیں

(۲)واحد بالاتصال:

یعنی کئی اجزامل کرایک ہو جائیں۔عام اس سے کہ وہ اتصال خلقی ہو جیسے شخص واحد یا صناعی ہو،جیسے **حرفة واحدة**۔

(۳) یکتاوبےنظیر:

خواہ وہ یکتائی بلحاظ خلقت کے ہو جیسے الشّمس واحدة یا بلحاظ دعوی فضیلت کے ہو۔**فلان واحد عصره** (فلاں یکتائے روزگار ہے)یا**هو نسيج واحد** :وہ اپنی طرز کا ایک ہے،یعنی صائب الرائے ہونے میں اس کی کوئی شبیہ نہیں۔

(۴) تجزی ممتنع:

وہ جس کی تجزی ممتنع ہو۔خواہ وہ امتناع اصغر جحم کے ہو جیسے ذرہ یا صلابت کی وجہ سے جیسے الماس یعنی ہیرا۔

(۵)مبدا:

واحد بمعنی مبدا آتا ہے۔خواہ وہ مبدائے اعداد ہو جیسے واحد،اثنان یا مبدا خط جیسے نقطہ۔

الحاصل ان سب اقسام کو وحدة کے معنی عارض ہوتے ہیں لیکن

(٦) جب واحد کا لفظ باری تعالی پر بولا جاتا ہے،جیسے **الله واحد** :اس سے مراد وہ ذات ہوتی ہے جس میں تجزی یا تکثر ناممکن ہو۔۔۔۔

(ا)مصباح اللغات،ص:934,933 (۲)لغات الحدیث،ج:4،ص:462

واحد کا لفظ صرف اللہ پر ہی بولا جاتا ہے۔(۱)

☆۔مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے نزدیک:

توحید کے معنی خدا کو ایک سمجھنا یا اس کے ایک ہونے کا یقین واقرار کرنا ہے۔(۲)

(2) توحید کا اصطلاحی مفہوم:

توحید کی تعریف میں درج ذیل علماء کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

☆۔**علامہ تفتازانی** فرماتے ہیں:

''توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات کسی کو شریک نہ مانا جائے یعنی یہ اعتقاد کہ الہ ہونے اور الوہیت کی خصوصیات میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔''(۳)

☆۔**ابن خلدون** ''توحید'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''توحید کے بارے میں فقط ایمان یا تصدیق معتبر نہیں۔کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات اور افعال میں یکتا جانے''(۴)

☆۔**امام رضاؒ** سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

كل من قراقل هوالله احد وامن بها فقد عرف التوحيد۔

جو کوئی سورہ اخلاص سمجھ کر پڑھے، اس پر ایمان لائے اس نے توحید کو پہچان لیا۔

پھر پوچھا گیا کیسے اس سورۃ کو پڑھے فرمایا:

جیسے لوگ پڑھتے ہیں، اتنا بڑھائے **كذالك الله ربى** (تین مرتبہ) یعنی میرا پروردگار ایسا ہی ہے۔(۵)

☆۔**حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ** کہتے ہیں:

''توحید کے چند درجے ہیں: ان میں سے ایک علمی درجہ ہے، جو دلیل اور برہان پر موقوف ہے۔یہ مرتبہ مفکرین کو دلائل نقلیہ اور عقلیہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ایک عینی درجہ ہے جو وجدان سے پیدا ہوتا ہے۔اس طرح کہ کوئی شخص ذوق اور مشاہدے سے خود توحید پالیتا ہے۔اسے اس بات کا کہ اللہ کی ذات، صفات اور افعال کے سامنے تمام ذوات، صفات اور افعال ہیچ ہیں اور ان ذات صفات وغیرہ کے مقابلے میں ان ذوات وغیرہ کا کوئی وجود ہی نہیں، ایسا یقین حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔''(۶)

---

(۱) مفردات القرآن، ص:1098,1097

(۲) تعلیم الاسلام، ج:4، ص:6

(۳) تفتازانی، المقاصد، طبع آستانہ ج:2 ص:47

(۴) مقدمہ دیوان العبر، مطبوعہ مصر، ص:366,365

(۵) لغات الحدیث، ج:4، ص:463

(۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج:4، ص:683

☆۔**اقبال نامہ جہانگیری** کا بیان ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے اپنے بھائی محمد حکیم میرزا کے خلاف لشکر کشی کی تو راستہ میں تھانسیر کے مقام پر جلال الدین کی زیارت کی۔ملاقات کے دوران شیخ نے مسئلہ توحید کی وضاحت میں یہ رباعی پڑھی:

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تاختہ پس برنگے بہر یکے تاب عناں انداختہ

جملہ یک نوراست امارنگ ہائے مختلف اختلاف درمیان ایں وآں انداختہ

(3)اقسام توحید:

شرک ایک قبیح چیز ہے جس کا ذرہ برابر ارتکاب انسان کے زندگی بھر کے اعمال صالحہ کو برباد کر دیتا ہے۔قرآن حکیم نے سورۃ الانعام میں ایک مقام پر اٹھارہ جلیل القدر انبیا کا نام لے کر بیان فرمایا:

لو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون (الانعام۶:۸۸)

اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے ضائع ہو جاتے۔

سرورکائنات،**مفخر موجودات علیه الصلوة والتسلیمات** کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخٰسرین (الزمر۳۹:۶۵)

اگر آپ نے اللہ کا شریک مان لیا تو آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے شرک کو **اکبر الکبائر** میں سرفہرست بیان فرمایا ہے۔آپؐ نے اپنے ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا تم جلا دیے جاؤ یا سولی پر چڑھا دیے جاؤ۔(۱)

اس عظیم گناہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالی نے مختلف زمانوں میں پیغمبروں کو مبعوث کیا۔تا کہ لوگوں کو توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں:

اعلم ان التوحید اول دعوة الرسل واول منازل الطریق واول مقام یقوم فیه السالك الی الله۔(۲)

خوب جان لو کہ توحید رسولوں کی پہلی دعوت،طریقت کی پہلی منزل اور اللہ کی طرف چلنے والا جس مقام پر ٹھہرتا ہے پہلا مقام ہے۔

انبیا ورسل کی تعلیم تو شرک سے بیزاری اور توحید پر مبنی تھی۔مگر دنیا پرست علمائے سو کی غلط راہ روی نے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی اولاد آدم کو شیطان رجیم کی طرح بہلا پھسلا دیا۔انہی بدکردار علماء کی وجہ سے یہودیت شرک کی آغوش میں پہنچی۔انہی کی

---

(۱)طبرانی (۲)شرح عقیدہ الطحاویہ،ص:۱۲

کارستانیوں سے عیسائیت طوفان شرک میں غرق ہوئی اور انہی کی ریشہ دوانیوں سے اسلام کی خالص توحید میں شرک کی چاشنی کو داخل کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی

ہمیشہ سے اسلام جس پر تھا نازاں وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

ایک مغربی مصنف گرانٹ ایلن (Grant Allen) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

''پوری دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو اسلام سے بڑھ کر توحید پرست ہو۔ خدا کی خالص وحدانیت ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے گرد پورا مذہب اسلام گھومتا ہے اور اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کی توہم پرستی اور شرک کے خلاف نمایاں اور شدید ردعمل کے طور پر پیش کرتا ہے۔''(۱)

شرک کی مختلف صورتیں ہیں۔ انسان کا ازلی دشمن شیطان اسے شرک کے کسی نہ کسی جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ علمائے کرام نے اس عدو مبین کے شر سے بچنے کے لئے توحید کی مختلف اقسام بیان کی ہیں جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں:

۱۔توحید فی الذات

۲۔توحید فی الصفات

۳۔توحید فی العبادات

شرح عقیدہ الطحاویہ میں لکھا ہے:

اتفق اهل السنة ان الله ليس كمثله شیء لا فی ذاته ولا فی صفاته ولا فی افعاله ۔(۲)

اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یقیناً اللہ تعالی کا اس کی ذات ،صفات اور افعال میں کوئی ہم مثل نہیں ۔

ڈاکٹر آصف قدوائی لکھتے ہیں:

''آنحضورؐ نے باطنی تصرف کے ساتھ عقلی براہین سے بھی کام لیا اور شرک کی شہ رگ پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ مسلمانوں کو ان کی اطراف سے کوئی خطرہ نہ رہا۔ آپؐ نے وحدانیت کی حقیقت پوری طرح بے نقاب کر دی۔ توحید فی الذات ،توحید فی العبادات ،توحید فی الصفات ،توحید فی الاستعانت ،توحید فی العلم ،توحید فی القدرت اور توحید فی التصرف کے الگ الگ عنوان قائم کئے اور ہر عنوان کے تحت میں مسائل پر ایسی بھرپور روشنی ڈالی کہ وقت کے الٹ پھیر ان میں ابہام پیدا کرنے میں معذور ہو گئے۔

یہی سبب ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں صرف مسلمان خدا کی یکتائی اور بے مثالی پر مکمل عقیدہ رکھتے ہیں۔ باقی تمام مذاہبی جماعتوں میں خدا کی ناقابل تعین ذات کو

---

(۱)The Evolution,P:290

(۲)شرح عقیدہ الطحاویہ

کسی نہ کسی طرح حد تعین میں لانے کی کوشش نمایاں ہے۔کہیں وحدت سے کثرت کی طرف مراجعت ہے،کہیں تثلیث کا چرچا ہے ،کہیں ثنویاتی نقطہ نظر کی حمایت ہے۔''(۱)

اب ہم توحید کی جملہ اقسام پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تا کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو جائے۔

(۱)توحید فی الذات :

توحید فی الذات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات میں وحدہ لاشریک ہے۔اسی کا نام واحد اور اسی کا نام احد ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات باپ،دادا،اولاد،بیوی،خاندان وغیرہ سے پاک ہے اور اس کا کوئی ہم جنس نہیں۔

قل ھواللہ احد oاللہ الصمد oلم یلد ولم یولد o
ولم یکن لہ کفوا احد (الاخلاص،۱۱۲:۱-۴)

(اے نبیؐ) کہہ دیجیے اللہ ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے۔نہ اس نے کسی کو جنا نہ کسی نے اس کو جنا ۔نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

زرتشتی دوخداؤں کے قائل ہیں۔قرآن مجید نے ان کے اس عقیدے کی تردید فرمائی ہے:

وقال الله لا تتخذوا الٰهين اثنين (النحل۱۶:۵۱)

اور کہا اللہ نے دو الہ نہ بناؤ

نصاریٰ نے تین خداؤں (تثلیث) کا نظریہ پیش کیا۔قرآن مجید نے اس کی تردید میں ارشاد فرمایا:

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثة (المائدہ۵:۷۳)

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

یہود و نصاریٰ نے توحید فی الذات کی نفی ان الفاظ میں کی:

وقالت اليهود عزيرن ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله (التوبة۹:۳۰)

یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح (حضرت عیسیٰؑ) اللہ کا بیٹا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی نظریے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

انّٰى يكون له ولد وّلم تكن لّه صاحبة (الانعام۶:۱۰۱)

اس کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔قرآن عظیم نے اس کا رد فرمایا:

ويجعلون لله البنٰت سبحٰنه (النحل۱۶:۵۷)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں بناتے ہیں وہ اس سے پاک ہے

---

(۱)مقالات سیرت،ص:204

اللہ تعالی نے ان تمام مشرکانہ نظریات کی تردید اس انداز میں بیان فرمائی:

وجعلوا لله شركآء الجنّ وخلقهم وخرقوا له بنين وبنٰتٍ

بغير علمٍ سبحٰنه وتعٰلٰى عمّا يصفون (الانعام٦:١٠٠)

اور جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے

اور جہالت سے اس کے لئے بیٹیاں اور بیٹے تراشتے ہیں، وہ پاک ہے

اور ان باتوں سے بہت بلند ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

ہندو مذہب نے توحید فی الذات کے انکار میں حد کر دی۔انہوں نے تریمورتی اور چونتیس کروڑ خداؤں کا تصور پیش کیا۔لیکن قرآن مجید نے واضح کر دیا:

انما الهكم الله الذى لا اله الا هو (طه٢٠:٩٨)

یقیناً تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اللہ تعالی اپنی ذات میں اکیلا ہے۔اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اتنا بھاری کلمہ ہے جس سے آسمان پھٹ سکتے ہیں، زمین چر سکتی ہے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں:

تكاد السمٰوٰت يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر

الجبال هداo ان ادعوا للرحمٰن ولد ا(مریم١٩:٩٠،٩١)

کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو

جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔کہ ان لوگوں نے خدائے

رحمٰن کے لئے اولاد ہونے کا دعوی کیا ہے۔

وہ واحد ذات ہے یعنی مرکب نہیں۔اس لئے کہ وہ جسم سے پاک ہے۔اگر اس کے لئے جسم کا قول کیا جائے تو اعضاء ماننے پڑیں گے، جس سے وہ جسم مرکب ہو اور حادث ماننا پڑے گا۔وہ ہر لحاظ سے ایک ہی ہے ہم کسی چیز سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ اس جیسی چیز کائنات میں موجود نہیں ہے:

ليس كمثله شى ء(الشورٰى ٤٢:١١)

اللہ تعالی اپنے ذاتی نام کے اعتبار سے واحد ہے۔خدا کا ذاتی نام اللہ ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے تصریح فرمائی ہے:

وهو الله فى السمٰوٰت وفى الارض(الانعام ٦:٣)

اور وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں

یعنی اس نام کو کوئی دوسرا نہیں۔حدیث پاک میں ارشاد ہے:

ان الله لم يرض بالوحدانية لاحد غيره شرار

امتى الوحدانى المعجب بدينه المرائى لعلمه

اللہ تعالیٰ نے اکیلا ہونا اپنے سوا کسی کے لئے پسند نہیں کیا ۔
بد تر لوگ میری امت کے وہ ہوں گے جو جماعت سے الگ
ہوکرٹٹروں ٹوں اپنی دینداری پر مغرور ہوں اور ریا کار ہوں۔(۱)

ایک جگہ ارشاد ہے:

علی ان یوحد الله۔(۲)

اس شرط پر کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کرے
(اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

كل مسمى بالوحدة غيره قليل

اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو واحد کہتے ہیں وہ سب قلت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔
مگر پروردگار کو قلت سے موصوف نہیں کرتے کیونکہ وہ واحد بالعدد نہیں۔(۳)

اللہ تعالیٰ کی ذات فنا اور تغیر (تبدیلی) سے پاک ہے۔ارشاد ربانی ہے:

كل شيء هالك الا وجهه (القصص۲۸:۸۸)

اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی اور ہلاک ہونے والی ہے۔

پس اس کی ذات مع صفات ہمیشہ باقی رہے گی۔ارشاد الٰہی ہے:

ويبقٰى وجه ربك ذوالجلال ولاكرام (الرحمٰن۵۵:۲۸)

اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی ،فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی ۔

(۲)توحید فی الصفات :

توحید فی الصفات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں اکیلا ہے،اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی اکیلا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صفات کیا ہیں اور کتنی ہیں؟ان کے بارے میں یہ حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الله عز وجل تسعة وتسعين اسما من احصاها كلها دخل الجنة ۔(۴)

بے شک اللہ کے ننانوے (صفاتی) نام ہیں،جس نے انہیں یاد کیا جنت میں داخل ہوگا۔

ان ننانوے اسماء کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مختلف مقامات پر ہوا ہے۔ان اسماء سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔یہ صفات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔پس نہ تو کسی جن،فرشتے یا انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا ہے نہ اللہ تعالیٰ جیسی

---

(1) لغات الحدیث،ج:4،ص:462
(۲)لغات الحدیث،ج:4،ص:463
(۳)لغات الحدیث،ج:4،ص:463
(۴)مسند احمد،باقی مسند المكثرين،مسند ابی ھریرةؓ،رقم:10103

قدرت کسی کو حاصل ہے۔ نہ ہی اس جیسا کوئی قہار اور غفار ہے۔ اگر چہ مخلوق میں سماعت و بصارت کی قوت پائی جاتی ہے۔ مگر اللہ جیسا نہ کوئی سن سکتا ہے اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ اللہ کی ایک صفت خالقیت یعنی پیدا کرنا ہے۔ دنیا جہان کے اندر ریت کے ذرہ سے لے کر بڑی سے بڑی مخلوق تک جو چیز بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

قل الله خالق كل شيء (الرعد ۱۳:۱۲)

کہہ دیجیے اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہی آسمان، زمین اور پہاڑ کو تخلیق کیا۔ اسی نے آسمان پر چاند اور سورج سجائے۔ اسی نے دریاؤں اور سمندروں کو ٹھاٹھیں مارنا سکھایا۔ اسی نے آبشاروں کو گنگنانا سکھایا۔ اسی نے انسان، جنات، ملائکہ، حشرات الارض غرض سب کچھ کو پیدا کیا۔ اسی نے پرندوں کو پیدا کر کے انہیں اڑنا اور چہچہانا سکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی یہ دعوی نہیں کر سکا کہ یہ سب کچھ میں نے پیدا کیا ہے یا ان میں سے کسی شے کو میں نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ وہ تو ایک مکھی اور مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے۔ پر بنانا تو دور کی بات ہے مکھی جو لے کر اڑ جائے وہ بھی واپس نہیں لا سکتے۔ سائنسدان اگر مل بیٹھ کر اپنی تمام توانائیاں خرچ بھی کر دیں تو ریت کا ایک ذرہ اور درخت کا ایک پتہ بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب مخلوق ہیں اور جو اپنی تخلیق کا محتاج ہے وہ خالق کائنات نہیں بن سکتا۔

لا يخلقون شيئا وهم يخلقون (النحل ۱۶:۲۰)

کچھ پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں

اسی طرح باقی صفات میں بھی اللہ تعالی کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی صفات میں وحدہ لاشریک ہے۔ صفات کا کمال فقط اس کی ذات تک محدود ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں:

> ''خدا کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لئے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے۔ کیونکہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی یا ولی ہو یا شہید یا پیر ہو یا امام ہو، خدا تعالی کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔'' (۱)

(۳) توحید فی العبادۃ:

عبادت کے لفظی معنی ''**غاية التذلل**'' یعنی ذلت کی انتہا کر دینے کے ہیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے:

كمال الحب وكمال الخضوع والتذلل لله تعالى

پورے طور پر خاص اللہ تعالی سے محبت کرنا اور پورے طور پر عاجزی کرنے کا نام عبادت ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ رقمطراز ہیں:

ان العبادة عبادة عن نهاية التعظيم وهى لا تليق الا بمن صدر عنه غاية الانعام ۔(۲)

---

(۱) تعلیم الاسلام، ج:4، ص:24

(۲) مفاتیح الغیب، مطبوعہ مصر ج:1، ص:242

عبادت کا معنی انتہائی تعظیم کے ہیں اور یہ اسی ذات کے لائق ہے جس کے انعام بے حدونہایت ہوں۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

العبادة عبادة عن الاعتقاد والشعور بان المعبود سلطة غيبة يقدربها على النفع والضرر فكل ثناء ودعاء وتعظيم يصاحبه هذاالاعتقاد والشعور فهى العبادة ۔(۱)

عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نفع ونقصان پر قادر ہے۔اس لئے ہر تعریف ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد وشعور کے ساتھ ہووہ عبادت ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عبادت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

''عبادت بندگی کا نام ہے یعنی بندہ ہونا۔یہ اسی ذات کے لئے ہوسکتا ہے جس کی طرف بندہ ہر وقت ہر چیز میں محتاج ہو اور اس کے سامنے دلیل ہو۔''

قرآن مجید نے انسانوں اور جنات کی تخلیق کی غرض وغایت اللہ تعالی کی عبادت کو قرار دیا ہے۔توحید فی العبادت کا مقصد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی کی عبادت کی جائے۔عبادت کے کسی شعبہ میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

تمام انبیا کی تبلیغ کا مرکزی نکتہ توحید فی العبادۃ ہی تھا۔اس لئے کہ مخلوق خدا زیادہ تر شرک فی العبادۃ میں ملوث رہی ہے۔چنانچہ حضرت نوحؑ ،حضرت ہودؑ ،حضرت صالحؑ ،حضرت شعیبؑ نے اپنی قوموں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يقوم اعبدواالله ما لكم من اله غيره (الاعراف۷:۵۹،۶۵،۷۳،۸۵)

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اور معبود نہیں

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یٰابت لم تعبد ما لا يسمع ولا يبصر ولا يغنى عنك شيء ا(مریم۱۹:۴۲)

اے میرے ابا تو ان کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ تیرے کچھ کام آسکتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کو ارشاد ہوا:

اننى انا الله لا اله الا انا فاعبدنى (طہ۲۰:۱۴)

بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ،پس میری ہی عبادت کرو

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم توحید پر مبنی تھی:

ان الله ربى وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم (ال عمران۳:۵۱)

یقیناً اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

---

(۱)مدارج السالکین،ج:1،ص:40

تمام انبیا کی دعوت کا خلاصہ عقیدہ توحید تھا:

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیاء۲۱:۲۵)

آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس کی طرف ہم نے وحی کی کہ

میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

حکم الٰہی بھی یہی ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کیا جائے:

وقضٰی ربك الا تعبدوا الا ایاہ (بنی اسرائیل۱۷:۲۳)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

دنیا کے مختلف خطوں اور زمانوں میں مختلف معبود بنائے گئے۔ کہیں ملائکہ اور جنات کو معبود بنایا گیا تو کہیں انبیا اور احبار و رھبان کو معبود بنایا گیا۔ کہیں سورج، چاند، ستاروں کو، کہیں اپنے ہاتھ سے تراشے گئے بتوں کو اور کہیں اپنے ہاتھ سے جلائی گئی آگ معبود قرار پائی۔ لیکن اسلام نے جنوں اور انسانوں کو معبود برحق کی عبادت کرنے کی تلقین کی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات۵۱:۵۶)

غرض جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد وحید عبادت الٰہی ہے۔ اسی لئے ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(4) مراتب توحید:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں توحید کے چار مراتب ہیں:

اول مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے مگر اس سے غافل یا منکر ہو، مثل توحید منافقوں کے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس لفظ کے معنی اس کا دل بھی سچ جانتا ہو۔ جیسے مسلمان عوام اس کی تصدیق کرتے ہیں یہ توحید عوام کی ہے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جائیں۔ یہ مقام مقربین کا ہے اور اس کا حال اس طرح ہے کہ اشیا کو تو بہت جانتا ہے مگر باوجود اشیا کی کثرت کے ان کو واحد و قہار سے صادر سمجھتا ہے۔

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے اور یہ مجاہدہ صدیقوں کا ہے۔ اس کا نام صوفیائے کرام فنا در توحید کہتے ہیں۔

اول شخص صرف زبان کا موحد ہے۔ اس کا فائدہ دنیا میں یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا شخص ان معنوں میں موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہے اور دل سے اپنے اعتقاد کی تکذیب نہیں کرتا اور اس طرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہے۔ اس میں بسط و کشادگی نہیں ہوتی تاہم اس توحید والا عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے۔ بشرطیکہ اس پر خاتمہ ہو

اور گناہوں کے باعث اس کو ضعیف نہ کر دیا ہو۔۔۔۔اور تیسرا شخص ان معنوں میں موحد ہے کہ اس نے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اس کو امر حق جوں کا توں کھل گیا۔واقع میں فاعل ایک ہی نظر آتا ہے اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی سوجھ بوجھ پڑتی ہے۔مگر اس نے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت کا رکھا ہے تو یہ رتبہ عوام اور متکلموں کا ہے۔۔۔۔اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہے کہ اس کے مشاہدے میں بے خبر واحد و یکتا کے اور کوئی نہیں آیا اور وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہیں دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے دیکھتا ہے۔

وحدت میں تیری خوف دوئی کا نہ آسکے آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

یہ مرتبہ توحید میں سب سے اعلیٰ ہے۔پس پہلا مرتبہ اخروٹ کا اوپر والا چھلکا ہے اور دوسرا مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے اور تیسرا مرتبہ مغز کی مانند ہے اور چوتھا مرتبہ مثل تیل کے ہے جو مغز میں سے نکلتا ہے۔(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک بھی توحید کے چار مرتبے ہیں:

(۱)صرف اللہ تعالیٰ میں وجوب وجود کی صفت ثابت کرنا کوئی دوسرا اس کے سوا واجب نہ ہو۔

(۲)صرف اسی کی ذات کو عرش و کرسی،آسمان و زمین اور تمام جواہر کا خالق جاننا۔

کتب الٰہیہ نے ان دونوں مراتب سے کچھ بحث نہیں کی ہے۔مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ نے بھی اس توحید کی مخالفت نہیں کی ہے۔قرآن عظیم میں صاف مذکور ہے کہ یہ دونوں مقدمات ان سب کو مسلم تھے۔

(۳)زمین و آسمان اور تمام ان چیزوں کا مدبر جو ان دونوں آسمان و زمین کے درمیان میں ہیں صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا۔

(۴)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔(۲)

---

(۱)امام غزالی،احیاء علوم دین مترجم باب پنجم،ص:366,365 (۲)حجۃ اللہ البالغہ،ص:101

﴿باب دوم﴾

مذاہب عالم کا تصورِ توحید

(1)مذہب کامغربی مفہوم:

(ا)مذہب کالغوی مفہوم:

مذہب کالغوی مفہوم''چلنے کاراستہ''یا''زندگی گزارنے کاطریقہ''ہے۔انگریزی زبان میں اس کے لئے''Religion''کالفظ استعمال ہوتاہے۔جس کے لغوی معنیٰ''اکٹھاکرکے باندھنے''کے ہیں۔Religion دراصل لاطینی لفظ Religree سے ماخوذ ہے،جس کے معنیٰ اپنے سے بڑی طاقت کوتسلیم کرتاہے۔(ا)

ریلیجن لاطینی زبان کےفعل سے ماخوذ ہےجس کے معنی''کسی ماوراءہستی کے ساتھ بہت قریبی اوردائمی تعلق قائم کرنا''ہیں۔(۲)

(۲)اصطلاحی مفہوم:

ا۔سرای بی ٹائکر:

مذہب روحانی مخلوقات پرایمان لانے کانام ہے۔(۳)

۲۔انسائیکلوپیڈیاآف ریلیجن اینڈ ایتھکس:

مذہب کی تعریف خواہ کچھ بھی ہولیکن یہ واضح طور پر اپنی امتیازی خصوصیات ، ایمانیات،رسوم،جذبات اور رجحانات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔(۴)

۳۔مشہورعالم نفسیات **جیمز ایچ لیوبا** کے بقول:

(ا)مذہب نام ہےاس احساس کاجوکسی مقدس بالاتراوران دیکھی ذات کاوجودانسان کےقلب وذہن میں پیداکرے۔

(۲)مذہب نام ہےان مافوق الانسانی قوتوں کی رضاجوئی کاجوانسان زندگی پرحکمران ہیں۔

(۳)مذہب نام ہےاس جستجوکاجوانسان زندگی کےحقیقی مقاصد کےادراک کے لئے کرتاہے۔(۵)

(2)مذہب کااسلامی تصور:

اسلام نے مذہب کے لئے دین،سبیل،ملت،شریعت،صراط اورطریق کےالفاظ استعمال کئے ہیں،جس میں سے دین کالفظ کثیر الاستعمال اورزیادہ معنی خیز ہے۔

(i)لغوی مفہوم:

اسلام نے مذہب کے لئے دین کالفظ زیادہ استعمال کیاہے،جس کےلغوی معنی اطاعت قبول کرنے کے ہیں۔

(ا) **المنجد** میں اس کےمعنی

ملکیت۔قدرت،حکم،مذہب،ملت،حالت،عادت،سیرت،تدبیراورفرماں برداری وغیرہ کے ہیں۔(۶)

---

(1)Everyman's Encyclopedia,V:10,P:278

(2) A Dictionary Of Social Sciences ,P:588

(۳)انسائیکلوپیڈیاآف برٹانیکا،ج:19،ص:103

(۴)انسائیکلوپیڈیاآف ریلیجن اینڈ ایتھکس،ج:10،ص:633

(۵)God and Man by J H Leuba

(۶)المنجد،عربی اردو،ص:346,347

(۲) **لغات القرآن** میں دین کے معنیٰ:

جزا، اطاعت، شریعت، بدلہ دینا، اطاعت کرنا اور حکم ماننا کے ہیں۔(۱)

(۳) امام راغب نے دین کے معنیٰ ''**الطاعت والجزا**'' کے کئے ہیں۔(۲)

(۴) اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے:

دین کے لغوی معنی انقیاد و اخلاص کے ہیں۔مگر استعارۃ و اصطلاحا اس سے مراد ملت اور شریعت ہیں۔(۳)

(ii) اصطلاحی مفہوم:

نبی مکرم ﷺ نے دین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولکتابه

ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم ۔(۴)

دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے کہا کس کے لئے فرمایا اللہ اور اس

کی کتاب اور اس کے رسول اور مسلمانوں اور ان کی عوام کیلئے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لفظ ''دین'' کا اطلاق ایمان، اسلام اور تمام شرعی احکام پر ہوتا ہے۔

فرید وجدی کے نزدیک:

مذہب ان معقول خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔مذہب نوع انسان کے لئے ابدی چیز ہے۔(۵)

خلیفہ عبدالحکیم:

''اسلام کی رو سے بجز مذہب اس کے کچھ نہیں کہ انسان عملا اور موثر طریقے سے خدا پر ایمان لائے، اسے کائنات نیز حیات انسانی میں نظام عقل و اخلاق کا خالق اور ان قوانین کا ماخذ اور نافذ کنندہ سمجھے جو اقتدار کے تحفظ اور فلاح و بہبود کے قیام اور ترقی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔اس کا فرض ہے کہ وہ خدا کو خود اپنے اندر اور بیشتر کائنات میں دریافت کرے۔''(۶)

سید سلیمان ندویؒ:

مذہب کیا چیز ہے؟ خدا اور بندوں اور باہم بندوں کے متعلق

جو فرائض اور واجبات ہیں، ان کو تسلیم کرنا اور ادا کرنا۔(۷)

---

(۱) لغات القرآن، ج:3، ص:21

(۲) مفردات القرآن

(۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:2، ص:271

(۴) صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة ،رقم:55

(۵) تطبیق الدیانة الاسلامیه، ص:24

(۶) اسلامک آئیڈیالوجی، ص:85

(۷) خطبات مدراس، ص:36,35

مفتی محمد شفیعؒ:

قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول واحکام کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضورﷺ تک تمام انبیاء میں مشترک ہے۔

(3) مذاہب کی اقسام :

مذاہب عالم کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) الہامی مذاہب

(۲) غیر الہامی مذاہب

(۱) الہامی مذاہب:

الہامی مذاہب سے مراد وہ ادیان ہیں جو اللہ،اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں۔ان کو سامی مذاہب بھی کہا جاتا ہے۔ان میں یہودیت،عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔

(۲) غیر الہامی مذاہب:

ان سے مراد ہوا دیان ہیں جو اپنی تعلیمات اور عقائد کو خدائے وحدہ لاشریک کی معین ہدایت کے تابع نہیں سمجھتے،مثلاً ہندومت ،بدھ مت وغیرہ۔

(4) مذاہب عالم اور ان کی تعلیم توحید:

دنیا کے مشہور مذاہب میں ہندو دھرم،بدھ مت،زرتشت،عیسائیت،یہودیت اور اسلام شامل ہیں۔ان مذاہب کے پیروکار وجود باری تعالی کے عقیدہ میں مشترک ہیں۔کیونکہ ان کی مذہبی کتابوں میں اسی چیز کی تعلیم پائی جاتی ہے۔جہاں تک اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک ماننے کا تعلق ہے اس کے کچھ آثار مذکورہ مذاہب کی کتب میں پائے جاتے ہیں۔مگر توحید کی صحیح تعلیمات یا تو تحریف کا شکار ہوگئی ہیں یا ماننے والوں کی بدعقیدگی کی نذر ہوگئی ہیں۔کیونکہ ہر آسمانی دین میں توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وما ارسلنا من قبلك الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیا۲۱:۲۵)

اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف بھی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں،پس میری ہی عبادت کرو۔

دوسرے مقام پر اسی مفہوم کو ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا:

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت (النحل۱۶:۳۶)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (اس پیغام کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (کی عبادت) سے پرہیز کرو۔

ان آیات میں اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ ہر نبی اور رسول کی تعلیم میں توحید کا درس شامل تھا۔تمام انبیا نے اپنی اپنی امت کو توحید کا درس دیا اور ہر نبی کو اس درس کی بدولت مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔انبیا کرام کی ایک کثیر تعداد کو ناحق قتل کر دیا گیا لیکن

انہوں نے اپنی اپنی قوم کواللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام پہنچانے کی پوری کوشش کی:

نبیوں نے توحید ہم کوسکھائی جسم اپنا پتھروں سے زخمی کرا کر
وہ کہتے تھےلوگو پڑھو **لا اله** خدا کے سوا کوئی داتا نہیں ہے

﴿غیرالہامی مذاہب کا تصورتوحید﴾

(۱)ہندودھرم اورعقیدہ توحید:

پنڈت لیکھ رام اپنی کتاب ''کلیات آریہ مسافر'' میں لکھتا ہے:

ہندو کے معنی کالا، چوراور چوکیدار ہیں اور یہ نام بھی ہمیں مخالفین نے حقارت کی بنیاد پر دیا ہے۔ہمیں اپنے آپ کو آریا کہنا چاہیے۔آریا کے معنی مہذب اور شریف لوگ کے ہیں۔

ہندومت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ہے۔اس کا آغاز ہند میں آریاؤں کی آمد پندرہ سوقبل مسیح سے ہوتا ہے۔ ہندو مذہب کی تعریف تقریبا ناممکن ہے۔کیونکہ مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک مرکزی عقیدہ ہو،جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہو۔لیکن ہندومت میں ہمیں کوئی مرکزی عقیدہ نہیں ملتا۔مختلف طبقے اور گروہ جن کے عقائد،شعائر،عبادات اور کتب وغیرہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں،اس میں شامل ہیں اور سب کے سب ہندو کہلاتے ہیں۔مظہرالدین صدیقی رقمطراز ہیں:

''ہندو مذہب کا بانی کوئی ایک فرد نہیں۔زرتشت،موسیٰؑ عیسیٰؑ کی مانند ہمیں کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جس کو ہندوؤں کا رہنما قرار دیا جا سکے یا جس کو اس مذہبی نظام میں مرکزی حیثیت حاصل ہو۔اسی طرح ہندووں کی مذہبی کتابوں کو کسی ایک شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جا سکتا۔زمانہ مابعد میں بعض ممتاز مذہبی اشخاص منظر عام پر آئے لیکن ہندو مذہب کے ابتدائی مدارج پر لاشخصیت کا ٹھپہ لگا ہوا ہے۔چونکہ ہندوؤں کے مذہبی نظام کی تشکیل میں لاتعداد اشخاص کا حصہ ہے،اس لئے اس میں کوئی واحد عقیدہ ،مذہبی قانون یارسوم وشعار کی کوئی یکسانیت نہیں ملتی۔عقائد کی گوناگونی،طریق عبادت کے اختلافات اور معبودوں کی کثرت کے باعث یہ مذہب ایک گنجان جنگل کی طرح معلوم ہوتا ہے،جس سے راستے نکلتے ہوں لیکن کوئی راستہ صاف اور سیدھا نہ ہو''۔(۱)

ان تعریفات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہندو مذہب تمام مذاہب کا مجموعہ ہے جس میں توحید،تثلیث سے لے کر شرک اور بت پرستی کی ہرقسم پائی جاتی ہے۔ڈاکٹر جے بی فاس لکھتے ہیں:

ایک ہندو ہمہ اوست وحدت الوجود،شرک اور توحید کا قائل ہوسکتا ہے،ناستک بلکہ منکر خدا ہوسکتا ہے۔ثنویت یا کثرت یا وحدت کسی ایک نظریے کو قبول کرسکتا ہے۔(۲)

---

(۱)اسلام اور مذاہب عالم،ص:1

(۲) Men's Religion

بھائی پرمانند لکھتے ہیں:

اگر ہندو کہلانے کے لئے کوئی تیار ہو جائے تو ہم اس کے عقیدے سے بحث نہیں کریں گے۔ وہ موحد ہو یا مشرک ہم اسے ہندو کہیں گے۔

ڈاکٹر نواز چوہدری لکھتے ہیں:

بعض ہندو ویدوں میں توحید کا دعوی کرتے ہیں لیکن اس پر ہر قسم کے شرک کی تعلیم ہے۔(۱)

چنانچہ رگ وید دسویں منڈل کی ۸۲ سوکت کی تیسری رچا میں لکھا ہے:

وہ باپ جس نے ہمیں بنایا ہے وہ خالق کی حیثیت سے کل اقوام اور کائنات کو جانتا ہے۔ وہی ایک خدا ہے دوسرے دیوتاؤں کو نام دینے والا۔ سب اسی سے دریافت کرتے آئے ہیں۔

اتھروید میں لکھا ہے:

وہ ایک ہے تنہا ایک اس میں تمام معبود ایک ہو جاتے ہیں۔(۱۳)

یجروید میں لکھا ہے:

خدا ایک ہے وہ غیر متحرک ہے تاہم دماغ سے زیادہ سریع السیر ہے۔ حواس اس تک نہیں پہنچ سکتے اگرچہ وہ ان میں ہے۔

ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب گیتا میں توحید کا نظریہ ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

''اس کا نہ کوئی شروع ہے نہ آخر، وہ سب میں بسا ہوا ہے اور سب سے الگ ہے اور وہ سب سے الگ ہے اور وہ سب کے دلوں میں ہے پر وہ خیال کی پہنچ سے بھی پرے ہے۔ نہ آدمی کا دماغ اس کا تصور کر سکتا ہے اور نہ اس کی زبان اسے بیان کر سکتی ہے۔ اسی لئے گیتا پرزور الفاظ میں خدا کی پرستش کی تعلیم دیتی ہے۔''

پنڈت سندر لال الہ آبادی ''گیتا اور قرآن'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے ویدوں کے خدا کو وحدہٗ لاشریک قرار دیا۔ وہ گیتا کا ایک اشلوک نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

دیوتاؤں کے اپاسک دیوتاؤں کو پہنچتے ہیں اور ایشور کے اپاسک ایشور کو۔(۹/۲۵)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس لئے گیتا کی بار بار اور صاف شبدوں میں تعلیم یہ ہے کہ اور سب دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ایشور کی پوجا کرنی چاہیے۔(۲۷۔۹/۲۸)

ویدک دھرم کی عدم مقبولیت کی وجہ سے برہمنوں نے ہندو دھرم میں تین بڑے خدا مقرر کئے۔ برہما، وشنو اور شیو۔ ان کو تریمورتی کہتے ہیں اور یہ لاتعداد دیوی دیوتاؤں کے نگران ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے یہ تینوں دیوتا ذات باری تعالی کی تین صفات کے مظہر ہیں۔

---

(۱) مطالعہ مذاہب عالم، ص:68

(۲)ہندومفکرین کےتوحید سےمتعلق افکار:

رامانج حقیقت میں بھگتی تحریک کا بانی ہے،اس کے نزدیک:

خدا تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں،وہ قادر مطلق ہے۔وہی روح اور مادہ کو پیدا کرنے والا ہے اور سب اسی کی ہستی کے محتاج ہیں۔(۱)

بساؤ کے اقوال میں سے بعض ڈاکٹر تاراچند نے نقل کئے ہیں،جن کا خلاصہ یہ ہے:

خدا ایک ہے ۔وہ ساری کائنات پر حاوی ہے ۔۔۔سب روحیں خدا کی ذات میں جذب ہونے والی ہیں۔(۲)

بھگت کبیر کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے:

خدا ایک ہے اس کو کوئی شریک نہیں۔بت پرستی گمراہی اور ضلالت ہے۔(۳)

سادھو:

مہاراشٹر میں ایک نیچ ذات خاندان میں پیدا ہوئے ۔انہوں نے توحید کا پرچار کیا اور بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی اور ذات پات کی شدید مخالفت کی۔(۴)

باباگورونانک صاحب خالص توحید کے قائل تھے۔فرماتے ہیں:

خالص توحید کا سبق پورے گورو سے مل سکتا ہے،اس کے بغیر نہیں۔(۵)

مہاتما گاندھی نے ایک مرتبہ ینگ انڈیا میں لکھا:

خدا کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کچھ موجود نہیں اور یہی حقیقت تم اسلام کے کلمہ میں دیکھتے ہو ،جس پر زور دیا گیا ہے۔(۶)

(۳) ہندودھرم کا نظریہ توحید ناقص ہے:

ہندودھرم میں خالص توحید نہیں پائی جاتی بلکہ یہ نظریہ توحید اسلام کے عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ہندو مذہب میں دیوتاؤں کی کثرت شرک فی الذات الٰہی ہے۔ہندو روح ،مادہ،آکاش اور زمانہ کو خدا کے برابر ازلی اور ابدی گردانتے ہیں۔یہ شرک فی الصفات الٰہی ہے۔اسی طرح آگ، ہوا، پانی ،دریا، پہاڑ ،زمین ،سورج اور چاند کی عبادت شرک فی العبادت الٰہی ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں:

''ہنود کی ہزاروں بت پرست قومیں اخلاقی اور روحانی نجاستوں میں آلودہ ہیں اور تمام

---

(۱)راہنمایان ہند،ص:100

(۲)ڈاکٹر تاراچند،ہندوثقافت پر اسلام کا اثر،ص:19

(۳)غلام رسول چوہدری،مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،ص:200

(۴)غلام رسول چوہدری،مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،ص:200

(۵)گوروگرنتھ صاحب،راگ رگوڑی محلّہ:5،ص:184

(۶)غلام رسول چوہدری،مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،ص:212

مذاہب توہمات اور خیالات فاسدہ پرمبنی ہیں۔ ہر چند ان کے گروہ آریہ نے اس کی اصلاح کرنا چاہی ہے۔ وید کی تاویلات کر کے، اس کو لوگوں سے مخفی رکھ کر (تا کہ ظاہر ہو جانے پر قلعی نہ کھل جائے) اس میں اسلامی توحید و اخلاق ملانے کی کوشش کی ہے۔ مگر پھر کہاں تک؟ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کا مضمون ہے۔ اس پر وہ اپنے آپ کو برتر جانتے ہیں۔ اوروں کو ملیچھ (ناپاک) بتلاتے ہیں اور ان کے سایہ تک سے بچتے ہیں۔۔۔۔ پھر ہنود کی شادی بیاہ مرنے جینے کی رسوم، بتوں کی عبادت کرانا برہمن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر قانون بھی جو بنایا ہے جس کو دھرم شاستر کہتے ہیں وہ منو جی برہمن کا بنایا ہوا ہے کہ جو کسی طرح ان کے پچھلے اوتاروں رشیوں سے اس کی ترمیم نہ ہو سکی۔ الغرض یہ بھی اپنی فضیلت اور نجات کو موروثی حصہ جانتے ہیں اور اسی کے قریب قریب عرب اور دیگر بت پرست قوموں کا خیال تھا۔'' (۱)

ادریسی نے بارہویں صدی عیسوی میں اپنی کتاب ''نزہتہ المشتاق'' میں لکھا:

''ہندوستان کی بڑی بڑی قوموں میں بیالیس فرقے ہیں۔ بعض ایک خالق کائنات کے وجود کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں کے منکر ہیں۔ بعض دونوں ہی سے انکار کرتے ہیں۔ بعض فرقے پتھر کے بتوں کی شفاعت کے قائل ہیں اور بعض ایسے پتھروں کو پوجتے ہیں جو مکھن اور تیل سے چپڑے جاتے ہیں۔ بعض آگ کے پجاری ہیں اور اپنے آپ کو آگ میں ڈال دینے سے بھی باز نہیں رہتے۔ بعض آفتاب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کو کائنات کا خالق وہادی تصور کرتے ہیں۔ بعض درختوں کے آگے جھکتے ہیں۔ بعض سانپوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو اپنے گھروں میں رکھ کر کھلانا پلانا موجب ثواب جانتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے بھی ہیں جو ہر عقیدے کے منکر ہیں اور کسی ہستی کی عبادت نہیں کرتے۔'' (۲)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

''ہندومت ہمیشہ ایک ایسی بڑی عمارت کی مانند رہا ہے جس میں بہت سی منزلیں ہوں اور متعدد مختلف رہائشی واحدے ہوں۔ اس نے اپنی آغوش میں فلسفے اور ضعیف الاعتقادی دونوں کو یکساں پرورش کیا ہے۔ اس میں یہ قابلیت ہے کہ اپنے حلقے کے اندر متضاد عقیدوں کو برداشت کرے اور ان کی حمایت کرے۔'' (۳)

---

(۱) تفسیر فتح المنان المعروف تفسیر حقانی، ج:8، ص:216,215 (۲) سی وی ویدیا کی تاریخ، ج:2، ص:196

(۳) برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ

غرض ہندوؤں کا نظریہ توحید ناقص ہے۔ہنود کا مقصد یہ تھا کہ اس نظریہ کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرسکیں۔ورنہ ان کا عقیدہ توحید مکمل طور پر اسلامی تصورتوحید کے منافی ہے۔جس سے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ **لکم دینکم ولی دین۔**

(2) مذہب زرتشت کا تصورتوحید:

دین زرتشت مشہور عالمی مذاہب میں سے ایک ہے۔اس مذہب نے ایران میں نشو ونما پائی۔اس مذہب کا بانی زرتشت ہے،جس کوایرانی نبی بھی کہا جاتا ہے۔لیکن محققین میں اس کی نبوت مختلف فیہ ہے۔صدیوں قدیم مذہب ہونے کے باوجوداس کے ماننے والوں کی تعدادانتہائی قلیل یعنی سوالاکھ کے قریب ہے۔

زرتشت نے توحید کی اشاعت اورشرک کی مخالفت میں انتھک کوشش کی۔اس کے خدا کا نام''اہورمزد''تھا۔اہور کے معنی مالک اور مزد کے معنی دانا کے ہیں،یعنی دانا مالک۔اس کے نزدیک اہورمزد کی ذات تمام ذاتوں سے برتر ہے۔وہی خالق،وہی مالک کائنات،وہی خالق خیروشر ہے۔چنانچہ گاتھا میں لکھا ہے:

> ''صداقت کا باپ کون ہے؟ سورج اورستاروں کے راستے کس نے مقرر کئے؟ چاند کون بڑھاتا گھٹاتا ہے؟ زمین وآسمان کوکون سنبھالے ہوئے ہے؟ پانی اور پودے کس نے بنائے؟ ہواؤں اور بادلوں کوکس نے تیزی بخشی؟ کس کاریگر نے نوراورظلمت کو پیدا کیا؟ نینداور بےداری کس نے بنائی؟ صبح دوپہراوررات کوکس نے بنایا؟ ان سب باتوں میں اے مزدا(خدا) میں تیرا ہی جلوہ دیکھتا ہوں۔تونے ہر چیز کوروح پاک کے ذریعے پیدا کیا۔''(۴۰۔۳ تا ۷)

دوسری جگہ زرتشت کا قول ہے:

> ''توہی خدا ہے میں جانتا ہوں اے قادرمطلق توہی اول تھا جب زندگی نے جنم لیا۔انسان کے ہر خیال،قول اورفعل کا پھل ہے۔جس طرح تیرے ابدی قانون میں مرقوم ہے کہ برائی کا انجام برا ہے اوراچھائی کا انجام اچھا ہے۔قیامت تک تیری مصلحت کے تحت یہ بات مقرر ہوچکی ہے۔''

زرتشت نے خداوند کی تیئیس صفات پیش کی ہیں جو اسلامی تصور سے ملتی ہیں۔مثلا

(۱) خداایک ہے مگراس کی توحید عددی نہیں بلکہ احدیت ذاتی ہے۔

(۲) ہمتاندارد(اس کا کوئی ہمسرنہیں)۔

(۳) ہیچ چیز باونماند(یعنی اس کی کوئی مثل نہیں)۔(۱)

---

(۱) دساتیر مطبوعہ بمبئی، ص:69

(۱)زرتشت کا فلسفہ خیر وشر (ثنویت):

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ زرتشت نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیا۔لیکن کہا جاتا ہے کہ زرتشت پہاڑ میں گوشہ نشین ہوئے اوران کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ انسان آئے دن طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار کیوں ہوتا ہے؟ غروب آفتاب کا منظر دیکھ کر زرتشت اچھل پڑا انہیں اپنے مسئلہ کا حل مل گیا تھا۔وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس طرح دن روشنی اوراندھیرے میں بٹا ہوا ہے اسی طرح دنیا بھی نیک اور بد میں منقسم ہے۔نیز جس طرح دن اوررات میں تبدیلی ممکن نہیں،اسی طرح نیکی اور بدی کا باہم بدل جانا ممکن نہیں۔علاوہ ازیں جس طرح اندھیرا اور روشنی دو الگ الگ چیزیں ہیں،اسی طرح دو خدا ہیں۔ایک سراپا نیکی (یزداں) اہورمزدا اور دوسرا خدا سراپا بدی جسے اہرمن کہتے ہیں۔

احمد امین مصری اپنی کتاب ''فجر الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

> ''زرتشت کی تعلیمات میں مشہور یہی ہے کہ زرتشت کہا کرتے تھے کہ اس دنیا کی دو اصلیں اور دو خدا ہیں:
>
> (۱) خیر کی اصل اور وہ ہے ''اہورا'' یا ''اہورامزدا''۔
>
> (۲) شر کی اصل اور وہ ہے ''اہرمن''۔
>
> یہ دونوں مسلسل جنگ میں لگے ہوئے ہیں۔یہ دونوں اصلیں یا دونوں خدا تخلیق کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔چنانچہ خیر کی اصل تو نور ہے جس نے ہر وہ چیز پیدا کی ہے جو اچھی ہے،بھلی ہے اور نافع ہے۔چنانچہ اس نظام کو پیدا کیا،حق کو پیدا کیا اور روشنی کو پیدا کیا۔پہرہ دینے والے کتے اور مرغ کو پیدا کیا اور مومن کا فریضہ ہے کہ ان چیزوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔اس کے برعکس شر کی اصل ظلمت اور تاریکی ہے۔اس نے وہ تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو دنیا میں بری ہیں۔چنانچہ اس نے درندہ جانوروں کو،سانپوں اور اژدہوں کو،حشرات الارض اور ہوام کو پیدا کیا۔مومن کا فریضہ ہے کہ جہاں انہیں پائے قتل کر دے۔ان دونوں روحوں کے درمیان مسلسل جنگ برپا ہے۔جس میں کبھی اِس کو فتح ہوتی ہے اور کبھی اُس کو۔لیکن آخری فتح خیر کی روح کو ہی حاصل ہوگی۔اس جنگ میں انسان ان دونوں روحوں کے درمیان بٹ جاتے ہیں۔کچھ ایسے ہیں جو اہور کی مدد کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اہرمن کی مدد کرتے ہیں۔یہ دونوں روحیں بذاتِ خود جنگ میں حصہ نہیں لے رہی ہیں۔بلکہ اپنی اپنی مخلوقات کے ذریعہ سے جنگ کر رہی ہیں۔''(۱)

(۲)دین زرتشت کے نظریہ توحید سے متعلق محققین کی آراء :

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ واضح ہے کہ زرتشت نے پورے مذہب کی بنیاد ثنویت پر رکھ دی ہے۔لیکن بعض محققین نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زرتشت کی تعلیم توحید کی تعلیم تھی۔اس کے ثبوت میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

(۱) زرتشت نے توحید کی اشاعت اور شرک کی مخالفت میں انتھک کوشش کی۔دس سال کی لگاتار کوشش کرنے کے بعد صرف اس کا چچیرا بھائی

---

(۱) فجر الاسلام،ص:318,317

اس کا ہم خیال بن سکا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کی تعلیمات کا تعلق غیر مرئی قوت سے تھا اور لوگ ایسے معبود پسند کرتے تھے جنہیں وہ آنکھوں سے دیکھ اور ہاتھوں سے چھو سکیں۔(۱)

(۲) زرتشت کے ظہور سے پہلے ایران میں مظاہر، فطرت، ارواح اور اصنام کے ساتھ ساتھ جنوں کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ ان مشرکانہ عقائد کی اصلاح کے لئے زرتشت نے تبلیغی مساعی انجام دیں۔ گاتھا کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت توحید کے قائل تھے، شرک کی مخالفت کرتے تھے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد ان کے دین میں بہت سی اوہام وخرافات مل گئیں۔ ساسانی بادشاہوں کے عہد میں زرتشت سے پہلے کا ایرانی مذہب اور زرتشت کا مذہب آپس میں خلط ملط ہو گئے۔(۲)

ان دو متضاد تعلیمات کی موجودگی میں یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ آیا دین زرتشت ثنوی دین ہے؟ جس کے خیال میں دنیا پر دو خداؤں کی حکمرانی چل رہی ہے، ایک الہ خیر کی اور دوسری الہ شر کی اور یہ کہ ہر الہ کی اپنی ایک مستقل ذات ہے۔ یا دین زرتشت موحد دین ہے جس کے خیال میں ایک ہی خدا کی حکمرانی چل رہی ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ خیر وشر نظر آتا ہے یا ان دو برسر پیکار قوتوں سے متعلق جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں، وہ دراصل ایک ہی خدا کے دو مظہر یا دو اثرات ہیں؟

اس سوال کے جواب میں محققین میں بڑا اختلاف ہے اکثر محققین کی رائے یہی ہے کہ یہ دین ثنوی دین ہے۔ جیسا کہ اس کی ظاہری عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی رائے کی طرف یورپ کے بعض مصنفین کا رجحان بھی ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں بہت سے محققین نے مادہ زرتشت کے تحت انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زرتشت کو موحد تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ شہرستانی کی یہی رائے ہے اور قلقشندی نے بھی صبح الاعشیٰ میں یہی رائے دی ہے۔ پروفیسر ہوج (HOUG) کہتے ہیں:

زرتشت لاہوتی جہت سے تو موحد ہیں مگر فلسفی جہت سے ثنوی ہیں۔(۳)

الہامی مذاہب کا تصور توحید

(1) یہودیت اور توحید:

(۱) یہود کی وجہ تسمیہ:

عہد نامہ عتیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت اسحاقؑ کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عیسو اور چھوٹے کا نام یعقوبؑ تھا۔ یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسرا کا معنی عبد (بندہ) اور ایل اللہ کا نام ہے۔ پس اسرائیل کے لفظی معنی عبداللہ یا اللہ کا بندہ ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ کی نسل اسرائیل کے نام پر بنی اسرائیل کہلائی۔ اسرئیل کے بارہ بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑے کا نام یہوادا تھا۔ علاوہ ازیں ملک فلسطین کے ایک حصہ کا نام یہودیہ تھا، جہاں یہوادا اور بن یامین کی نسل آباد ہوئی۔ اس لئے اس علاقہ کے رہنے والے یہود کہلائے۔ عرف عام میں یہود اور بنی اسرائیل ہم معنی الفاظ ہیں۔

---

(۱) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص: 298 (۲) مطالعہ مذاہب عالم، ص: 239

(۳) فجر الاسلام، ص: 323,322

(۲) یہودیت کی تعریف :

یہودیت کی کوئی معین اور معروف تعریف کرنا مشکل ہے کیونکہ اس ضمن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کم سے کم اور قطعی طور پر کس چیز کا اقرار ضروری ہے۔ تاہم یہودیت دو اصولوں پر مبنی ہے: خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی پسندیدہ اور محبوب امت ہونا۔ یہودیت بت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا یعنی شرک کو مسترد کرتی ہے۔ وہ ایک رب العالمین پر عقیدہ رکھتی ہے۔(۱)

یہودیت کی یوں تعریف کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو توحید خالص پر اعتقاد رکھتا اور اس عقیدہ کے زندگی پر عملی اثر کو تسلیم کرتا ہے۔(۲)

(۳) یہود کا نظریہ توحید بائبل کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا ہر نبی بنی اسرائیل کی طرف توحید کا پیغام لے کر آیا۔ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک آنے والے ہر نبی کے دین کی اساس توحید تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر قوم نے توحید کے آب مصفا کو شرک کی ملونی سے مکدر کر دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرآئیل لا تعبدون الا اللّٰہ (البقرہ ۲:۸۳)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے

یہی وجہ ہے کہ بائبل میں تحریف ہو جانے کے باوجود بھی یہودی توحید کے قائل ہیں اور بائبل میں توحید سے متعلق آیات موجود ہیں۔ عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں اللہ تعالیٰ کے بیسیوں اسماء صفات کا ذکر آتا ہے اور ان میں سب سے زیادہ یہودہ نام کو عظمت اور فضیلت دی گئی ہے۔ یہ بائبل میں 6823 مرتبہ آیا ہے۔ بائبل میں غیر اللہ کی پرستش سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ بائبل میں آتا ہے:

(۱) میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔(۳)

(۲) خداوند تعالیٰ مہذب ہے وہ تمام زمین کے اوپر بادشاہ عظیم ہے۔(۴)

(۳) بائبل میں حضرت موسیٰؑ کی بنی اسرائیل کو آخری وصیت یہ ذکر کی گئی ہے:

SHAMA YESROEL ADNOT ILAHANIA ADNOI IHAD.

سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے۔(۵)

(۴) اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے نہ نیچے زمین میں جو کہ اپنے بندوں کے لئے جو تیرے آگے اپنے سارے دلوں سے چلتے پھرتے ہیں، اپنے عہد کو اور اپنی رحمت کو نگاہ رکھتا ہے۔(۶)

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، 581/10

(۲) انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا 105/13

(۳) خروج ۲۰:۳۔ استثنا ۵:۷؛ ۶:۱۴

(۴) زبور: ۴۷، آیت: ۱

(۵) باب ۶۔ آیات ۴۷

(۶) سلاطین اول ۸:۲۳

(۵) تیرے سوا جہاں تک ہم نے اپنے کانوں سے سنا کوئی خدا نہیں اور دنیا میں تیری قوم اسرائیل کی مانند ایک قوم کون ہے؟ کہ جس کے بچانے کو خدا آپ گیا تا کہ اسے اپنی قوم بنائے۔(۱)

(۶) میں خداوند تمہارا خدا ہوں تم میرے قوانین اور احکام پر عمل کرو۔(۲)

(۴) یہودیوں کو دعوت توحید کا قرآنی ثبوت:

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے تمام پیغمبر توحید کے داعی تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے بنی اسرائیل کے جس پیغمبر کا ذکر خاص طور پر کیا ہے وہ حضرت موسی علیہ السلام ہیں۔اللہ تعالی نے حضرت موسیؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وانـا اختـرتك فـاستـمـع لـمـا يـوحى انـنى انـا الـلـه لاالـه الا انـا فـاعبـدنـى واقـم الـصـلـوة لـذكرى (طـحـه۲۰:۱۳،۱۴)

اور میں نے تم کو منتخب کرلیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو بیشک میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

بنی اسرائیل نے جب موسیؑ کی معیت میں دریا کو عبور کیا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے:اس

قـالـوا يـمـوسـى اجـعـل لَّـنَـا اِلٰهـاً كما لهم اٰلهة (الاعـراف ۷:۱۳۸)

کہنے لگے اے موسی جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

اس پر موسیؑ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:تم بڑے جاہل لوگ ہو۔یہ لوگ جس شغل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے ہودہ ہیں۔اس کے بعد فرمایا:

قـال اغير الله ابغيكم الهاوّهو فضّلكم على العٰلمين (الاعراف ۷:۱۴۰)

کہا کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے۔

حضرت موسیؑ نے سامری کو اس کے خود ساختہ معبود پر سرزنش کرنے کے بعد بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انَّما اِلٰهُكُمُ اللّٰه الّذى لآ اِلٰه الا هو وسع كلّ شىءٍ عِلْمًا (طحه۲۰:۹۸)

تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

(۵) یہود نے درس توحید کو فراموش کر دیا:

بد قسمتی سے ان سنہری تعلیمات کے باوجود یہود نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔عزیرؑ کو اللہ تعالی کا بیٹا بنالیا، بتوں کو پوجنا شروع کر دیا،

---

(۱) سموئیل دوم ۷:۲۲،۲۳ (۲) احبار

بعض نے انبیا کو خدا بنالیا اور بعض کو خدا سے لڑنے کا اختیار دے کر شرک جیسے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے۔غرض یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ عقیدہ توحید اپنے خالص رنگ میں صرف اور صرف اسلام ہی میں موجود ہے اور یہودی اس عقیدہ کو خالص نہ رکھ سکے۔

(2) عیسائیت اور توحید:

عیسائیت سے مراد وہ دین ہے جس کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے۔آپؑ کی بعثت سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا دین اصلی حالت میں موجود نہ رہا تھا۔یہود کے عقائد واعمال کا یہ حال تھا کہ وہ مشرکانہ رسوم وعقائد کو جز و مذہب بنا چکے تھے۔جھوٹ،فریب اور بغض وحسد جیسی بداخلاقیوں کو عملاً اخلاق کریمانہ کی حیثیت دے رکھی تھی۔اور بجائے شرمسار ہونے کے وہ ان پر فخر کا اظہار کرتے تھے۔ان کے علماء اور احبار نے تو دنیا کے لالچ اور حرص میں کتاب اللہ (توراۃ) کو تحریف کئے بغیر نہ چھوڑا اور درہم ودینار کے لئے آیات الٰہی کو فروخت کر ڈالا۔یعنی عوام سے نذراور بھینٹ حاصل کرنے کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے سے بھی دریغ نہ کیا۔اس طرح انہوں نے قانون الٰہی کو مسخ کرڈالا۔انبیا کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ ان کو ناحق قتل کرڈالا۔

مادیت پرستی اور اخلاقی انحطاط کا شکار اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث کیا۔

ورسولاالی بنی اسرائیل (ال عمران ۳:۴۹)

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف نبی تھے۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنی امت کو توحید کا درس دیا اور اس بات کی تلقین کی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی صراط مستقیم ہے۔

ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم (ال عمران ۳:۵۱)

بے شک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے

انجیل میں تحریف ہونے کے باوجود بھی توحید کا یہ پیغام موجود ہے کہ:

''اے شیطان دور ہوجا کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔''(۱)

یسوع نے ایک فقیہ کے جواب میں فرمایا:

''اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے اور تو اپنے خداوند سے اپنے سارے دل ،اپنی ساری جان ،اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔''(۲)

اسی طرح بائبل میں لکھا ہے:

''تمہیں یہ دکھایا گیا تھا تا کہ تم جان لو کہ آقا (Lord) ہی خدا ہے،اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے،پس آج کے دن تم جان لو اور اپنے دل میں یقین کرلو کہ وہ آقا،خدا اوپر آسمانوں میں ہے اور نیچے زمین میں ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔''(۳)

---

(۱) انجیل متی باب ۴:۱۰ (۲) مرقس باب ۱۲:۲۸۔۳۲

(۳) ڈیوٹرونومی ۳۲،۳۹

بائبل کے انجیلی صحیفوں میں مزید لکھا ہے:

تو دیکھ کہ میں ایک ہی ہوں، میرے ساتھ اور کوئی خدا نہیں ہے، میں ہی مارتا اور زندہ کرتا ہوں، میں ہی زخم دیتا اور میں ہی ٹھیک کرتا ہوں، میرے علاوہ دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔(۱)

اور اس (سلیمان علیہ السلام) نے کہا:

''اے خدائے اسرائیل! تیری مانند کوئی اور خدا نہیں ہے نہ تو آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے، جو ان لوگوں پر رحم کرتا اور ان سے اپنے عہد کو وفا کرتا ہے۔ جو تیرے سامنے اپنے (عاجزانہ) قلب کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں۔''(۲)

اسی طرح لکھا ہے:

اے ہمارے آقا! جو کچھ ہم نے اب تک اپنے کانوں سے سنا ہے، اس کے مطابق تجھ جیسا کوئی نہیں ہے اور نہ تیرے سوا کوئی دوسرا خدا ہے۔(۳)

کیونکہ تو عظیم ہے اور تو معجزے رونما کرتا ہے، تو واحد اکیلا خدا ہے۔(۴)

اور یسوع نے جواب دیا:

اے اسرائیلیو (یہودیو) سنو! پہلا حکم تو یہی ہے کہ ہمارا مالک اور آقا ایک ہی خدا ہے، اور تم اس سے اپنے پورے دل کے ساتھ اور اپنی پوری روح کے ساتھ اپنے دماغ کے ساتھ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اس سے محبت کرو۔ تو بس یہی پہلا حکم ہے۔

اور یہودیوں نے اس (یسوع) سے کہا ''بہت خوب اے آقا تو نے سچ کہا، بے شک خدا ایک ہی ہے اور سوائے اس کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔(۵)

تو خدا نے یوں کہا میں ہی اول ہوں اور میں ہی آخر ہوں، اور میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔(۶)

رضی الدین سید درج بالا چند اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

چنانچہ مندرجہ بالا آیات کو اصل حوالوں سے ہم نے دیکھا کہ خود بائبل نے بھی صرف ایک خدا کی تعلیم دی ہے۔ لیکن سینٹ پال کے تغیر وتبدل کے نتیجے میں عیسائیوں میں تثلیث کا نظریہ داخل ہو گیا۔ جس سے وہ اب تک چھٹکارا نہیں پا سکے ہیں، واضح رہے کہ درج بالا

---

(۱) ڈیوٹرونومی ۳۲، ۳۹ — (۲) اکنگز ۸_۲۲، ۲۳

(۳) کرانیکل ۲۰، ۱۷ — (۴) زامس ۱۰، ۸۶

(۵) مرقس ۳۲، ۳۰، ۲۹، ۱۲ — (۶) ایسیا ۶۰، ۴۴

اقتباسات عہد نامہ قدیم اورعہد نامہ جدید دونوں قسم کی انجیلوں سے لئے گئے ہیں۔(۱)

لیکن ان تمام تعلیمات کے برعکس عیسائیوں نے آغاز ہی سے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم توحید کو پس پشت ڈال دیا اورعقیدہ تثلیث اختراع کرلیا۔انہوں نے احبار ورھبان (مولویوں اور پیروں) کومعبود بنالیا،جس کی وجہ سے وہ توحید کے باغی اورشرک کے راہی قرار پائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عیسائیوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھےلیکن ان کی گمراہی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالی کوتین ایسی ذاتوں سے مرکب مانتے تھے،جوبعض اعتبارات سے ایک دوسرے سے مختلف لیکن بعض اعتبارات سے تینوں ایک ہیں۔انہوں نے تینوں ذاتوں کواقانیم ثلاثہ کا نام دے رکھا تھا۔ان تینوں اقانیم میں سے ایک ''باپ'' ہے۔یہ مبداعالم کی حیثیت رکھتا ہے۔دوسرا بیٹا ہے یہ مخلوق اول ہےاورتمام مخلوقات کی حقیقت میں شامل ہے۔تیسرے روح القدس،جس سے عقول مجردہ مراد لی جاتی ہیں۔عیسائیوں کاعقیدہ تھا کہ اقنوم ابن نے حضرت مسیح کالباس اختیارکرلیا تھا۔یعنی جس طرح حضرت جبرائیلؑ انسان کی صورت میں ظاہرہوا کرتے تھے،اسی طرح یہ تینوں ذاتیں حضرت عیسیٰؑ کی شکل میں ظاہرہوئی ہیں۔چنانچہ حضرت عیسیٰؑ بھی خدا ہیں،خدا کے بیٹے بھی ہیں اور بشر بھی ہیں اوران کی ذات میں الوہی اور بشری ہردوصفات موجود ہیں۔وہ اپنے اس عقیدہ کی صحت کے ثبوت کے لئے انجیل کی بعض آیات کا حوالہ بھی دیتے ہیں کیونکہ ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے بیٹے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اورحضرت عیسیٰؑ نے بعض ایسے افعال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جوصرف خدا کے لئے مخصوص ہیں۔''(۲)

(3) اسلام توحید کاعلمبردار ہے :

مذاہب عالم میں اسلام کو جوفوقیت اور برتری حاصل ہے،اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات آج بھی محفوظ اوراپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔اس کے برعکس دنیا کا کوئی مذہب اپنے محفوظ اورانسانی خیالات سے پاک ہونے کا دعوی نہیں کرسکتا۔اورنہ ہی ان مذاہب کے پیروکاراس دعوی کی کوئی دلیل پیش کرسکتے ہیں کہ ان کا مذہب تغیر وتبدل اورتحریف سے پاک ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے زمانہ نزول میں اس رازکوان الفاظ کےساتھ فاش کردیا۔ارشاد باری تعالی ہے:

یحرفون الکلم عن مواضعه (النسآء۴:۴۶)

باتوں کوان کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں۔

فویل الذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذامن عند الله (البقرہ۲:۷۹)

پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جواپنے ہاتھوں کےساتھ کتاب لکھتے ہیں پھرکہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے

---

(۱)رضی الدین سید،حکایتیں کیا کیا(اسلام آباد،روزنامہ اسلام،۳۱مارچ ۲۰۰۴ء) (۲)الفوزالکبیرمطبوعہ کراچی،ص:۳۲،۳۳

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے اپنی آخری کتاب کو شک وشبہ سے پاک کرنے کے علاوہ اس کی حفاظت کا زمہ خود لیا:

انانحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون (الحجر ۹:۱۵)

بے شک ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں

قرآن مجید نے جس موضوع کو بیان کیا وہ ہے ''اثبات توحید'' اور ''ردشرک''۔عقیدہ توحید دین اسلام کی بنیاد ہے جس پر باقی اعمال کی دیوار تعمیر ہوتی ہے۔قرآن کے ہر ورق پر توحید کی تعلیم موجود ہے،جس طرح پیغمبر اسلام ﷺ کی روزمرہ زندگی عقیدہ توحید کی تعلیم سے عبارت ہے۔ایمان کا قیام توحید کے بغیر ناممکن ہے اور توحید کے بغیر تمام نیکیاں برباد ہیں گویا توحید اسلام کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

لیکن اسلام کے سوا تمام ادیان توحید کی کرنوں سے محروم ہو کر شرک کی ظلمات میں جا بسے ہیں۔یہودیوں اور عیسائیوں نے عزیر اور عیسی علیہما السلام اور احبار ور ہبان کو خدا اور رب بنا کر ایسی تاریکی میں غرق ہوئے کہ اب توحید کی روشنی میں واپس جانا ان کے بس کا روگ نہیں۔زرتشتی ثنویت کی اتھاہ گہرائیوں میں مستور ہو کر توحید کی چاشنی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ہندو دھرم اور توحید میں ویسے بعد المشرقین ہے۔صرف اسلام ہی دنیا کے نقشے پر ایسا مذہب باقی ہے جس کا آفتاب توحید آج بھی اپنی صحیح شکل وصورت اور اسی آب وتاب کے ساتھ صفحہ ہستی پر چمک رہا ہے،جیسا اپنے طلوع کے وقت تھا اور آج بھی یہ دین تمام ادیان پر غالب ہے جو کہ اس کی غرض وغایت ہے۔

هــوالــذی ارســل رســولـــه بـــالهـدی ودیــن الــحـق لیـظهــره
عــلــی الــدیــن کــلـــه ولــو کـــره الــمشـــرکـون (الــصف ۹:۶۱)

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ
وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی بری لگے۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتاب ''رحمت للعالمین'' میں رقمطراز ہیں:

''آج دنیا پر صادق ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔اب تو مناظرہ کے وقت بت پرست بھی اپنے ٹھاکروں اور دیوتاؤں کروسائط کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اہل تثلیث اور اہل ثنو یہ بھی تثلیث وتثنیہ میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔اور ویدانت والے بھی ''ودتیاستی'' کہنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور وحید دین ہے جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔اسلام ظاہر کرتا ہے کہ جملہ انبیاء ورسل کی دعوت صرف واحد مسئلہ توحید کی طرف تھی۔۔۔یہ اسلام ہی کی توحید ہے جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے اور جس کی تائید علم وعقل اور سمع سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔اسلام کی توحید مسئلہ عیسائیت کی طرح نہیں،جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔۔۔اسلام سمع وبصر اور قلب وبصیرت کو مخاطب ٹھہراتا

اورانہی براہین پراثبات توحید کے ایوان کواستوار کرتا ہے۔''(۱)

اسلام نے عقیدہ توحید کی وضاحت میں ہر قسم کے شرک کا رد اور دعوی توحید کا اثبات پیش کیا ہے۔لہذا درج ذیل میں ان دونوں پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(ا) رد شرک:

(i) شرک کامفہوم:

شرک کے لغوی معنی حصہ دار بنالینا یا مان لینا،ساتھ شامل کر لینا،ملاوٹ کر دینا اور ساجھے پن کے ہیں۔اسلامی اصطلاح میں

''کسی کواللہ تعالی کی ذات،صفات اور عبادات میں شریک کرنے کا نام شرک ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ شرک کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایسی صفات جوصرف اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں انہیں کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

شرک اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالی کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کوشریک کرے۔(۲)

غرض شرک عقیدہ توحید کی ضد ہے، جسے قرآن مجید نے ظلم عظیم اور نبی کریمؐ نے اکبرالکبائر سے تعبیر کیا ہے۔

(ii)اقسام شرک:

امام راغبؒ فرماتے ہیں: دین میں شرک دوقسم پر ہے:

(1)شرک عظیم:

اللہ تعالی کے ساتھ کسی دوسرے کوشریک ٹھہرانا اوراشرك فلاں باالله کے معنی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے ہیں اور یہ سب سے بڑا کفر ہے۔

(2)شرک صغیر:

کسی کام میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی دوسرے کوبھی خوش کرنے کی کوشش کرنا اسی کا دوسرا نام ریا اور نفاق ہے۔(۳)

تفسیر جواہرالقرآن کے مقدمے میں لکھا ہے کہ

اقسام شرک پرشاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں مفصل بحث کی ہے۔قرآن مجید میں شرک کی جن اقسام کو زیادہ بیان کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

شرک فی العلم ،شرک فی التصرف ،شرک فی الدعا،شرک فعلی۔(۴)

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے شرک کی درج ذیل اقسام بیان فرمائی ہیں:

---

(۱)رحمت للعالمین ج:۳،ص:۳۲۷،۳۲۸،۳۲۹

(۲)تعلیم الاسلام۴/۲۴

(۳)مفردات القرآن مترجم،۵۳۶

(۴)جواہرالقرآن،۱/۴۰

۱۔ شرک فی الذات :

ذات میں شرک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دو تین خدا ماننے لگے۔جیسے عیسائی کہ تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں اور جیسے آتش پرست کہ دو خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہوئے اور جیسے ہندو کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوئے۔

۲۔ شرک فی الصفات :

خدا کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لئے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے۔کیونکہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی یا ولی ہو یا شہید ہو یا پیر ہو یا امام ہو،خدا تعالیٰ کی صفات کی طرح کوئی صفت نہیں ہوسکتی۔شرک فی الصفات کی بہت سی اقسام ہیں، یہاں ہم چند قسموں کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

1۔ شرک فی القدرت :

یعنی خدا تعالیٰ کی طرح صفت قدرت کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر، ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا مارنا جلانا (زندہ کرنا) ان کے قبضے میں ہے یا کسی نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں۔یہ تمام باتیں شرک ہیں۔

۲۔ شرک فی العلم :

یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے صفت علم ثابت کرنا مثلاً یوں سمجھنا کہ خدا تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ علم غیب جانتے تھے۔یا خدا کی طرح ذرہ ذرہ کا انہیں علم ہے یا ہمارے تمام حالات سے واقف ہیں یا دور و نزدیک چیزوں کی خبر رکھتے ہیں۔یہ سب شرک فی العلم ہے۔

۳۔ شرک فی السمع والبصر:

یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع (سننا) یا بصر (دیکھنا) میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، سب شرک ہے۔

۴۔شرک فی الحکم :

یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو خدا کے حکم کی طرح ماننا۔مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا تھا کہ یہ وظیفہ نماز عصر سے پہلے پڑھا کرو۔اب اس حکم کی تعمیل اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرے یہ بھی شرک ہے۔

۵۔شرک فی العبادۃ :

یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا۔مثلاً کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لئے رکوع کرنا یا کسی پیر، پیغمبر ، ولی یا امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننی یا کسی قبر یا گھر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ۔یہ سب شرک فی العبادۃ ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی افعال شرکیہ ہیں مثلاً نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا، پنڈت کو ہاتھ دکھلانا، کسی سے فال کھلوانا، چیچک یا کسی بیماری کو چھوت کرنا اور یہ سمجھنا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔تعزیہ بنانا، علم چڑھانا، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، نذر و نیاز گزارنا

،اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی قسم کھانا،تصویریں بنانا یا تصویروں کی تعظیم کرنا،کسی پیر یا ولی کو حاجت روا اور مشکل کشا کہہ کر پکارنا،کسی پیر کے نام کی سر پر چوٹی رکھنا یا محرم میں اماموں کے نام کا فقیر بننا،قبروں پر میلا لگانا وغیرہ وغیرہ۔(۱)

(iii) تاریخ شرک :

تاریخ انسانی میں شرک کا آغاز قوم نوحؑ سے ہوا۔انہوں نے ود،سواع،یغوث،یعوق اور نسر (نیک لوگوں) کے بت بنائے۔ ان کے بعد آنے والی نئی نسل کو شیطان نے گمراہ کیا کہ تمہارے بزرگوں کو خدا اور معبود یہی بت تھے۔وہ انہی کی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہاں سے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ان کے بعد عاد اور ثمود نے بھی انہی بتوں پر چند بتوں کا اضافہ کرکے ان کی عبادت کرنا شروع کردی۔

ایران میں آگ کی عبادت کی جانے لگی اور بڑے بڑے آتش کدے تعمیر کئے گئے۔ہندوستان میں ہندو دھرم پروان چڑھا جو چونتیس کروڑ خداؤں کی عبادت کا دعویدار ہے۔اسی سے بدھ مت نے جنم لیا،جنہوں نے بدھ کو خدا قرار دیا۔صابیوں نے ستاروں کو معبود بنا لیا۔یہودیوں نے انبیا کو قتل کر ڈالا،کتاب اللہ میں تحریف کردی اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ شہنشاہ پرستی اور گائے پرستی کا شکار ہوگئے۔ انہوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا۔عیسائیوں نے عقیدہ تثلیث پیش کیا کہ دنیا میں تین خدا ہیں۔حضرت عیسیٰؑ ،اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیلؑ اور حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں بت پرستی کا آغاز عمرو بن لحی نے کیا۔وہ ملک شام سے ہبل نامی بت اٹھا لایا اور اسے خانہ کعبہ میں نصب کردیا۔پھر تمام اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی دعوت دی۔تمام لوگوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔اس طرح عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ بعض اقوام نے تصور الٰہ کو رد کردیا اور اقتدار اعلیٰ کا مالک عوام کو قرار دیا۔مسلمانوں میں شرک کو ہی اسلام سمجھا گیا جیسے آپؐ نے فرمایا کہ اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔چنانچہ مغلیہ خاندان کے بادشاہ اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین وضع کیا۔ وہ فرعون و نمرود کی طرح نہ صرف خدائی کا دعویدار ہوا بلکہ عوام سے سجدے کروانے لگا۔

اس کے بعد قبر پرستی عام ہوگئی۔بزرگوں کے مزارات تعمیر کئے گئے اور لوگ ان کی قبروں پر سجدے اور طواف کرنے لگے۔انہی سے اولاد طلب کی گئی۔انہی کے نام پر قربانیاں کی گئیں۔انہی کو مشکل اوقات میں پکار کر (ان سے) مدد طلب کی گئی۔بعض نے پیغمبر اسلام کو الٰہی صفات کا مظہر سمجھا۔یوں شرک کے راہی جنتی دروازوں سے گزر کر جنت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

(iv) اسباب شرک :

قرآن مجید نے شرک کے دو اہم اسباب بیان کئے ہیں۔ایک قرب الٰہی اور دوسرا شفاعت عنداللہ کا حصول۔جزیرۃ العرب کے مشرکین اور عیسائیوں میں شفاعت کے غلط معنی رائج تھے۔عربوں کا شفاعت کے مفہوم کو غلط سمجھنے کا اصل سبب ان کا وہ تخیل تھا،جو خدا اور بندوں کے درمیان وہی نسبت سمجھتے تھے،جو ایک قاہر اور جابر بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان ہے۔اور جس طرح ایک عام آدمی کی رسائی بادشاہ کے دربار میں سفارشوں اور مقربوں کے بغیر ممکن نہیں،اسی طرح ان اولیاء اللہ کی سفارش اور قرب کے بغیر اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسائی ممکن نہیں۔اسی لئے وہ ان درمیانی ہستیوں کو خوش رکھنے کی ضرورت کے بھی معتقد تھے۔چنانچہ وہ اپنے بتوں،دیوتاؤں اور فرشتوں کو

---

(۱) تعلیم الاسلام ۴/ ۲۴-۲۷

اس لئے پوجتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے:

ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى (الزمر۳۹:۳)

ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

یعنی ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کرے گا۔جس سے ہمارے کام بن جائیں گے۔دوسری غرض وغایت چونکہ سفارش کرانا ہوتی ہے،اس لئے قرآن نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

ويعبدون من دون الله مالا يضرهم ولا ينفعهم ويقولون

هٰؤلآئشفعاؤنا عندالله (يونس۱۰:۱۸)

اور اللہ کے سوا اس چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکے اور نہ نفع اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''ان کی خدا پرستی کا حال یہ ہے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں،جن کے اختیار میں نفع نقصان کچھ نہیں۔جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بڑا خدا تو ایک ہے ،جس نے آسمان وزمین پیدا کئے ،مگر ان بتوں کو خوش کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے۔باقی چھوٹے موٹے کام جو ان کے اختیار کی حدود میں ہیں،ان کا تعلق تو صرف انہی سے ہے۔اس بنیاد پر ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہیے۔''(۱)

یہودیوں میں بھی اس قسم کی دوسری غلط فہمی تھی۔وہ یہ سمجھتے تھے کہ بنی اسرائیل کا گھرانا خدا کا خاص کنبہ اور خاندان ہے۔ان کے خاندان کے پیغمبر اور نبی چونکہ خدا کے پیارے اور محبوب ہیں،اس لئے ان کی اولاد اور نسل بھی دنیا اور آخرت میں یہی درجہ رکھتی ہے۔اگر ان پر کوئی مصیبت آ پڑے گی تو بھی ان کے خاندان کے بزرگ جو خدا کے برگزیدہ اور مقرب ہیں وہ ہر طرح سے ان کو اس سے بچا لیں گے۔ان کا دعویٰ تھا:

وقالت اليهود والنصرى نحن ابنٰؤالله واحبّآؤه (المائده۵:۱۸)

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں

اس لئے انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہمیں دوزخ کی آگ صرف گنتی کے چند دن چھو کر یعنی جلا کر چھوڑ دے گی۔عیسائیوں کے نزدیک باپ (اللہ تعالیٰ) انسانوں کی طرف سے جو موروثی اور طبعی طور پر گنہگار ہیں،اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کی قربانی دے کر ان کے گناہوں کا کفارہ دے دیا ہے اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہو گئے ہیں۔حضرت عیسیٰؑ اور ان کے بعد ان کے جانشین پادریوں کو گناہوں

---

(۱) تفسیر عثمانی،۲۷۸

کے معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جو زمین پر کھولیں گے وہی آسمان پر کھولا جائے گا۔اسی لئے پوپوں کے سامنے اعتراف گناہ کا عقیدہ عیسائیوں میں پیدا ہوا۔ پوپوں کو دنیا میں بندوں کے گناہ معاف کرنے کا حق ملا۔عیسائیوں نے اللہ تعالی کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں اور حضرت عیسیٰؑ کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ بیٹا قیامت کے دن باپ کے دائیں بازو پر برابر بیٹھ کر عدل وانصاف کرے گا۔

بت پرستوں کے نزدیک ان کے دیوتا اور بت اللہ تعالی کی طرف سے دونوں عالم میں مختار کل ہیں۔وہ یہاں دینے نہ دینے کا اور اس عالم میں بخشنے کا اختیار رکھتے ہیں۔یہ ان کے ہاں شفاعت تھی۔(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں حقیقت شرک کے تحت لکھتے ہیں:

> ''اس مرض (شرک) میں لوگ کئی طرح سے گرفتار ہوتے ہیں۔بعضے خدا کی بزرگی کو بالکل بھول جاتے ہیں اور صرف شرکاء کی ہی عبادت کرتے ہیں۔اپنی حاجتوں کو انہی سے مانگتے ہیں۔خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔اگرچہ یقینی دلیل سے یقین کرتے ہیں کہ سلسلہ وجود خدا پر ہی ختم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا اعتقاد ہوتا ہے کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے۔لیکن وہ کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور معبودیت کا خلعت پہنا دیتا ہے۔اور بعض خاص کاموں کا ان کو اختیار مل جاتا ہے۔وہ ان کی سفارش کو قبول کرتا ہے۔جیسے کوئی شہنشاہ کسی حصہ ملکی پر کسی بادشاہ کو بھیجتا ہے اور وہ بجز بڑے بڑے کاموں کے اس ملک کی پوری تدبیر اس کے سپرد کر دیتا ہے۔اس وجہ سے ایسے شخص کے حق میں ان لوگوں کو بندگان خدا کہنے کی جرات نہیں ہوا کرتی کہ کہیں وہ اوروں کے برابر نہ ہو جائیں۔وہ بجائے اس نام کے ان کو ابن اللہ اور محبوب الہی کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کا غلام سمجھتے ہیں۔وہ اپنا نام عبدالمسیح یا عبدالعزی رکھتے ہیں۔عام یہود و نصاری اور مشرکین کو یہ مرض ہوتا ہے۔''(۲)

(۷)انبیاء کرام کا ردشرک :

قرآن پاک نے گزرے ہوئے انبیاء کے قصص بیان کئے ہیں اور ان کی تعلیم وتبلیغ کے نمایاں حصوں کو بیان کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیا نے اپنی اپنی امم کو توحید باری تعالی کا درس دیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس قوم میں پائے جانے والے شرک کی تردید کی ہے۔جس کی وجہ سے انہیں مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔چونکہ تمام انبیا کی بعثت کا بنیادی مقصد درس توحید اور تردید شرک تھا، اسی لئے قرآن میں ارشاد ہے:

ولقد بعثنا فی کلّ امۃ رّسولا ان اعبدوااللہ واجتنبوا الطّاغوت (النحل۱۶:۳۶)

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا (اور اس کے ذریعہ سب کو خبردار کیا کہ) اللہ کی بندگی کرو اور

---

(۱)سیرۃ النبی ﷺ:۲۳۵/۴ (۲)حجۃ اللہ البالغہ:۱۰۴

طاغوت (یعنی بت، شیطان اورزبردست ظالم) کی بندگی نہ کرو۔

ذیل میں ہم قرآن مجید سے چندانبیا کا انداز تردیدشرک بیان کرتے ہیں:

(ا) **حضرت نوحؑ** کے متعلق ارشاد ہے:

(ا) **ولقد ارسلنا نوحاً الی قومه فقال یٰقوم اعبدواالله ما لکم من اله غیره (الاعراف۷:۵۹)**

ہم نے نوح کوان کی قوم کی طرف بھیجا، انہوں نے (ان سے) کہا: اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمہارا کوئی معبودنہیں۔

(ب) **ولقد ارسلنا نوحاً الی قومه انی لکم نذیر مبین ان لّا تعبدوا لا الله (هود ۱۱:۲۵،۲۶)**

اورہم نے نوح کوان کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تم کوکھول کرڈر کی بات سناتا ہوں کہ تم اللہ کے سواکسی کی عبادت نہ کرو۔

(۲) **حضرت ہودؑ** کوقوم عاد کی طرف مبعوث کیا گیا۔انہوں نے شرک کی تردیدان الفاظ میں فرمائی:

والی عاد اخاهم هودا ؕقال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره (هود۱۱:۵۰)

اورقوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودکوبھیجاانہوں نے کہا: اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرواس کے سواتمہارا کوئی معبودنہیں۔

(۳) **حضرت صالحؑ** کے ردشرک کا تذکرہ قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ کیا:

والی ثمود اخاهم صٰلحا ؕقال یٰقوم اعبدواالله مالکم من اله غیره ؕهو انشاکم من الارض واستعمرکم فیها فاستغفروه ثم توبوا الیه ان ربی قریب مجیب (هود۱۱:۶۱)

اورہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کوبھیجا۔انہوں نے کہااے میری برادری کے لوگواللہ تعالی کی بندگی کرو، اس کے سواتمہارا کوئی معبودنہیں۔اسی نے تم کوزمین سے پیدا کیااوراس میں تمہیں آباد کیا۔لہذا اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھراسی کی طرف رجوع کرو۔یقین رکھوکہ میرارب (تم سے) قریب بھی ہے، دعائیں قبول کرنے والا بھی ہے۔

اس پرقوم نے کہا

قالوا یٰصٰلح قد کنت فینا مرجوّاًقبل هذآاتنهٰنآان نعبد ما یعبد ا بٰاؤنا واننا لفی شك مّمّاتدعونآالیه مُریب (هود۱۱:۶۲)

وہ کہنے لگے: اے صالح! اس سے پہلے توتم ہمارے درمیان اس طرح رہے ہوکہ تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھی۔جن (بتوں) کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، کیا تو ہم کوایسےلوگوں کی عبادت سےمنع کرتا ہےجن کی پرستش ہمارے باپ دادانے کی اورجس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہواس میں ہمیں ایسا شبہ ہے کہ دل نہیں مانتا۔

(۴) **حضرت شعیبؑ** اہل مدین کودعوت توحید کے لئے مامورہوئے۔ان کا حال قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

والٰی مدین اخاھم شعیباً قال یٰقوم اعبدوااللہ مالکم من الہ غیرہ ؕ ولا تنقصوا المکیال والمیزان انّیٓ ارٰکم بخیرٍ وَّانّی اخاف علیکم عذاب یوم محیطٍ (ھود ۱۱:۸۴)

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ خوشحال ہو۔ اور مجھے تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔

(۵) حضرت ابراہیمؑ کا ردِ شرک:

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کو دعوت توحید دیتے ہوئے فرمایا:

اذ قال لابیہ یٰٓابت لم تعبد ما لا یسمَعُ ولا یُبصُرُولا یُغنِی عنك شیئا (مریم ۱۹:۴۲)

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اذ قال لابیہ وقومہ ما ھٰذہ التماثیل الّتی انتم لھا عٰکِفون O قالوا وجدنآ اٰبائنا لھا عٰبدین O قال لقد کنتم انتم واٰباؤکم فی ضلٰلٍ مّبین (الانبیاء ۲۱:۵۲،۵۳،۵۴)

یہ کیسی مورتیاں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟ کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے پایا۔ (اس پر ابراہیمؑ نے) فرمایا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں رہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی:

واذ قالَ ابراھیم ربِّ اجعل ھٰذا البلداٰمنًاوّاجنبنی وبنیَّ ان نّعبدَالْاصنام (ابراہیم ۱۴:۳۵)

اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو لوگوں کے لئے امن کی جگہ بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا۔

قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ کا بابل کے بادشاہ نمرود کے ساتھ مناظرے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

الم تر الی الّذی حآجَّ ابرٰھم ربّی الذی یحیٖ ویمیت قال انااحیٖ وامیت قال ابراھیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر ؕ واللہ لا یھدی القوم الظّٰلمین (البقرہ ۲:۲۵۸)

کیا تم نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ وہ بولا کہ میں زندہ بھی کرسکتا ہوں اور مار بھی سکتا ہوں (اس پر) ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اسے مغرب سے نکال لاؤ (یہ منکر) کافر حیران رہ گیا اور اللہ

ناانصافوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت یعقوبؑ:

جب حضرت یعقوبؑ وفات پانے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو معبود یکتا ہے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ (البقرہ ۲:۱۳۳)

حضرت یوسفؑ نے جیل میں دو قیدیوں کو دعوت توحید دی۔ ارشاد ربانی ہے کہ یوسفؑ نے کہا:

میں نے اپنے باپ دادا کے یعنی ابراہیمؑ، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔ ہمارے لئے روا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک کریں۔ یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ میرے جیل خانے کے ساتھیو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) خدائے یکتا و غالب؟ جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ خدا نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی (سن رکھو کہ) خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف ۱۲:۳۸، ۳۹، ۴۰)

حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ارشاد فرمایا:

اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہگاروں کی مدد کرنے والا (المائدہ ۵:۷۲)

حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

لا تشرك بالله ان الشرك لظم عظيم (لقمان۳۱:۱۳)

اللہ کے ساتھ شریک نہ کر بے شک شرک البتہ بڑا ظلم ہے۔

حضرت محمدؐ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید آگے بیان ہوگی۔

(vi) ادیان و مذاہب کے شرکیہ تصورات کی تردید:

(ا) یہودیت اور عیسائیت:

اسلام نے اہل کتاب کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی اور اس بات کو واضح کیا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیا کی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے اور ان کی صحیح تعلیم توحید سے انحراف کر کے شرک کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ چنانچہ یہود نے دعویٰ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے مذہب پر قائم تھے۔ اس کے برعکس عیسائیوں نے انہیں ملت عیسوی کا فرد قرار دیا لیکن قرآن نے ان کے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین (ال عمران ۳:۶۷)

ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہوکر ایک خدا کے ہورہے تھے اور اسی کے فرماں بردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔یعنی تم تو شرک کرنے والے ہو اور ابراہیمؑ شرک سے بے نیاز تھے۔اس آیت میں مشرکین سے مراد یہود ونصاری ہیں کیونکہ وہ اس کے ساتھ حضرت عزیرؒ اور حضرت عیسٰیؑ کو شریک کرتے تھے۔(مدارک ۱۲۷/۱)

غرض اس آیت میں یہود ونصاری کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ شرک چھوڑ کر دامن توحید سے وابستہ ہوجائیں۔تب وہ دین ابراہیمی یا اتباع ابراہیم کا دعوی کرنے کے مجاز ہوں گے۔

قرآن مجید نے ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں کو توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں مشترک چیز توحید ہے۔لہذا اے یہود ونصاری زیور توحید سے آراستہ ہوکر امت مسلمہ کے فرد بن جاؤ۔ارشاد ہے:

''کہہ دو آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے
وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں
اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو
ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔''(ال عمران ۳:۶۴)

(ا) اہل کتاب کے شرک کی تردید:

سورہ مائدہ میں اہل کتاب کا ایک غلط دعوی بیان کیا گیا ہے جس سے توحید باری تعالی پر زبردست زد پڑتی ہے اسلئے اس غلط دعوی کو نقل کرنے کے بعد تردید بھی کردی گئی ہے جو بڑے حکیمانہ اسلوب پر مبنی ہے۔دعوی یہ ہے:

وقالت الیھود والنصٰرٰی نحن ابنٰٓؤاللہ واحبّاؤہ (المائدہ ۵:۱۸)

یہودی اور عیسائیوں نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اس کا جواب دیا گیا:

قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق (المائدہ ۵:۱۸)

کہو کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو۔

(2) معبودان باطلہ کی تردید:

قرآن مجید نے اہل کتاب کے معبودان باطلہ کی تردید کی ہے۔انہیں توحید کی راہ اپنانے کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ ان کے شرک اختیار کرنے پر تنبیہ کی ہے۔

(ا) معبودان یہود کی تردید:

یہودیوں نے بچھڑے کو اس وقت معبود بنایا جب حضرت موسیٰؑ تورات لینے گئے ہوئے تھے۔قرآن مجید نے ان کے اس ظلم کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ثم اتخذتم العجل من بعده وانتم ظٰلمون (البقرہ ۲:۵۱)

پھر تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا اور تم ظالم تھے۔

قرآن مجید نے ان کے اس شرک پر ان کا عذاب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان الّذین اتّخذوا العجل سینالھم غضب من رّبّھم وذلۃ فی الحیٰوۃ الدنیا وکذٰلك نجزی المفترین (الاعراف ۷:۱۵۲)

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا، ان پر پروردگار کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

(۲) یہود نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنالیا۔ قرآن پاک نے ان کے اس قول کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

وقالت الیھود عزیز ن ابن اللہ (التوبۃ ۹:۳۰)

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

اس کی تردید ان الفاظ سے کی:

ذلك قولھم بافواھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قٰتلھم اللہ انی یؤفکون (التوبۃ ۹:۳۰)

یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح باتیں کہا کرتے تھے۔ یہ انہی کی ریس کرنے لگے ہیں۔ خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟

(۳) دریا کو عبور کرنے کے بعد یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ سے بت بنانے کا مطالبہ کیا:

وجٰوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علیٰ قوم یعکفون علی اصنام لھم قالوا یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ (الاعراف ۷:۱۳۸)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا۔ پس ان کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے بتوں پر (اعتکاف) بیٹھے رہتے تھے۔ کہنے لگے اے موسیٰ ہم کو بھی معبود بنادے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے جواباً فرمایا:

قال انکم قوم تجھلون (الاعراف ۷:۱۳۸)

(موسیٰؑ نے) کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔

(۲) عیسائیوں کے معبودوں کی تردید:

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو عین خدا ہونے کا قول کیا تو قرآن مجید نے ان کو کافر قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (المائدہ ۵:۷۲)

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰؑ) مسیح خدا ہیں۔

اسی طرح عیسائیوں نے ابنیت مسیح کا دعوی کیا تو قرآن پاک نے بار بار تردید کی۔ یہودیوں کے دعوی کی طرح قرآن پاک نے عیسائیوں کے دعوی کو بھی نقل کیا اور کہا:

قالت النصاری المسیح ابن الله (التوبة ۹:۳۰)

اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ تعالی کی ابنیت کی تردید قرآن مجید کی ان آیات میں کی گئی ہے:

(۱) **انی یکون له ولدوّلم تکن لّه صاحبة (الانعام ۶:۱۰۱)**

اس کی اولاد کہاں سے ہو؟ جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں۔

(۲) **لم یلد ولم یولد (الاخلاص ۱۱۲:۳)**

(اللہ) نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا

(۳) **مااتخذ الله من ولد (المومنون ۲۳:۹۱)**

خدا تعالی نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا۔

(۴) **ما کان الله ان یتخذ من ولد سبحٰنه (مریم ۱۹:۳۰)**

خدا کو سزاوار نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ابتدائی خطاب میں فرمایا:

انی عبد الله (مریم ۱۹:۳۰) میں اللہ کا بندہ ہوں.

احبار و رھبان کی تردید:

عیسائیوں نے جن ہستیوں کو معبود بنایا ان میں ان کے احبار و رہبان بھی شامل ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون الله والمسیح ابن مریم (التوبة ۹:۳۱)

انہوں نے اپنے علماء و مشائخ اور مسیح بیٹے مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا۔

حالانکہ انہیں رب واحد کی عبادت کرنے کی تعلیم اور حکم دیا گیا تھا:

وما امروا الا لیعبدوا الها واحدا ٗلا اله الا هو (التوبة ۹:۳۱)

حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کے ان علماء اور درویشوں کے کرادر کو بھی بیان کیا:

یایها الذین امنوا انّ کثیرا مّن الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله (التوبة ۹:۳۴)

اے ایمان والو! (اہل کتاب کے) بہت سے علماء اور پیر لوگوں کا ناحق مال کھاتے اور ان
کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

عقیدہ تثلیث کا رد: عقیدہ تثلیث اختیار کرنے والے عیسائیوں کو کافر کہا گیا:

لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلثة (المائدہ۵:۷۳)

وہ لوگ کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے۔

چنانچہ عیسائیوں کو تثلیث کا عقیدہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا اور اس کا عذاب بیان کرنے پر وعید شدید بیان کردی گئی:

ولا تقولوا ثلٰثة انتهوا خیراًلکم (النسآء۴:۱۷۱)

اور (یہ) نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس (اعتقاد) سے باز
آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

(۳) زرتشت ازم کے عقیدہ ثنویت کی تردید:

زرتشتی مذہب میں دو خداؤں کا تصور پایا جاتا ہے یعنی خالق خیر اور خالق شر۔ قرآن پاک نے اس نظریہ کی تردید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقال الله لا تتخذوا الٰهین اثنین انما هو اله وّاحد (النحل۱۶:۵۱)

اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ، معبود وہی ایک ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وهو الواحد القهار (الرعد ۱۳:۱۲)

اور وہ یکتا اور زبردست ہے۔

سورۃ الاخلاص میں بھی ایک ہی خدا کا اعلان کیا گیا:

قل هوالله احد (الاخلاص۱۱۲:۱)

فرمادیجیے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔

زرتشتی جن دو خداؤں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، وہ اس وجہ سے کہ دنیا کے اندر خیر و شر میں زبردست جنگ جاری ہے۔ مگر اسلامی نکتہ نگاہ سے خیر و شر دونوں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق ہیں۔ اس نے انبیا کو خیر کا علمبردار اور شیطان کو شر کا علمبردار بنایا۔ ظلمت اور نور کا بنانے والا وہی ہے:

وجعل الظلمٰت والنور (الانعام۶:۱)

نفع مند اور نقصان دہ چیزوں کو اسی نے بنایا

اسی طرح فرمایا:

الله خالق کل شیء (الزمر۳۹:۶۲)

کسی چیز کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے　　　　شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

اسی طرح ایک شعر میں کہا گیا

گواہی دے رہی ہے یکتائی پہ ذات اس کی　　　　دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں ایک سچا نام اس کا۔

(۴)ہندو دھرم کے شرک کی تردید:

ہندو دھرم کے شرک میں گائے پرستی، تریموتی اور بت پرستی شامل ہے۔گائے پرستی اور تریموتی کی تردید سابقہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ یہاں ہم بت پرستی کی تردید بیان کریں گے۔ ہندو دھرم میں بت پرستی عام ہے۔ ہندو مشرکین عرب کی طرح بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھے۔قرآن پاک نے بت پرستی سے منع فرمایا:

فاجتنبواالرجس من الاوثان (الحج ۲۲:۳۰)　　　　پس بتوں کی ناپاکی سے بچو

دوسری جگہ فرمایا:

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن

فاجتنبوه لعلکم تفلحون (المائده۵:۹۰)

شراب جوا بت اور پانسے یہ سب ناپاک کام اور شیطانی اعمال میں سے ہیں،سوان سے

سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

غرض ایسی لاتعداد آیات ہیں جن میں بت پرستی سے منع کر دیا گیا اور خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ردشرک کاقرآنی اسلوب﴾

(ا)شرک فی الذات کی تردید:

قرآن مجید نے اللہ تعالی کو اپنی ذات میں اکیلا قرار دیا ہے اور علی الاعلان یہ دعوی کیا ہے کہ نہ اس کی بیوی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ خاندان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی ان ضرورتوں سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

(۱) **انی یکون له ولدوّلم تکن لّه صاحبة (الانعام۶:۱۰۱)**

اس کی اولاد کہاں سے ہو؟ جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں۔

وخرقوا له بنین وبنٰت بغیر علم سبحٰنه وتعالی عما یصفون

(الانعام۶:۱۰۰)

اس (اللہ) کے لئے بیٹے اور بیٹیاں جہالت سے تراشتے ہیں۔ وہ پاک ہے اور بہت دور

ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

(۲) **لم یلد ولم یولد (الاخلاص ۱۱۲:۳)**

(اللہ) نہ کسی کا باپ ہےاور نہ کسی کا بیٹا

(۳) جنوں نے اللہ تعالی کی ذات میں وحدانیت پر یہ گواہی دی:

ماتخذ صاحبة ولا ولدا(الجن ۷۲:۳)

اس نے نہ بیوی رکھی ہےاور نہ بیٹا۔

ویجعلون لله البنٰت سبحٰنه (النحل۱۶:۵۷)

اوروہ اللہ کے لئے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے۔

نبی اکرمﷺ فرماتے ہیں،اللہ تعالی نے فرمایا:

میرے بندے نے مجھے جھٹلایا اور یہ اس کے لئے مناسب نہیں تھا اور مجھے برا بھلا کہا حالانکہ یہ اس کے لئے موزوں نہ تھا۔اس کا میری تکذیب کرنا تو وہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اس نے جیسا ہمیں پہلے پیدا کیا تھا ایسے ہی پھر ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔اس کا برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔حالاں کہ نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ کسی نے مجھ کواور نہ کوئی میرا نظیر و ہمسر ہے۔(۱)

ان آیات میں ان لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیحؑ یا حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔نیز جو لوگ مسیحؑ کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں۔ان کی تردید لم یولد سے کردی گئی یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اس کو کسی نے جنا نہ ہو(۲)

(۲)امثال کے ذریعے ردشرک:

قرآن مجید نے مثالوں کے ذریعے شرک کی تردید کی ہے:

ومن یشرك بالله فكانما خر من السمآء فتخطفه الطیر اوتهوی به الریح فی مكان سحیق (الحج ۲۲:۳۱)

جس نے اللہ کا شریک بنایا وہ گویا آسمان سے گر پڑا، پھر اس کو اڑنے والے مردار خوار اچکتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور مکان میں پھینک دیتی ہے۔

دوسری مثال یہ بیان کی گئی ہے:

والذین یدعون من دونه لا یستجیبون لهم بشی الا كباسط كفیه الی الماء لیبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكٰفرین الا فی ضلل (الرعد ۱۳:۱۴)

اور جن لوگوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کے کچھ کام نہیں نکال سکتے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تا کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے۔

---

(۱)مسند احمد،ابوداؤد،نسائی (۲)تفسیر عثمانی،ص:۸۰۷

حالانکہ پانی کبھی اس کے منہ تک آنے والانہیں اور منکروں کا پکارنا گمراہی ہے۔

(۳) معبود برحق اور معبودان باطلہ کی معبودیت کا موازنہ:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اپنی صفات کاملہ کواور معبودان باطلہ کی صفات ناقصہ کوذکر کیا ہے۔مثلاً اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک صفت تخلیق کرنا ہے جبکہ معبودان باطلہ خوداللہ تعالی کی مخلوق ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

ایشرکون مالا یخلق شیئا وهم یخلقون ولا یستطیعون لهم نصرا ولا انفسهم ینصرون (الاعراف۷:۱۹۱،۱۹۲)

کیا ایسوں کوشریک بناتے ہوجوایک چیز بھی پیدانہ کریں اوروہ خود پیدا ہوئے ہیں اور نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد کریں۔

واتخذوا من دونه الهة لا یخلقون شیئا وهم یخلقون ولا یملکون لانفسهم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیٰوة ولا نشورا (الفرقان۲۵:۳)

اورلوگوں نے اس کے سوا کتنے معبود پکڑ رکھے ہیں جوکوئی چیزنہیں بناتے اوروہ خود بنائے گئے ہیں اوراپنے حق میں فائدے اورنقصان کے مالک نہیں اور نہ مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ جی اٹھنے کے مالک ہیں۔

خالق اورمخلوق برابرنہیں ہوسکتے:

افمن یخلق کمن لا یخلق (النحل۱۶:۱۷)

کیا جو پیدا کرے اس کے برابر ہے جوکچھ پیدانہ کرے۔

دوسرے مقام پرارشاد ہے:

والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئا وهم یخلقون (النحل۱۶:۲۰)

اورجن کواللہ کے سواپکارتے ہیں کچھ پیدانہیں کرتے اوروہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔

علامہ شبیراحمدعثمانیؒ لکھتے ہیں:

''یعنی سوچنا چاہیے یہ کس قدرحماقت ہے کہ جوہستیاں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جوکا دانہ یا ریت کا ذرا پیدا کرنے پرقادرنہ ہوں،انہیں معبودومستعان ٹھہرا کرخداوند قدوس کے برابر کردیا جائے جوعجیب وغریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔اس گستاخی کودیکھواورخدا کے انعامات کوخیال کروحقیقت میں انسان بڑاہی ناشکرا ہے۔''(۱)

---

(۱)تفسیرعثمانی،ص:۳۵۶

سورہ الفرقان آیت نمبر۳ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رقمطراز ہیں:

''کس قدر ظلم ،تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق ،مالک الکل،حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے جائیں جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔حالانکہ ان بے چاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں،نہ وہ ایک ذرہ پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں،نہ مارنا اور پیدا کرنا ان کے قبضہ میں ہے،نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنی ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ایسی عاجز ومجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے حیائی ہے۔'' (تفسیر عثمانی،ص:۴۸۰)

خالق ومخلوق کے درمیان اسی فرق کو حضرت ابراہیمؑ نے ان الفاظ سے واضح کیا:

قال اتعبدون ما تنحتون والله خلقکم وما تعملون (الصّٰفٰت۳۷:۹۰،۹۲)

یعنی تم اصل معبود (اللہ تعالی) کو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے،اسے چھوڑ کر لکڑی اور پتھر وغیرہ کے ان بے جان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو۔

(۴)معبودانِ باطلہ کے حق معبودیت کو چیلنج:

اللہ تعالی نے مشرکین کو چیلنج کر کے کہا ہے کہ کیا تمہارا خدا ایسا کام کر سکتے ہیں جو میں کر رہا ہوں۔مثلاً ارشاد باری تعالی ہے:

الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکائکم من شیء سبحٰنه وتعالی عما یشرکون (الروم ۳۰:۴۰)

اللہ وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو زندہ کرے گا۔کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے ایک کام کر سکے۔وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں۔

قل ارئیتم ما تدعون من دون الله ارونی ما ذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السمٰوٰت ائتونی بکتٰب من قبل هذا اواثرة من علم ان کنتم صٰدقین (الاحقاف۴۶:۴)

کہہ دیجیے بھلا بتاؤ تو سہی جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس کوئی ایسی کتاب لاؤ جو اس قرآن سے پہلے کی ہو یا پھر کوئی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو اگر تم واقعی سچے ہو۔

قل ارئيتم ان جعل الله عليكم اليل سرمدًا الى يوم القيٰمة من اله غير الله ياتيكم بضيآء ٘افلا تسمعون ○قل ارئيتم ان جعل الله عليكم النهار سرمدًا الى يوم القيٰمة من اله غير الله ياتيكم بليل تسكنون فيه افلا تبصرون (القصص ۲۸:۷۱،۷۲)

(اے پیغمبران سے) کہہ دیجیے: ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط رکھے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے کر آئے ؟ بھلا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (اے پیغمبر ان سے) کہہ دیجیے: ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر دن کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں وہ رات لا کر دیدے جس میں تم سکون حاصل کر سکو؟ بھلا کیا تمہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

ان تمام آیات میں اول سے آخر تک یہی بیان ہے کہ الہیت اور اقتدار لازم وملزوم ہیں کیونکہ الہ سے جس قدر تمہاری ضروریات متعلق ہیں یا جن ضروریات کی خاطر تمہیں کسی کو الہ ماننے کی ضرورت پیش آتی ہے ان میں کوئی ضرورت بھی اقتدار کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی ۔لہذا غیر مقتدر کا الہ ہونا بے معنی اور حقیقت کے خلاف ہے ۔اوراس کی طرف رجوع کرنا لا حاصل ہے ۔بس تمہاری دعائیں سننے کے لئے اور تمہاری حاجتیں رفع کرنے کے لئے کوئی معمولی اقتدار نہیں بلکہ وہ اقتدار درکار ہے جو پوری کائنات کا انتظام کرنے کے لئے درکار ہو ۔اب یہ اقتدار نا قابل تقسیم ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ خلق کا اقتدار کسی کے پاس ہو اور رزق کا کسی کے پاس،سورج کسی کے قبضے میں ہو اور زمین پر بادشاہت کسی کی ہو، بلکہ تمام اقتدار واختیارات کا ایک ہی مرکزی فرماں روا کے قبضے میں ہونا ضروری ہے ۔کیونکہ اگر اللہ تعالی کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام تباہ وبرباد ہو جاتا۔

جب تمام اقتدار ایک ہی فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور اقتدار میں کسی کا ذرہ بھر کوئی حصہ نہیں تو الوہیت بھی اسی کے لئے خاص ہے۔اس میں کوئی حصہ دار نہیں۔

له الحكم وله الملك لم يكن له شريك فى الملك ۔

اسی کی حکومت اور اسی کی بادشاہت ہے،اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں لکھا ہے:

جان لو کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کا ایسا شریک مانے جو کہ وجود، قدرت ،علم اور حکمت میں اس کے برابر ہو۔

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن العظیم'' میں لکھتے ہیں:

مشرکین اللہ کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں ۔وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو نہ ایک بوند بارش برسانے پر قادر، نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت ۔تم اللہ کے لئے مثالیں نہ دو ۔اللہ عالم ہے، وہ اپنے علم کی بنیاد پر اپنی توحید کی گواہی دیتا ہے ۔تم جاہل ہو اپنی جہالت سے

دوسروں کواللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔

(۵)معبودان باطلہ کی کمزوریوں سے ردشرک:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں معبودان باطلہ کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے، کیونکہ خدا تو ایک طاقتور اور ہر چیز پر اختیار رکھنے والی ہستی ہوتی ہے۔

اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (النحل۱۶:۲۱)

مردہ ہیں، زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ (مرنے کے بعد) کب اٹھائے جائیں گے؟

مشرکین جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ اصل میں اس وقت کے نیک لوگ اور اولیاء اللہ ہوا کرتے تھے۔ جب وہ وفات پا جاتے لوگ ان کے بت بنا کر ان کی عبادت شروع کر دیتے۔ قرآن مجید نے اسی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم (اعراف۷:۱۹۶)

بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، یہ سب صالحین کے نام ہیں جن کے لوگوں نے بت بنائے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے۔ انہوں نے بیت اللہ میں بدکاری کی، اللہ تعالی نے انہیں پتھر کا بنا دیا۔ یہ ایک پہاڑی پر پڑے رہے، بعد میں آنے والے لوگوں نے ان عبادت شروع کر دی۔

سید قطب شہید اپنی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں اموات غیر احیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> یہاں جو بعث بعد الموت کی طرف اشارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خالق تو وہ ہوتا ہے جسے بعث کا علم ہو۔ کیونکہ تخلیق کی تکمیل تب ہوگی جب قیامت برپا ہوگی۔ لہذا جس خدا کو بعث بعد الموت کا علم ہی نہیں وہ خدا یا الہ ہونے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ جب معبودان باطلہ کو قیامت کا علم نہیں تو اس سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟

دوسری مثال:

والذین تدعون من دونه ما یملکون من قطمیر (فاطر۳۵:۱۳)

اور جن کو تم اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی پر باریک جھلی کے مالک نہیں۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> یہ معبودان باطلہ بالکل مجبور اور بے بس ہیں کہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی وہ اختیار نہیں رکھتے۔ تو وہ تمہارے دعائیں کیسے سنیں؟ اگر سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت پوری نہیں کر سکتے۔

تیسری مثال:

ان الـذیـن تـدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولواجتمعوا له وان یسلبهم الـذبـاب شیئا لا یستنقذونه منه ۔ضعف الطالب والمطلوب۔

اللہ تعالی کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے ۔اگر چہ وہ سب کے سب جمع ہو کر بنانا چاہیں، بنانا تو درکنار مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ ان سے واپس نہیں لے سکتے ۔طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالی ہے:

اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے؟ اگر واقعۃ کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ، ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنائیں ۔(مسند احمد)

مکھی بہت ہی ادنی اور حقیر جانور ہے، جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کریں یا مکھی ان کے چڑھاوے وغیرہ سے کوئی چیز لے جائے تو اس سے واپس لے سکیں ۔ان کو اللہ تعالی کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا کس قدر حماقت اور شرمناک گستاخی ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ مکھی بھی کمزور، مکھی سے زیادہ ان کے بت کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوجنے والا کمزور ہے، جس نے ایسی حقیر اور کمزور ہستیوں کو اپنا معبود اور حاجت روا بنالیا ہے ۔(تفسیر عثمانی ص:۴۵۴)

(۲) روز قیامت معبودان باطلہ کا ردشرک:

اللہ تعالی کے نیک بندے جن کو اللہ کے سوا پکارتے تھے، وہ قیامت کے دن ان کے شرک کی تردید کریں گے۔

واذا راالـذیـن اشـرکوا شرکائهم قالوا ربنا هٰؤلآء شرکاؤنا الذین کنا ندعوا من دونك فالقوا الیهم القول انکم لکذبون (النحل۱۶:۸۶)

جب مشرک دیکھیں گے اپنے شریکوں کو تو کہیں گے :اے ہمارے رب! یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ وہ ان کی بات ان کے مونہوں پر ماریں گے کہ تم جھوٹ باندھتے ہو۔

واذا حشر الناس کانوا لهم اعدآءً وَّکانوا بعبادتهم کٰفرین (الاحقاف۴۶:۶)

جب لوگ جمع کیۓ جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

ولم یکن لهم من شرکائهم شفعٰٓؤُا وکانوا بشرکائهم کٰفرین (الروم۳۰:۱۳)

اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔

ویوم القیٰمة یکفرون بشرککم (فاطر۳۵:۱۴)

اور قیامت کے دن تمہارے شریک ٹھہرانے کا انکار کردیں گے۔

ان آیات میں ایک ایسا منظر کو بیان کیا جارہا ہے، جس وقت اللہ تعالی کی وحدانیت کی گواہی معبودان باطلہ دیں گے۔اوران سے شرک، رضامندی اور ذمہ داری کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ تم سے کبھی نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالی کو چھوڑ کر ہمیں پکارو۔ نہ ہم

تمہارے اس شرک پر راضی تھے۔ یہ تمہارا شرک ایک جھوٹ ہے جو تم نے ہمارے متعلق گھڑ لیا ہے اور تم خود اس کے ذمہ دار ہو۔ اس دن کوئی ان کی فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوگا کہ میرے متوسل تھے انہیں کچھ نہ کہا جائے بلکہ سارے سہارے گم ہو جائیں گے۔ کوئی مشکل کشا ان کی مشکل حل کرنے کے لئے نہیں ملے گا۔ مثلاً قرآن مجید نے حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

واذ قال یٰعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله قال سبحٰنك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب (المائدہ۵:۱۱۶)

اور جب اللہ تعالیٰ کہے گا: اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ وہ کہیں گے (اے اللہ) تو پاک ہے۔ مجھ کو لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوتا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو ہی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔

(۷) شرک ایک ناقابل معافی جرم:

شرک ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشآء ومن یشرك بالله فقد افترٰی اثما عظیما (النسآء۴:۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ یہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے سوا جتنے گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے بہت بڑا جھوٹ اور سخت گناہ کیا۔ مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے:

انه من یشرك بالله دفقد حرم علیه الجنة وماوٰه النار (المائدہ ۵:۷۲)

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیا کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون (الانعام۶:۸۸)

اگر ان میں سے کوئی شرک کر بیٹھتا تو اس کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔

نبی مکرم حضرت محمدؐ سے فرمایا گیا:

لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخٰسرین (الزمر۳۹:۶۵)

اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایہ عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرک کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرمایا:

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من م بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم (التوبة ۹:۱۱۳)

نبیؐ اور مومنین کے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش طلب کریں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخ والے ہیں۔

قرآن مجید نے مشرک کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا ہے:

ومن اضل ممن یدعوا من دون الله من لا یستجیب له الی یوم القیٰمة وھم ون دعائھم غٰفلون (الاحقاف۴۶:۵)

اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان (من گھڑت دیوتاؤں) کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی پکار کو جواب نہیں دے سکتے اور جن کو ان کی پکار کی خبر تک نہیں ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اے ابن آدم! اگر تم میرے پاس زمین برابر بھی گناہ لے کر آئے اور مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھر بخشش لے کر آؤں گا۔ (ترمذی)

یہ تمام شواہد اور میری یہ تمام کاوش اس بات کی متقاضی ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم، بہت بڑا گناہ اور بہت بڑا جھوٹ ہے۔ مشرک کی بخشش بھی نہیں ہوتی اس لئے معاشرے میں ایسے افراد کی اصلاح کریں جو شرک کے قریب پہنچ کر گمراہ ہو رہے ہیں۔ آئیں ہم مل کر اس کو گمراہی سے بچائیں اور اپنے فریضہ دعوت کے ذریعے اسے توحید جیسی ابدی صداقت سے آگاہ کریں۔

﴿اثبات توحید﴾

قرآن مجید نے اثبات توحید کے ضمن میں درج ذیل چیزوں کو بیان کیا ہے:

(۱) تعلیمات توحید

(۲) انفس وآفاق سے دلائل توحید

(۱) تعلیمات توحید:

اسلام نے تصور توحید کو آسان اسلوب میں بیان کیا ہے۔ ہر قسم اور ہر زمانے کے خدا کی نفی کر کے توحید باری تعالی کو اپنانے پر زور دیا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی شخص اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک توحید کی امانت اس کے سینے میں موجود نہ ہو۔

(۱) کائنات انسانی سے خطاب:

اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے۔ پس کسی کو اللہ کا ہم سر نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔ (البقرہ۲:۲۲)

اے لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں، ان کو یاد کرو۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق اور رازق ہے جو تم کو آسمان وزمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟ (فاطر۳۵:۳)

ایمانداروں سے خطاب:

اللہ تعالی نے ایمانداروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

یٰعبادی الذین اٰمنوا انَّ ارضی واسعة فایای فاعبدون (العنکبوت۲۹:۵۶)

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو

اہل کتاب سے خطاب:

اہل کتاب کو دعوت توحید دیتے ہوئے قرآن پاک کہتا ہے:

کہہ دو اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے، وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرماں

بردار ہیں۔(ال عمران۳:۶۴)

کفاراور بت پرستوں سے خطاب:

یوں تو اسلام نے ہر قسم کے معبودوں کی عبادت سے منع کیا ہے، چاہے وہ کتنے ہی بلند مرتبہ کے مالک کیوں نہ ہوں؟اس میں نبی ،ولی،غوث،قطب،شجروحجر،فرشتے اورجن کی کوئی استثنانہیں۔مگر بت پرستوں کوپیغمبر کی زبان سے ایک خطاب خاص سے ان کے معبودان باطلہ سے قطع تعلقی اوران کی عبادات سے اجتناب کا اعلان کرایا۔ممکن ہے کہ اس چیز کی طرف اشارہ ہو کہ بتوں کے علاوہ غیروں کی پرستش کرنے والے بھی نادان ہیں۔مگران سے بڑھ کراحمق اورنادان وہ ہیں جوخود اپنے ہاتھوں سے ایک چیز بناتے ہیں اور پھراسی کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔چنانچہ انہیں خطاب کر کے کہا گیا:

قل یایھا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون (الکٰفرون ۱۰۹:۱،۲)

اے پیغمبرؐ(ان منکران اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! جن (بتوں) کوتم پوجتے ہوان کو میں نہیں پوجتا۔

انفس وآفاق سے دلائل توحید

قرآن مجید نے انسان کوعقیدہ توحید کے سمجھنے کی دعوت دی ہے۔اس سلسلے میں اس نے انسان کو پوری کائنات میں غوروفکر کرنے کی دعوت دی ہے کہ انسان اپنی نظروں سے جن حسین اور پرکیف نظاروں کو دیکھتا ہے ان کوتخلیق کرنے والا اوران میں خوبصورت رنگ بھرنے والاصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔آج سائنسی ایجادات کے دور میں بھی انسان ایک مچھر یا مکھی کا پر بنانے سے بھی عاجز ہے بلکہ مکھی اور مچھر جولے کراڑ جائیں انہیں واپس لانے پہ کوئی قادر نہیں۔انسان اپنی تخلیق پرغور کرے،کائنات کے نظام کا مشاہدہ کرے تو ہوا کے دوش پر تیرتے بادل،گنگناتے آبشار،سورج اور چاند کا طلوع وغروب،غرض کائنات عالم کا نظام ایک اللہ کے رب ہونے پر گواہ ہے۔

قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

> یہ اسلام ہی کی توحید ہے جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے اور جس کی تائید علم وعقل سے اور سمع سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔یہ اسلام ہی کی توحید ہے جوفطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔اسلام کی توحید کا مسئلہ عیسائیت کی تثلیث کی طرح نہیں جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر اورعقل سے بلندتر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کوواجب بتایا کرتے ہیں۔اسلام تو ابتدائے دعوت ہی میں ہر ایک انسان پر اپنی حجت اس طرح قائم فرماتا ہے:
>
> کیا وہ زمین پر چل پھر کرنہیں دیکھتے کہ ان کے دل سمجھنے والے اوران کے کان سننے والے ہوجاتے ہیں،ہاں آنکھیں بےنور نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل جوسینہ کے اندر ہیں بے نور ہو جایا کرتے ہیں(الحج ۲۲:۴۶)

آیت بالا میں قلوب اور عقل، اذان اور سمع، ابصار اور اعمٰی کے الفاظ موجود ہیں اور اس سے یہ ثابت ہے کہ اسلام سمع و بصر کو اور قلب و بصیرت کو مخاطب ٹھہراتا ہے اور انہی براہین پر اثبات توحید کے ایوان کو استوار کرتا ہے۔۔۔تدبر کرنے والے کو پتہ لگ جائے گا کہ جو توحید اسلام سکھلاتا ہے اور قرآن پیش کرتا ہے وہ فلاسفروں کی توحید سے بالکل ارفع واعلی ہے۔ جو جوہر اور عرض اور قدیم وحادث، ہیولی اور مادہ سے متعلق الفاظ اور فرضی اشکال کا مجموعہ ہے اور جس میں اللہ تعالی کی ذات وصفات باقی ہی نہیں رہتی۔ نیز اسلامی توحید اس اعتقاد وتجسیم سے بھی بالاتر ہے جس کے الفاظ اللہ تعالی کو ایک مجسم شے بتاتے ہیں اور اس اعتقاد وتنزیہ سے بھی اعلی ہے جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے (رحمت للعالمین ۳/ ۳۳۳)

قرآن مجید نے انفس وآفاق میں موجود اللہ تعالی کی وحدانیت کی نشانیوں کا تذکرہ اس طرح کیا:

سنریهم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسهم حتّٰی یتبین لهم انه الحق (حٰمٓ سجده ۴۱:۵۳)

اب ہم ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے ظاہر ہوگا کہ یہ حق (ٹھیک) ہے۔

آیات سے عام نشانہائے قدرت مراد ہیں جو غور کرنے والوں کو اپنے وجود اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں۔ جن سے حق تعالی کی وحدانیت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ان سنن الہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں، جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ اس قسم کے تمام حقائق کونیہ اور آیات آفاقیہ وانفسیہ کا انکشاف چونکہ لوگوں کو دفعۃً نہیں ہوتا بلکہ وقتاً فوقتاً بتدریج ان کے چہرہ سے پردہ اٹھتا رہتا ہے۔ (تفسیر عثمانی: ۶۲۶)

کسی کافر نے ایک اعرابی سے سوال کیا کہ خالق کائنات کی ہستی اور اس کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ اس پر اس بدو نے جواب دیا کہ اونٹ کی مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور قدموں کے نشان چلنے والے کو بتاتے ہیں تو کیا یہ برجوں والا آسمان اور راستوں والی زمین اور یہ موجوں والا سمندر صانع لطیف پر دلالت نہیں کریں گے۔ (مفاتیح الغیب، ج:۱)

(۱) انفس سے دلائل:

اللہ تعالی نے انسان کو اپنے نفس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے:

اولم یتفکروا فی انفسهم (الروم ۳۰:۸)

بھلا کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا؟

اس سلسلہ میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وفی انفسکم افلا تبصرون (الذٰریٰت ۵۱:۲۱)

اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی، کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

یعنی خود تمہارے نفسوں میں بہت سی نشانیاں اور دلائل توحید ہیں جن سے تم اپنے رب کو پہچان سکتے ہو۔ انسان کو دعوت فکر دی جارہی ہے کہ تو اپنی ذات اور اپنی حالت میں غور وفکر کر، اپنی ابتدا کو، بچپن وجوانی، نشوونما، اپنے اعضاء وجوارح، آنکھ، کان، ناک، دل ودماغ اور اپنی ذات میں پیدا ہونے والے احوال وتغیرات پر نظر کرے گا تو تیری زبان بے ساختہ بول اٹھے گی:

فتبارك الله احسن الخالقين (المومنون ۲۳:۱۴)

غرض بڑی شان ہےاللہ کی جوسارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے۔

(۱)تخلیق انسانی میں دعوت فکر:

قرآن مجید نے انسان کواپنی پیدائش میں غوروفکر کرنے کی دعوت دی ہے،ارشاد ہے:

فلينظر الانسان مما خلق ،خلق من مّاء دافق يخرج من بين الصلب والترائب (الطارق ۸۶:۵،۶،۷)

اب انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟اسے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ۔جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اب انسان کودعوت دی جارہی ہے کہ وہ خود ذرا اپنی ہستی پہ غور کرے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا؟کون ہے جو باپ کے جسم سے خارج ہونے والے اربوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ اور ماں کے اندر سے بکثرت نکلنے والے بیضوں میں سے ایک بیضہ کا انتخاب کر کے دونوں کوکسی وقت جوڑ دیتا ہے۔اس سے ایک خاص انسان کا استقرارحمل ٹھہرتا ہے۔پھر ماں کے پیٹ کے اندر درجہ بدرجہ اسے نشوونما دے کراس حدتک پہنچاتا ہے کہ وہ ایک زندہ بچہ کی شکل میں پیدا ہو۔پھراس کی نگرانی کرتا ہے گویا ایک گندے پانی کے قطرے سے ایک خوبصورت انسان وجود میں آیا۔

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل کوقرآن مجید نے اس انداز سے بیان کیا:

اور ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر ہم نے اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے یعنی رحم مادر میں رکھا پھراس بوند سے جما ہوالہو بنایا پھراس جمے ہوئے لہو سے گوشت کی بوٹی بنائی پھراس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھران ہڈیوں پر گوشت چڑھایا ،پھراس کوایک نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا سو بڑی برکت اللہ کی جوسب سے بہتر بنانے والا ہے۔(المومنون۲۳:۱۲،۱۳،۱۴)

اس کے بعداللہ تعالی نےنسل انسانی کواسی پانی سے برقراررکھا ہے:

ثم جعل نسله من سللٰة مّن مّآءٍ مهين (السجدة۳۲:۸)

پھراس کی اولاد(نسل)نچڑے ہوئے بےقدرے پانی سے بنائی

انسانوں کے مختلف روپ اورلب ولہجے:

ومن اٰيٰته خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتكم والوانكم ان فى ذلك لاٰيٰت لّلعٰلمين (الروم ۳۰:۲۲)

اوراس کی نشانیوں کاایک حصہ آسمانوں اورزمین کی پیدائش اورتمہاری زبانوں اوررنگوں کا اختلاف بھی ہے۔یقیناً اس میں دانش مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالی نے سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے ، ملاکر بسائے پھر تمام روئے زمین پر ان کو پھیلا دیا، سب کی جدا جدا بولیاں کر دیں ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے لے کر آج تک کتنے بے شمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہیں ملیں گے جن کا لب ولہجہ، تلفظ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔جس طرح ہر آدمی کی شکل وصورت اور رنگت وغیرہ ممتاز ہے، آواز اور لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہیں ملیں گے جن کی آواز اور رنگ وروپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آئے ہیں، اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا۔حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالی کی قدرت عظیم کا ہے۔(تفسیر عثمانی:۵۴۱)

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ رقمطراز ہیں:

> ہر شخص کا چہرہ دوسرے شخص کے چہرے سے مختلف ہوتا ہے اور ممتاز بھی ۔کروڑ ہا کروڑ انسانوں کے چہروں کو دیکھتے چلے جائیں لیکن دو آدمیوں کے چہرے بھی اس طرح بالکل یکساں نہ ہوں گے کہ ان میں امتیاز ہی نہ کیا جا سکے۔اسی طرح ہر آدمی کی آواز دوسرے سے مختلف ہے اور ہر علاقے کی بولی اور لب ولہجہ دوسرے سے مختلف ہیں (منازل العرفان:۴۵۷)

انفس حیوانات سے دلائل توحید:

اللہ تعالی نے حیوانات کے نفوس سے توحید کی دلیل دی ہے اور جس چیز کا خاص طور پر ذکر کیا ہے وہ دودھ ہے۔یہ دودھ بالکل سفید صاف اور شفاف ہوتا ہے حالانکہ پیٹ میں گوبر اور خون بھی ہوتا ہے مگر اللہ تعالی کی قدرت ہے کہ نہ تو خون کی رنگت کا ادنی سے ادنی اثر آنے دیتی ہے نہ ہی گوبر کا مزہ اور بدبو کا اثر اس میں آتا ہے:

> **وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشّربین (النحل۱۶:۶۶)**
>
> اور بے شک تمہارے لئے جانوروں میں البتہ نشانی ہے، ہم تم کو پلاتے ہیں اس چیز سے کہ ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے حلق سے آسانی سے گزرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

> جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے ۔معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے اور دودھ اوپر ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خون۔پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ کر کے جانور کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اور اب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔(تفسیر قرطبی بحوالہ معارف القرآن ۵ / ۳۷۴)

اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے چنداورفوائد بیان کئے ہیں:

والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون (النحل ۱۶:۵)

اور چوپائے اسی نے پیدا کیے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے اوراس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں اور انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔

وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس (النحل ۱۶:۷)

اور یہ تمہارے بوجھ لاد کرایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم جان جوکھوں میں ڈالے بغیرنہیں پہنچ سکتے تھے ۔حقیقت یہ ہے تمہارا پروردگار بہت شفیق بڑا مہربان ہے۔

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینة (النحل ۱۶:۸)

اور گھوڑے، خچراورگدھے اسی نے پیدا کئے ہیں تا کہ تم ان پرسواری کرواور وہ زینت کا سامان بنیں اور وہ بہت سی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

ان آیات میں جن فوائد کا ذکر کیا جار ہا ہے وہ یہ ہے کہ اونٹ گائے بھیڑ بکری وغیرہ تمہارے لئے پیدا کئے ان میں سے بعض کے بال یااون وغیرہ سے کمبل ،دسے،ڈیرے،خیمے اور سردی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں اس کے علاوہ ہل چلانے میں کام آتے ہیں،سواری کرنے اور بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں۔دودھ مکھن گھی وغیرہ کی ساری افراط انہی جانوروں کی بدولت ہے۔ان کے چمڑے سے کیسے کیسے عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کئے جاتے ہیں۔جن جانوروں کا گوشت کھانے میں کوئی بدنی یا اخلاقی مضرت نہیں ان کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس نے طاقتور جانور بنائے پھران کا مالک انسان کو بنایا۔پھران جانوروں کو انسان کے سامنے بے بس کر دیا۔

اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینااانعاما فھم لھا ملکون وذللنٰھا لھم فمنھارکوبھم ومنھا یاکلون ولھم فیھا منافع ومشارب افلا یشکرون (یس ۳۶:۷۱،۷۲،۷۳)

اور کیاانہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کئے اور یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں؟اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے قابو میں دے دیا ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جوان کی سواری بنے ہوئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں یہ کھاتے ہیں ۔نیز ان کو ان کے مویشیوں سے اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور پینے کی چیزیں ملتی ہیں۔کیا پھر بھی یہ شکر نہیں بجالائیں گے؟

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ ،قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز ومسخر کر دیے ۔ہزاروں اونٹوں کی قطار کوایک خوردسالہ بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے۔ذرا کان نہیں ہلاتے ۔کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی

سواری کرتا ہے گوشت کھانے کے علاوہ ان کی ہڈی، کھال، اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ان کے تھن کیا ہیں؟ گویا دودھ کے چشمے ہیں۔انہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں؟اسی طرح تمہیں اپنے فضل سے ان کا مالک بنادیا، جہاں چاہو بیچو ،جہاں چاہو کام لو۔(تفسیر عثمانی:۵۹۳)

(۴) نفس نحل سے دلیل توحید:

اللہ تعالی نے شہداور شہد کی مکھی کو توحید کی عظیم دلیل قرار دیا ہے:

یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیها شفآء للناس ان فی ذلك لا یٰة لقوم یتفکرون (النحل۱۶:۶۹)

ان کے پیٹوں سے پینے کی چیزیں نکلتی ہیں کہ اس کے رنگ مختلف ہیں،اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ایسی قوم کے لئے جو غور وفکر کرتی ہے۔

اس جملے سے بھی اللہ تعالی کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی قاطع دلیل موجود ہے کہ ایک چھوٹے سے جانور کے پیٹ میں کیسا منفعت بخش اور لذیذ مشروب نکلتا ہے حالانکہ وہ جانور خود زہریلا ہے۔زہر میں سے یہ تریاق واقعی اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی عجیب مثال ہے۔پھر قدرت کی یہ بھی عجیب صنعت گری ہے کہ دودھ دینے والے حیوانات کا دودھ،موسم اور غذا کے اختلاف سے سرخ اور زرد نہیں ہوتا ۔(شہد کے) رنگ کا اختلاف غذا،موسم (اور مکھی کی عمر وغیرہ) کے اختلاف کی بنا پر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر کسی علاقے میں کسی خاص پھل پھول کی کثرت ہو تو اس علاقہ کے شہد میں اس کا اثر وذائقہ ضرور ہوتا ہے۔شہد عموماً چونکہ سیال مادہ کی شکل میں ہوتا ہے اس لئے اسے شراب فرمایا۔(معارف القرآن ۳۵۲/۵)

(۲) آفاق سے دلائل توحید:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں انفس کے علاوہ آفاق سے بھی دلائل توحید بیان کئے ہیں۔ یہ دلائل منظّم اور مربوط نظام کائنات سے متعلق ہیں مثلاً تخلیق ارض وسماوات، دن اور رات کا اختلاف،سمندر کی پرخطر موجوں پر کشتی کا چلنا،سورج اور چاند کا اپنے مداروں میں سفر کرنا ،بارش کا نازل ہونا اور پھلوں کا اگنا وغیرہ ایسے دلائل ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کائنات کے نظام کو مربوط طریقے سے چلانے والا صرف اللہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں۔اگر کوئی اور خدا ہوتا تو کائنات کا نظام تباہ ہو جاتا نیز وہ اس نظام کے چلانے میں نہ تو تھکاوٹ محسوس کرتا ہے نہ ہی اسے اونگھ اور نیند آتی ہے۔آفاقی دلائل سے اہل عقل ودانش آنکھیں بند نہیں کر لیتے بلکہ ان پر غور وفکر کر کے اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے آفاقی دلائل کی جھلک اس انداز میں بیان کی ہے:

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنهاروالفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السمآء من مّآء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دآبة وّتصریف الرّیٰح والسّحاب المسخر بین السمآء والارض لا یٰت

لقوم یّعقلون (البقرہ ۲:۱۶۴)

بے شک آسمان وزمین کے پیدا کرنے میں ،دن اوررات کے آنے جانے میں اورکشتیاں جوسمندر میں چلتی ہیں ساتھ اس چیز کے جونفع دیتی ہےلوگوں کواور جوکچھ کہ اللہ نے آسمان سے پانی سے اتاراہے،پس زمین کواس کے مرنے کے بعددوبارہ زندہ کیااور ہرجانور سےاس میں (جانور) پھیلائے اورہواؤں کوپھیرنے اور بادلوں کوزمین وآسمان کے درمیان مسخر کرنے میں البتہ عقلمندقوم کے لئے نشانیاں ہیں۔

تخلیق ارض وسماوات :

اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی پیدائش کواپنی توحیدکی نشانی قرار دیاہے:

ومن اٰیٰتہ خلق السمٰوٰت والارض (الروم۳۰:۲۲)

زمین وآسمان کا پیدا کرنااس کی نشانیوں میں سے ہے۔

دوسرے مقامات پراللہ تعالی نے اسےمومنین اورمتقین کے لئے ایک نشانی قرار دیا:

خلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق ٗان فی ذلک لایۃ للمومنین (العنکبوت۲۹:۴۴)

اللہ نے آسمانوں اور زمین کوحق کے ساتھ پیدا کیا بے شک اس میں البتہ نشانی ہےمومنین کے لئے۔

وما خلق اللہ فی السمٰوٰت والارض لٰا یٰت لقوم یّتّقون (یونس ۱۰:۶)

یہ اللہ تعالی کی توحیدکی دلیل ہے کہ آسمان اورزمین اس کے حکم سےتخلیق ہوئے اوراس دلیل کاانکارمشرکوں نے بھی نہیں کیا بلکہ وہ بھی زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالی ہی کو مانتے ہیں۔

ولئن سالتھم مّن خلق السّمٰوٰت والارض لیقولن اللہ (الزمر۳۹:۳۸)

اوراگرتم ان سے پوچھوکہ کس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیاہے؟البتہ کہیں گےاللہ نے۔

زمین وآسمان کواللہ تعالی نے چھ دنوں میں تخلیق کیا۔اس تخلیق نے یہ ثابت کردیا کہ اللہ تعالی شرکا سے پاک ہے۔

خلق السّمٰوٰت والارض بالحق ٗتعٰلٰی عمّا یشرکون (النحل ۱۶:۳)

(اللہ تعالی نے) آسمانوں اورزمین کوحق کےساتھ پیدا کیاہے،اس چیز سے بلند ہے کہ شریک لاتے ہیں

(۲)دن اوررات کااختلاف:

دن اوررات کااختلاف اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے:

ومن ایتہ الّیل والنّھار (حٰمۤ سجدہ۴۱:۳۷)

اوراس کی نشانیوں میں سےرات اوردن ہیں۔

انَّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنّھار لاٰیٰت لاولی الالباب (ال عمران۳:۱۹۰)

بے شک زمین اورآسمانوں کی تخلیق میں اوردن اوررات کے آنے جانے میں البتہ عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

ومن ایته منامکم با لّیل والنهار وابتغآؤکم مّن فضله انَّ فی ذلك لاٰیٰت لّقوم یّسمعون (الروم۳۰:۲۳)

اوراس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا ہے اوراس کے فضل سے تمہارا تلاش کرنا ہے ۔ بے شک اس میں البتہ اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں ۔

توحید کی ایک نشانی جو ہماری روزمرہ زندگی میں نمودار ہوتی ہے وہ رات اور دن کا آنا جانا ہے۔انسان رات کوآرام کرتا ہےاور دن کومعاش کی تلاش میں نکلتا ہے۔ان دونوں چیزوں کا حاصل کرنا انسانی اسباب وکمالات کے تابع نہیں بلکہ دراصل عطاءحق ہیں۔

(۳)سورج اور چاند:

سورج اور چاند کواللہ تعالی نے اپنی وحدانیت کی نشانی قرار دیا ہے۔

ومن اٰیٰته الّیل والنّهار والشمس والقمر (حم سجده۴۱:۳۷)

اوراس کی نشانیوں میں سے رات اوردن اورسورج اور چاند ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

سورج کی سلطنت دن کو ہےاور چاند کی بادشاہت رات کو ہے۔رات ادھر کو جاتی ہے دن ادھر سے آتا ہے۔غرض ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کوڈر اور نہ بدنظمی کا خطرہ نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے اور رات نہ آئے ،نہ اس کے خلاف ۔ بلکہ ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ۔ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب وحاضر رہتا ہے ۔

قرآن مجید نے سورج اور چاند کے مربوط نظام کا تذکرہ یوں فرمایا:

لاالشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولاالیل سابق النهار (یٰسٓ۳۶:۴۰)

سورج کے لائق نہیں کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آنے والی ہے ۔

اللہ تعالی نے دنیا کے سالوں کے حساب کوسورج اور چاند سے وابستہ کردیا،ارشاد الٰہی ہے:

هوالذی جعل الشمس ضیآءً والقمر نورًا وقدّره منازل لتعلموا عددالسنین والحساب (یونس ۱۰:۵)

وہی ہے جس نے سورج کواجالا اور چاند کوروشن کیااوراس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اورحساب معلوم کرو

ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ (اللہ تعالی کے حکم سے) آفتاب ہی کی شعاعوں اوراس کی حرکت سے موسموں اورفصلوں میں تبدیلی ہوتی ہے سورج اور چاند کی رفتار کے لئے (اللہ تعالی نے)اپنے پیمانے مقرر فرمادیے،جس سے سال،مہینہ،تاریخ اورواقعات کا ایک ایک منٹ کا حساب معلوم کیا جا سکتا ہےاور چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔

رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا کہ دنیا کا کاروبار چلےاورلوگ آرام وسکون حاصل کریں اسی طرح

چاندوسورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔رات دن کی آمدورفت اورشمس وقمر کےطلوع وغروب کےساتھ انسانوں کے بےشمارفوائد وابستہ ہیں بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بغیر انسانی زندگی محال ہے۔خدا تعالی نے اپنے اقتدار کامل سے چاند ،ستاروں اورسورج کوہماری مزدوری پرلگارکھاہے،مجال نہیں کہ ذراسی سرتابی کرسکیں۔(تفسیرعثمانی،ص:۳۵۵)

(۴)بارش کانزول:

بارش بھی اللہ تعالی کی وحدانیت کی عظیم دلیل ہے۔ارشاد ہے:

ومن اٰیتہ یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السّمآء مآء فیحیی بہ الارض بعد موتھا انّ فی ذلک لاٰیٰت لقوم یّعقلون (الروم ۳۰:۲۴)

اوراس کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھا تا ہے جس سے ڈر بھی لگتا ہےاور امید بھی ہوتی ہےاورآسمان سے پانی برساتا ہے،جس سے وہ زمین کواس کے مردہ ہو جانے کے بعدزندگی بخشتا ہے،یقیناًاس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جوعقل سے کام لیتے ہیں۔

بجلی کی چمک سے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ بجلی گر کرکوئی نقصان نہ پہنچادے یعنی انسانی آنکھ کواندھا نہ کردے یا دوسری آسمانی آفات مراد ہیں اورامیداس بات کی کہ اس کے نتیجے میں رحمت کی بارش برسے۔بارش سے دوقسم کےفوائد حاصل ہوتے ہیں۔ایک مردہ زمین کازندہ ہونا،دوسرا پھلوں اور پھولوں کا حاصل ہونا۔

(ا)مردہ زمین کازندہ ہونا:

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ایسی زمین جس پر نہ گھاس ہے نہ ہی فصل اگتی ہےاورمردہ معلوم ہوتی ہے ۔اللہ تعالی بارش کونازل فرماتے ہیں تواس پرسرسبزوشاداب درخت،پودےاورکھیت لہلہانے لگتے ہیں:

واٰیۃ لّھم ارض المیتۃ احیینٰھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون (یٰسٓ۳۶:۳۳)

اوران کے لئے مردہ زمین نشانی ہے کہ ہم نے اس کوزندہ کیااورہم نے اس میں سےاناج نکالا۔

(۲)ثمرات کاحصول:

بارش سےحاصل ہونے والا دوسرافائدہ پھل اور پھول ہیں،ارشاد ہے:

وانزل من السّمآء مآء فاخرج بہ من الثّمرٰت رزقا لّکم (البقرہ۲:۲۲)

اورآسمان سے پانی اتاراپس اس کےساتھ پھلوں سےتمہارے لئے رزق نکالا

اللہ تعالی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اورمیوے اگاتا رہتا ہےجن کی شکل وصورت،رنگ ومزہ اورتاثیرایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔اس میں غور کرنے والے کے لئے اللہ تعالی کی قدرت کاملہ اورصنعت غریبیہ کے لئے بڑانشان ہے کہ ایک زمین،ایک ہوا ،ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھل پھول پیداہوتے رہتے ہیں۔(تفسیرعثمانی،ص:۳۵۵)

باب سوم

﴿اسلام کا تصورالہ﴾

مفہوم الٰہ:

الٰہ کا لفظ عام ہے اور ہر معبود پر بولا جاتا ہے، خواہ وہ معبود برحق یا معبود باطل۔ اسی لئے سورج کو **الاھۃ** کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات القرآن میں رقم طراز ہیں:

الٰہ کے اشتقاق میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ بعض نے کہا یہ الٰہَ (ف) **یَأْلَہُ فلان وتَألّہ** سے مشتق ہے، جس کے معنی پرستش کرنا کے ہیں۔ اس بنا پر الٰہ کے معنی ہوں گے معبود۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ الٰہَ (س) بمعنی تحیر سے مشتق ہے اور باری تعالیٰ کی ذات وصفات کے ادراک سے چونکہ عقول متحیر اور درماندہ ہیں ،اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا:

کل دون صفاته تحبير الصفات وضل هناك تصاريف اللغات

صفات کا عمدہ ہونا اللہ کی صفات کے آگے عاجز آ گیا ہے اور لغات کی گردشیں اس جگہ گم ہوگئی ہیں۔

اے بروں از وہم وقال وقیل من   خاک برفرق من وتمثیل من

انسان جس قدر صفات الٰہیہ میں غور وفکر کرتا ہے اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا

تفكروا فى آلاء الله ولا تفكروا فى الله

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کیا کرو اور اس کی ذات کے متعلق مت سوچا کرو

۳۔ بعض نے کہا ہے کہ الٰہ اصل میں **ولَاہٌ** ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل کر **الاہٌ** بنالیا اور **ولـہ** (س) کے معنی عشق ومحبت میں وارفتہ اور بےخود ہونے کے ہیں اور ذات باری تعالیٰ سے بھی چونکہ تمام مخلوق کو والہانہ محبت ہے اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ بعض نے کہا کہ یہ **لَاہ ،یَـلوہُ ،لِیَاھاً** سے ہے جس کے معنی پردہ میں چھپ جانے کے ہیں اور ذات باری تعالیٰ بھی نگاہوں سے مستور اور محجوب ہے اس لئے اسے اللہ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار (الانعام۶:۱۰۳)

وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔

نیز آیت کریمہ:

والظاهر والباطن (الحدید۵۷:۳)

میں **الباطن** کہہ کر بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الـــہ یعنی معبود درحقیقت ایک ہی ہے اس لئے ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کی جمع نہ لائی جائے لیکن اہل عرب نے اپنے اعتقاد کے مطابق بہت سی چیزوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ اس لئے **اٰلهة** (صیغہ جمع) استعمال کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

ام لهم اٰلهة تمنعهم من دوننا (الانبیا۲۱:۴۳)

کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں کہ ان کو مصائب سے بچائیں۔

(مفردات القرآن، ج:۱ص:۳۹،۴۰)

قاضی سید محمد سلیمان منصور پوری بڑے عمدہ انداز میں الٰہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لا الٰہ الا اللہ

۱۔یعنی ہرایک شے جس کا الٰہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔

۲۔ ہرایک معبود باطل جسے بطور معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔

۳۔ ہر شے جو انسان کے دل پر تسلط کر لینے والی ہے۔

۴۔ ہر شی جس کی محبت دیگر انواع محبت پر غالب آسکتی ہے۔

۵۔ ہر شے جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہے۔

۶۔ ہر شی جس کی نسبت کسی کمال ذاتی کا وہم وگمان کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ ہر وہم وگمان جو کمال غیر کا توہم پیدا کرنے والا ہے۔

ان سب کی نفی کلی کر دی جاتی ہے،سب کو خنجر لا سے ذبح کر دیا جاتا ہے،اثبات صرف اسم اللہ کا ہوتا ہے۔(شرح الاسماء الحسنٰی،ص:۳۷)

الاله(جل جلاله):

اللہ تعالی کا اسم جلالت اللہ ہے لیکن الٰہ بھی اسی کا ذاتی نام ہے۔بعض نے تو لفظ اللہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف ولام تعریف داخل شدہ ہے۔گواب کثرت استعمال سے وہ خود نفس کلمہ بن گیا۔لہذا ثابت ہوا کہ’’الٰہ ‘‘ہمارے مالک کا ذاتی اسم ہے۔کلمہ طیبہ میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال نفی کی حالت میں ہوا ہے،غور کرو:

لا اله الا الله نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے

لا تجعلوا مع الله الٰها آخر (الذاریات۵۱:۵۱) اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہ ٹھہراؤ

الم ،الله لا اله الا هو (ال عمران ۳:۲) الم،اللہ اسی کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لیکن بحالت اثبات بھی اس اس پاک کا استعمال قرآن مجید میں بکثرت ہوا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ اسمائے حسنی کے زیل میں اس کا جداگانہ شمار رکھا جائے۔

والٰهكم الٰه واحد (البقرہ۲:۱۶۳) تمہارا تو وہی واحد الٰہ ہے

وهو الذی فی السمآء الٰه وفی الارض الٰه (الزخرف ۴۳:۸۴) وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور جو زمین میں الٰہ ہے

لااله الا انت سبحانك(الانبیاء۲۱:۸۷) الٰہ تو ہے تیرے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔

نعبد الهك واله اٰبائك(البقرہ۲:۱۳۳) ہم تیرے الٰہ کی اور تیرے آباؤاجداد کے الٰہ کی عبادت کیا کریں گے۔

اس اسم کے خصائص میں سے ہے کہ عبادت،دعوت،وحدت کو اس سے خاص تعلق ہے۔جہاں کہیں یہ اسم ہوگا صفات بالا میں سے کسی نہ کسی صفت کا ظہور اس جگہ ضرور ہوگا۔اس اسم سے تخلق (Habitulize) پیدا نہیں ہوسکتا البتہ تعلق پیدا ہوسکتا ہے۔تعلق پیدا

کرنے کے لئے اول اعتقاد وحدت ضروری پھر دعوت ہوتو اسی نام کی ہو،عبادت ہوتو اسی نام کی ۔ یہ اسم پاک تفرید وتوحید میں ایک خاص شان رکھتا ہے ۔شرک جلی تو کیا شرک خفی بھی اس کی بارگاہ میں قدم نہیں رکھ سکتا ۔توحید اور وہ بھی نہایت خالص تفرید اور وہ بھی نہایت صادق ۔ جب بندہ کو حاصل ہوجائے تب پاک اسم کے انوار متجلی ہوتے ہیں ۔ بندہ کی انانیت گم ہوجاتی ہےاور عبودیت (Being God slave)وضوح تام(Complete Clarification) کے ساتھ نمایاں ہوجاتی ہے ۔اس کے بعد عرفان صحیح اور یقین تام کا فیضان شروع ہوجاتا ہےاور انہی دوشہ پروں کے ساتھ بندہ کو ترقی پر ترقی ،عروج پر عروج ملتا رہتا ہے،حتی کہ عبد کامل امام الرسل محمد مصطفی ﷺ کی متابعت کا تاج اسے پہنا دیا جاتا اور **وجعلنا للمتقین اماما** کے تخت پر متمکن کردیا جاتا ہے ۔(شرح اسماء الحسنیٰ :۴، ۱۷۵،۱۷)

۳ ۔الہ سے مراد وہ ذات ہے جو عالم الغیب ،قادر علی الاطلاق ، مالک ومختار ،حاجت روا اور مشکل کشا ہونے کی وجہ سے تمام عبادات مالیہ ،بدنیہ اور لسانیہ کی مستحق ہو جسے حاجات میں پکارا جائے ،مصائب وبلیات میں جس کی پناہ ڈھونڈی جائے ،جس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس کی نذریں اور منتیں دی جائیں اور رنج وبلا اور قحط وبا میں جس کی دہائی دی جائے اس سے مدد طلب کی جائے ۔(جواہر القرآن ، ج:۱،ص:۷۹)

۴ ۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اللہ کے مادہ میں لکھا ہے:

قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے کہ الہ کا لفظ اسلام سے پہلے عربوں میں مطلقا معبود کے لئے مستعمل تھا یہ معبود خواہ باطل ہو یا حق ۔

۵ ۔بعض شعراء نے **الالہ** کا لفظ اسلام سے پہلے عربوں میں مطلقا معبود کے لئے مستعمل تھا یہ معبود خواہ باطل ہو یا حق ۔

ومعاذ الالہ ان تکون کظبیة　　　　ولا دمیة ولا عقلیة ربرب

یعنی خدا کی پناہ وہ محبوبہ آھو یا بت یا جنگلی گایوں کے گلے کی ملکہ کی مانند ہو

تعصی الالہ وانت تظھر حبه　　　　ھذا لعمری فی القیاس بدیع

اے مخاطب تو الہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے حالانکہ تو اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے

میری زندگی کی قسم قیاس کے اعتبار سے یہ بڑی عجیب بات ہے ۔

وضم الالہ اسم النبی مع اسمه　　　　اذ قال فی الخمس المؤذن اشھد

اورالہ(اللہ) نے اپنے نام کے ساتھ پیغمبر کے نام کو شامل کرلیا۔ جب اذان دینے والا پانچ

اوقات نماز میں اشھد بولتا ہے ۔(الکشاف ، ج:۱،ص:۵)

۶ ۔انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ہے:

Ilah(A)pl,aliha "deity" appears in pre islamic poetry....as an impersonal divine name,although proceded by the article :for the christian and the monotheists,Al-Ilah evidently means God for the poets,it means merely " the one who is worshipped",So that al-ilah indicates: "the god already mentioned"or "the god of whom the poet is thinking "and this use has survived to the present day (Abdal-Ilah) but Ilah without article seems to have been used only

in the islamic period to indicate a specific deity.

الہ جمع الھۃ (دیوتا) قبل از اسلام کی شاعری میں ایک غیر ذاتی معبود کے نام کے طور پر آیا ہے مگر اس سے پہلے حرف تخصیص (ال) استعمال ہوا ہے۔عیسائیوں اور موحدین کے نزدیک الالہ کے ظاہری معنی اللہ ہیں شاعروں کے نزدیک اس کے معنی صرف معبود ہیں ۔لہذا الالہ سے مراد مذکورہ معبود یا معبود ہستی جس کا خیال شاعر کے ذہن میں موجود ہے یہ استعمال آج تک باقی ہے۔لیکن حرف تخصیص کے بغیر الہ کا لفظ صرف اسلامی دور میں استعمال ہوا ہے جو ایک مخصوص معبود ہستی ہے۔(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج:۳، ۱۹۷۱، مطبوعہ لندن)

﴿اہل عالم کے خودساختہ معبودوں کی مختصر داستان﴾

دنیا میں شرک حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی عرصہ میں پھیلا۔شرک کا آغاز ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی مورتیوں کے بنانے سے ہوا۔امام بغویؒ نے اس سلسلہ میں نقل کیا ہے کہ یہ پانچوں دراصل اللہ تعالی کے نیک بندے تھے، جو آدم و نوحؑ کے درمیانی عرصہ میں گزرے تھے۔ان کے بہت سے لوگ معتقد اور متبع تھے۔ان لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ایک عرصہ ان کے نقش قدم پر عبادت اور اللہ کے احکام کی اطاعت جاری رکھی۔کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے ان کو سمجھایا کہ تم اپنے جن بزرگوں کے تابع عبادت کرتے ہو اگر ان کی تصویریں بنا کر سامنے رکھا کرو تو تمہاری عبادت بڑی مکمل ہو جائے گی اور خشوع وخضوع حاصل ہوگا۔یہ لوگ اس فریب میں آ کر ان کے مجسمے بنا کر عبادت گاہ میں رکھتے اور ان کو دیکھ کر بزرگوں کی یادتازہ ہو جانے سے ایک خاص کیفیت محسوس کرتے۔یہاں تک کہ اس حال میں یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے مر گئے اور بالکل نئی نسل نے ان کی جگہ لے لی تو شیطان نے ان کو یہ پڑھایا کہ تمہارے بزرگوں کے خدا اور معبود بھی بت تھے۔وہ انہی کی عبادت کیا کرتے تھے۔یہاں سے بت پرستی کا آغاز ہوا۔

انہی پانچ بتوں کی عبادت پر کمر بستہ ہوکر قوم نوح کے افراد نے کہا

وقالوا لا تذرن اٰلھتکم ولا تذرنّ ودًّا وّلا سُواعاً وّلا یغوث ویعوق ونسراً(نوح۷۱:۲۳)

اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی صورت میں نہ چھوڑنا

اس واقعہ کا ثبوت قرآنی شہادت کا مرہون منت ہے۔اس بت پرستی پر قوم نوح عذاب الٰہی کی موجوں میں غرقاب ہوئی۔مگر ابتدائی بت پرستوں اور اسلاف پرستوں کی ہلاکت شرک کے خاتمے پر منتج نہ ہوئی۔بلکہ دنیا میں اس کے بعد معبودان باطلہ کی پرستش کا ایک اور سلسلہ قائم ہو گیا اور انبیا و ملائکہ سے لے کر بعض حقیر چیزوں تک کی پرستش کی گئی۔جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ قوم نوح کے بعد قوم عاد کو زمین میں بسایا گیا۔عاد بت پرست تھے اور اپنے پیش رو قوم نوح کی طرح صنم تراشی اور صنم پرستی میں ماہر تھے۔تاریخ قدیم کے بعض ماہرین کہتے ہیں کہ ان کے معبودان باطل بھی قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث یعوق اور نسر ہی تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک اثر منقول ہے کہ ان کے ایک صنم کا نام صمود اور ایک کا نام ہتار تھا۔صدا بھی ان کا مشہور بت تھا ۔(البدایہ والنھایہ، ج:۱ بحوالہ قصص القرآن، ج:۱، ص:۸۲)

۲۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود آئی ثمود اپنے پیشروؤں کی طرح بت پرست تھے وہ خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطلہ کے پرستاراور شرک میں مبتلا تھے۔

☆۔عرب کی دینی تاریخ کا آغاز حضرت ابراہیمؑ سے ہوتا ہے۔حضرت ابراہیمؑ سے قبل سارے عالم میں ضلالت وگمراہی چھائی ہوئی تھی۔روئے زمین پرکوئی ایک قوم بھی خدائے واحد کی پرستش کرنے والی نہ تھی۔انسان خدائی کا دعویدار تھا چناں چہ حضرت ابراہیمؑ کے وطن بابل میں نمرود اپنے مجسمہ کی عبادت کرواتا اور طاقت کے زور سے اپنی خدائی منواتا تھا۔حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

ما هٰذه التّما ثيل الّتى انتم لها عٰكفون (الانبیا۲۱:۵۲)

یہ کیا مورتیں ہیں جن کے آگے تم دھرنا دیے بیٹھے ہو؟

قرآن مجید کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ سورج، چاند، ستاروں کی پرستش بھی کرتی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوئے بڑے بڑے مصلحین نے اخلاق کی صدائیں بلند کی ہیں اور ان کا وقتی طور پر اثر بھی ہوا ہے۔لیکن زود فراموش انسان نے توحید واخلاق کا یہ سبق بہت جلد فراموش کر دیئے۔بعض پیغمبروں کو خدا کا بیٹا قرار دے کران کی عبادت شروع کر دی گئی۔اس سلسلہ میں یہودیت اور عیسائیت سرفہرست ہیں۔چنانچہ پانچویں صدی عیسوی کے اختتام پر زمین کے کسی حصہ میں کوئی حقیقی خداشناس قوم باقی نہ رہی اور جن قوموں میں نورالٰہی کی کوئی کرن باقی تھی تو اس پر جہالت کے اتنے تو بر تو حجاب پڑ گئے تھے کہ اس کی اصلی صورت کی شناخت ناممکن تھی۔

راع:

سلطنت مصر کا بادشاہ صرف بادشاہ نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ راع یعنی سورج کا اوتار مانا جاتا تھا اور اس لئے فرعون کے لقب سے ملقب تھا۔مصریوں کے عقیدہ میں تربیت کائنات کا معاملہ ''راع'' دیوتا کے سپرد تھا اور دنیا میں اس کا صحیح مظہر شاہ مصر فرعون تھا۔(قصص القرآن ج:ا،ص:۳۳۳)

مصری مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے جن میں سے بعض تو خاص خاص قبیلوں اور علاقوں کے تھے، جیسے نیفات، فتاء اور مات اور بعض عالمگیر قوتوں کے الگ مظاہر تھے جیسے اوزیرس عالم آخرت کا خدا' میہ ادرت آسمان کا خدا' کینمو جسم بنانے والا' ایزیر روح بخشنے والی دیوی۔طوطا عمر کی مقدار مقرر کرنے والا' ہوراس درد وغم دور کرنے والا' حاثو (گائے) رزق بخشنے والی دیوی اور ان سب سے بلند تر آمن راع تھا یعنی سورج دیوتا۔نیز مصریوں میں الوہیت آمیز شاہی کا تصور بھی پوری طرح نشو ونما پا چکا تھا اور تاجداران مصر نے نیم خدا کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ان کا لقب ''فاراع'' اس لئے ہوا کہ وہ راع یعنی سورج دیوتا کے اوتار سمجھے جاتے تھے۔(ترجمان القرآن ،ج:۲،ص:۶۲ ۴،دائرۃ المعارف للبستانی ج:۵،مادہ ''راع'')

بنی اسرائیل نے فرعون سے آزادی کے بعد پہلا مطالبہ یہ کیا کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود (بت) بنادے جیسا کہ یہ پجاری بت خانہ میں بیٹھے پوج رہے ہیں۔بنی اسرائیل انبیا کی اولاد تھی لیکن ان میں باپ دادا سے ورثہ میں ملنے والے اثرات ایک حد تک موجود تھے۔تاہم

صدیوں سے مصری بت پرستوں کے ساتھ زندگی گزارنے اوران کے حاکمانہ اقتدار میں غلام رہنے کی وجہ سے ان میں صنم پرستی کا جذبہ کافی سرایت کر چکا تھا اور وہی جذبہ تھا جو آج پجاریوں کو دیکھ کران میں ابھر آیا اور وہ موسی علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کر بیٹھے۔(قصص القرآن ج:ا،ص:۳۸۵)

حضرت قتادہ نے کہا ہے وہ قوم لخم تھی اور وہ رقہ میں اترے ہوئے تھے اور بعض نے کہا ان کے بت گائے کے مجسمے تھے۔(زادالمسیر ،ج:۲،ص:۱۹۴)۔

اسی لیے سامری نے ان کے لیے بچھڑا نکالا تھا۔گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اوران کے مذہب میں اس کو بہت اہمیت حاصل تھی،اسی لئے ان کے ایک بڑے دیوتا (حورس) کا منہ گائے کی شکل کا تھا اور وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کرہ زمین گائے کے سر پر قائم ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست اقوام میں گائے کی تقدیس اور گوسالہ پرستی مشترک عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے،اسی لئے ہندوستان ،عراق،چین،ایران،اور جاپان کے بت پرستوں میں اس کی اہمیت یکساں نظر آتی ہے۔(قصص القرآن ج:ا،ص:۳۹۵)

بعل:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقين (الصٰفٰت۳۷:۱۲۴)

کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔

بعل کی تفسیر میں اختلاف ہے۔اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہاں بعل سے مراد بت ہیں جبکہ علما کی ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ یہاں بعل سے مراد فرشتہ ہے۔ابن اسحاق کے نزدیک اس سے مراد وہ عورت ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بعلا کا معنی رب بیان کیا ہے۔نحاس نے بت اور رب دونوں اقوال کو صحیح قرار دیا ہے کہ تم بت کی عبادت کرتے ہو جسے تم نے رب بنایا ہے۔

حضرت الیاسؑ کی قوم مشہور بت بعل کی پوجا کرتی تھی۔یہ مشرق میں آباد شامی اقوام کا سب سے زیادہ مشہور اور مقبول دیوتا تھا۔یہ بت مذکر تھا اور زحل یا مشتری کا مثنی سمجھا جاتا تھا۔فینیقی ،کنعانی ،موآبی اور مدیانی قبائل خاص طور پر اس کی پوجا کرتے تھے۔اس لئے بعل کی پرستش زمانہ قدیم سے ہورہی تھی اور موآبی اور مدیانی اس کو حضرت موسی علیہ السلام کے عہد سے پوجتے چلے آرہے تھے۔چنانچہ شام کا مشہور شہر بعلبک بھی اسی کے نام سے منسوب تھا اور حضرت شعیبؑ کو مدین میں اسی کے پرستاروں سے واسطہ پڑا تھا،بعض مورخین کے خیال میں حجاز کا مشہور بت ہبل بھی یہی بعل ہے۔

اس کی عظمت کا یہ حال تھا کہ وہ مختلف مربیانہ عطاؤنوال کی وجہ سے مختلف ناموں کے ساتھ موسوم تھا۔چنانچہ تورات میں سامی قوموں کی پرستش بعل کا ذکر کرتے ہوئے بعل کو بعل بریث اور بعل فغور کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے اور عقرینیوں کے یہاں بعلز بوب کا اوراضافہ پایا جاتا ہے،کلدانیوں کے ہاں بعل باء کی زیر کے ساتھ بولا جاتا ہے۔اور وہ اکثر بیل اور بیلوس یا بعل اور بعلوس بھی کہتے ہیں۔سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی مالک،سردار،حاکم اور رب کے آتے ہیں۔اسی لئے اہل عرب شوہر کو بھی بعل کہتے ہیں،لیکن جب بعل پر الف لام لے آتے ہیں یا کسی شے کی جانب اضافت کر کے بولتے ہیں تو اس وقت صرف دیوتا اور معبود مراد ہوتا ہے۔

یہود یا مشرقی اسرائیلیوں کے ہاں بعل کی پرستش کے لئے مختلف موسموں میں عظیم الشان مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں اوراس کے لئے بڑے ہیکل اور عظیم الشان قربان گاہیں بنائی جاتی تھیں اور کاہن اس کو بخورات کی دھونی دیتے اوراس پر طرح طرح کی خوشبوئیں چڑھاتے تھے اور کبھی کبھی اس کوانسانوں کی بھینٹ بھی دی جاتی تھی۔کتب تفسیر میں منقول ہے کہ بعل سونے کا تھا،(لمبائی بیس ہاتھ یا) بیس گز کا قد تھااوراس کے چار منہ تھے۔اس بت کی وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہوئے۔اس کی خدمت پر(سویا) چار سوخادم مقرر تھےاوران افراد کواس کے انبیا بنایا۔شیطان بعل کے پیٹ میں داخل ہوتا اور گمراہی کی باتیں کرتا۔یہی لوگ شام کے علاقہ میں اہل بعلبک کہلاتے۔(تفسیر قرطبی،قصص القرآن ج:۲،ص:۲۶،۲۷)

دجون:

چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں فلسطینیوں نے ایک جنگ کے بعد تابوت سکینہ حاصل کیا۔اسے اپنے مشہور مندر بیت دجون میں رکھ دیا۔یہ مندران کے سب سے بڑے دیوتا''دجون'' کے نام سے موسوم تھا۔دجون کا جسم انسانی چہرہ اور مچھلی کے دھڑ سے مرکب بنایا گیا تھااوراسی مندر میں نصب تھا۔نجار مصری کے نزدیک فلسطین کے مشہور شہر رملہ کے قریب آج بھی بیت دجون نام کی بستی موجود ہے،جس کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ تورات میں مذکورہ مندر یہیں واقع ہوگا۔(قصص القرآن ج:۲،ص:۳۳)

☆۔ ایران،روم اور ہندوستان کے تمام روحانی مراکز میں توحید کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ایرانی قوم کبھی توحید خالص سے آشنا نہ ہوئی تھی کیونکہ زرتشت اور مانی نے جو اخلاقی آگ روشن کی تھی وہ اہرمن اور یزداں کا گورکھ دھندا بن چکی تھی۔زرتشت کی تعلیمات''اوستا'' کے حوالے سے ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس میں ہے:

> آفتاب کوسجدہ کرنا چاہیےاوراس سے دعا کرنی چاہیے۔آگ کو پوجنا چاہیے۔ایک نیکی کا خدا ہے جسے ایزد کہتے ہیں اور دوسرا بدی کا خدا ہے جو اہرمن کہلاتا ہے (نعوذ باللہ)(مقدمہ دیوان العبر ،ج:۲:ص:۵۶)

تاریخ ایران کا مصنف ایرانیوں کے بارے میں رقمطراز ہے:

> آہورمزدا کا تصور انسانی فہم سے بالا تھا،اس لئے وہ آگ کومظہر خداوندی سمجھتے تھے اوراس کی پرستش کرتے تھے۔اس غرض کے لئے اہم مقامات پر آتش کدے بنائے گئے۔(تاریخ ایران،ج:۱،ص:۱۰۸)

> موجودہ زمانے کے پارسی اب بھی آگ کو خدا سب سے بڑا مظہر سمجھتے ہیں ۔۔۔چونکہ یزداں کوروشنی کا منبع خیال کیا جاتا ہے،اس لئے آگ کی تعظیم کرنے لگےاور آخرکار آگ ہی کے پجاری بن گئے۔(تاریخ ایران،ج:۱،ص:۷۹)

شاہنامہ اسلام کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

متاع فارس کوآتش کدوں نے خاک کرڈالا
یہ پاک آتش ملی ایسی کہ قصہ پاک کرڈالا

ایرانی صرف آتش پرستی تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اور بھی کئی چیزوں کو خدا کا درجہ دیا۔ پروفیسر مقبول بیگ رقمطراز ہیں:

اگر چہ قدیم ایرانی باشندے آفتاب کے معتقد تھے لیکن آفتاب کی پرستش پانچویں صدی قبل مسیح میں کے آخر میں شروع ہوئی۔ یہ لوگ آفتاب کی قسم کھاتے اور جنگ کے موقع پر آفتاب سے مدد مانگتے تھے۔اس زمانہ میں آگ اور آفتاب کے علاوہ پانی، ہوا اور روشنی کو بھی مقدس سمجھتے تھے یہاں تک کہ انہیں بھی ایزدیت کا درجہ دیا گیا اور ان سب کے نام پر جانوروں کی قربانیاں دی جاتی تھیں جو کسی مغ (آتش پرستوں کے روحانی پیشوا) کی موجودگی میں ہوئی تھیں۔(تاریخ ایران، ج:۱،ص:۱۹۵)

پانچویں صدی قبل مسیح میں بابل کی مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے آرڈبلیوراجز لکھتے ہیں:

ہیکل مردوک (بابل کا سب سے بڑا دیوتا) رب النوع سمجھا جاتا تھا۔ بابل کا بادشاہ اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا کرتا تھا اور حکومت کی ہر سالگرہ پر بادشاہ اسی طرح مردوک کے بازو پر ہاتھ رکھ کر عقیدت کا اظہار کیا کرتا تھا۔(تاریخ ایران، ج:۱،ص:۱۰۸)

☆۔قبل از اسلام شام کی عربی ریاستوں پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر فلپ کے حتی لکھتے ہیں:

نبطی مذہب کا نمونہ وہی تھا جو سامیوں میں عام تھا یعنی زرخیزی کے متعلق چند رسمیں ادا کی جاتی تھیں، جن کا تعلق کھیتی باڑی سے تھا۔ بلند مقامات اور کھڑے پتھروں کی پوجا کا پرانا طریقہ رائج تھا۔نبطیوں کے تمام دیوتاؤں میں سب سے بڑا دوشارا(**ذوالشریٰ** یا دوسارس) تھا۔ جس کی پرستش پتھر کی ایک بلند لاٹ یا اناگھڑ چار گوشہ سیاہ پتھر کی شکل میں کی جاتی تھی۔ایک نبطی معبد کے کھنڈر دریافت ہوئے ہیں جو بحیرہ لوط کے جنوب مشرق میں خربۃ التنور کے نام سے مشہور تھا۔ یہ پہلی صدی مسیح میں بنا تھا۔اصل معبد صندوق کی شکل کا تھا اور اسے کعبہ سے مشابہت تھی۔ذوالشریٰ کے ساتھ ہی لات کی پوجا ہوتی تھی جو عربوں کے نزدیک بڑی دیوی تھی۔ یہ دراصل چاند کی دیوی تھی۔ان کے علاوہ نبطی دیوی اور دیوتاؤں کا ذکر ہے۔ان میں منات عزیٰ اور ہبل نام بھی کتبوں میں آئے ہیں۔آرامیوں کی دیوی اتارعاتس خربۃ التنور میں رکھی گئی تھی۔ یہ غلوں، سبزیوں کے پتوں، پھلوں اور مچھلی کی دیوی تھی۔ یہاں کی متعدد دیویاں تدمر، دور یوروپس، ہیراپولس اور ہیلو پولس کی دیویوں سے ملتی جلتی تھیں۔ سانپوں کی پوجا بھی مذہب کا جزو تھیں۔

(تاریخ شام،ص:۳۰۶)

جب سرزمین شام پر یونانیوں کا تسلط ہوا تو ان کی آتش پرستی شام پر بھی اثر انداز ہوئی۔ بقول حفیظ جالندھری

ہوئے قابض زمین شام پر شاہان یونانی
مقابل ہوگئے آتش پرستوں کے یہ نصرانی

☆۔ روم وایران کی مذہبی حالت ایران وشام سے بھی زیادہ زبوں تھی ۔اصل عیسائیت مدتوں پہلے پال کے ہاتھوں مسخ ہو چکی تھی ۔حضرت عیسیٰؑ ،مریم اورروح القدس کی شخصیت اورمرتبے کے تعین نے بیسیوں فرقوں کوجنم دیا،جن میں ہمیشہ کشت وخون بپا رہتا۔توحید کی جگہ تثلیث اومشرکانہ رسوم نے لے لی تھی۔حضرت عیسیٰؑ ومریمؑ کے بتوں کی پرستش ہوئی۔دین کی باگ گمراہ اور دنیا پرست پادریوں کے ہاتھ میں تھی۔ہر پادری ایک بااختیار خدااورمسجودخلائق تھا، نیزاس کی قبرعبادت خانہ تھی۔تاریخ اسلام، ج:ا،ص:۸)
ابن خلدون عیسائیوں کی مذہبی حالت پرتبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک مدت تک عیسائی (اوران کے بطریق اوراساقفہ) دین مسیحی کے قائم رکھنے پراسی طرح قائم رہے جیسا کہ حواریوں نے قوانین وعقائد اور مذہبی احکام مقرر کئے تھے۔اس کے بعد ان کے عقائد میں اختلاف ہوگیا اورشریعت و پابندی احکام شرع سے بالکل علٰحدہ ہوکر تثلیث کے قائل ہو گئے حالانکہ حواریان مسیح العیاذ باللہ ایسے نہ تھے۔اوراس غلطی کی وجہ مسیح کا ظاہر کلام ہے۔کیونکہ عیسائیوں نے نہ تو اس کی تاویل کی اور نہ ہی اس کے معانی سمجھ سکے مثلاً عیسائیوں کے گمان میں مسیح نے بوقت صلیب کہا تھا کہ میں اپنے اورتمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں یا یہ کہا تھا کہ تم ایسی ایسی نیکیاں کروتا کہ اپنے آسمانی باپ کے بیٹے بنو یا یہ کہ انجیل میں بحق مسیح ابن الوحید کہا گیا ہے(ابن الوحید سے مراداکلوتا بیٹا ہے) جس بنا پر شمعون نے مسیح کوابن اللہ حقیقتاً مان لیا۔پس جبکہ ظاہری الفاظ سے یہ بات مان لی گئی تو عیسائیوں نے یہ گمان کیا کہ عیسی بن مریم قدیمی باپ سے پیدا ہوئے ہیں اوراس کا اتصال مریم کے ساتھ ایک روح کے ذریعہ سے ہوا ہے جو کہ جسد مسیح میں حلول کرگئی تھی پس جسم اورروح کے مجموعہ کا نام بیٹا ہوااوروہ ناسوت کلی قدیم ازلی ہےاورمریم سے الہ ازلی پیدا ہوا۔قتل اورصلیب جسم پرواقع ہوا ہےاوران دونوں کووہ ناسوت اورلاہوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ایک مدت تک عیسائی اسی عقیدے کے معتقد رہے۔
(تاریخ ابن خلدون ج:۲،ص:۳۱،۳۲)

نیقیہ کونسل میں حضرت مسیحؑ سے متعلق جومتفقہ عقیدہ قرار پایااس کے متن میں یہ درج ہے:

(نومن)۔۔۔بالابن الوحيد اليشوع المسيح ابن الله ذكر الخلايق كلها وليس بمصنوع اله حق من جوهر ابيه۔۔۔الخ

(اورایمان لاتے ہیں ہم)اکلوتے بیٹے الیشوع مسیح خدا کے بیٹے پر جوتمام خلائق سے بہتر ہیں اورمصنوع نہیں سچا الہ ہے۔۔۔الخ

حفیظ جالندھری نے عیسائی عقائد کی تصویراپنے اشعار میں کچھ اس طرح کھینچی ہے:

یہ پیروہوگئے آخر مسیح ابن مریم کے تولازم تھا کہ ان کے دل میں نور ایمان کا چمکے

مگر یہ سب پجاری بن گئے تصویرِ عیسی کے   رکھا مریم کا بت بھی ساتھ اندر کلیسا کے
اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا   کہ عیسی کو خدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا

آنحضورؐ کی بعثت سے قبل عربوں کی مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے معین الدین ندوی نے لکھا ہے:

خود عرب کی حالت جہاں ابراہیمؑ نے توحید الٰہی کا صور پھونکا تھا اور خدا کی بے آمیز پرستش کے لئے سب سے پہلا خانہ خدا بنایا، دوسری اقوام سے کچھ بہتر نہ تھی، گو وہ دین ابراہیمی کے پیرو تھے، لیکن اس کی صورت بالکل مسخ ہو چکی تھی اور توحید کا رخ زیبا شرک اور بت پرستی کے اوہام میں چھپ کر رہ گیا تھا، خدائے واحد کے ساتھ اور بہت سے کارساز شریک ہو گئے تھے۔ بتوں کو مظہر خدا مان کر ان کی پرستش کرتے تھے، سینکڑوں بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ ان میں لات، منات، ہبل اور عزی زیادہ باعظمت تھے۔ ہبل خاص خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا، تمام عرب اس کی پرستش کرتا تھا۔ قبائل کے بت علیحدہ علیحدہ تھے۔ منات اوس اور خزرج کا تھا۔ لات ثقیف کا، عزی غطفان کا، عزی کی پرستش ارکان حج میں داخل تھی، ان بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑے جاتے تھے، ان پر انسانوں کی قربانیاں ہوتی تھیں، بتوں کے نام کی تیروں کے ذریعہ سے قرعہ اندازی ہوتی تھی، ان کے علاوہ سینکڑوں لکڑی اور مسالے کے خانہ ساز اور خانگی خدا تھے۔ (تاریخ اسلام، ج:ا، ص:۱۰، ۱۱)

عرب کی طرح ہندوستان بھی بت پرستی کا مرکز تھا۔ اس وقت ہندوؤں کے تین اوتار برہما جی، ویشنو جی اور شیو جی تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی۔ رام چندر اور کرشنا ہندوؤں کے قومی ہیروز تھے۔ شرک ہمیشہ سے ہندوستان کے خمیر میں رہا ہے۔ پرانے دور میں شرک انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اوہام پرستی نے کروڑوں خدا بنا دیئے تھے۔ زمین سے لے کر آسمان تک ہر شے خدا تھی۔ بقول ایک ہندو مورخ کے خداؤں کی تعداد ہندوستان کی آبادی زیادہ بڑھ گئی تھی اور ایک ایک آدمی پر کئی کئی خدا کا اوسط پڑتا تھا۔ ہندوستان بتوں اور گائے کی پوجا کا مرکز ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سورہ انعام کی پہلی آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

مجوس دنیا کے لئے دو خالق مانتے ہیں ''یزدان'' جو خالق خیر ہے اور ''اہرمن'' جو خالق شر ہے۔ اور دونوں کو نور وظلمت سے ملقب کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشرک تینتیس کروڑ خداؤں کے قائل ہیں۔ آریہ سماج باوجود ادعائے توحید ''مادہ'' اور ''روح'' کو خدا کی طرح غیر مخلوق اور انادی کہتے اور خدا کو اپنی صفت تکوین وتخلیق وغیرہ میں ان دونوں کا محتاج بتلاتے ہیں۔ عیسائیوں کو باپ بیٹے کا توازن وتناسب قائم رکھنے کے لئے آخر تین میں ایک اور ایک تین کا مشہور عقیدہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ یہودیوں نے خدا تعالی کے لئے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اس کا ہمسر بلکہ اس سے برتر ہوسکتا ہے۔ عرب کے مشرکین نے تو خدائی کی تقسیم میں اس حد تک سخاوت دکھائی کہ شاید ان کے نزدیک پہاڑ کا ہر پتھر، نوع انسانی کا معبود بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ غرض آگ، پانی، سورج، ستارے، درخت، پتھر، حیوان، کوئی چیز لوگوں نی نہ چھوڑی جسے خدائی کا کچھ نہ دیا اور عبادت واستعانت وغیرہ کے وقت اسے خدا کے برابر نہ بٹھایا ہو۔

چین میں تاؤلنگ کو اس اعلان پر معبود مان لیا گیا کہ اس نے ایک ایسا شربت تیار کیا ہے کہ جو شخص اس کو پی لے گا وہ حیات جاودانی حاصل کر لے گا۔ اس طرح شرک، سحر وفسوں اور توہم پرستی ان کے مذہب میں شامل ہے۔

کنفیوشس کی تعلیمات میں توحید پائی جاتی تھی مگر اس کے بعد بزرگوں اور فطری ارواح کی پرستش پھر سے مذہب کا جزو لاینفک بن گئی۔ توحید پرستی کی جگہ ارواح، فطرت () اور شیاطین پرستی عقیدہ میں شامل کی گئی۔

جاپان کا شنٹو ازم مظاہر پرستی کا قائل ہے۔ یہ ان گنت دیوتاؤں کا قائل ہے۔ جس میں مظاہرات فطرت، بادشاہ، قومی بہادر اور

آباؤاجداد شامل ہیں جنہیں دیوتا کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔

یورپ تثلیث پرستی کا شکار ہے۔ روس وجود خدا کے انکار پر مبنی نظریے کا ملک ہے۔ بعض مسلم ممالک میں بھی اسلاف پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی جیسے عقائد سرایت کرتے جا رہے ہیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اس عنوان کے ساتھ کہ ''اللہ کے سوا کس کس کو معبود بنایا گیا'' فرماتے ہیں:

ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، مولویوں اور پیروں کو خواہ وہ نیک ہوں یا بد، لیکن ان بروں کو بھی نیک خیال کر کے معبود بنایا گیا۔ سورج اور ستاروں کو، جنات اور بالخصوص شیطان کو، انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی قبور کو، جن درختوں کے نیچے انبیاء عظام اور اولیائے کرام بیٹھتے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ قبور اور درخت وغیرہ کی جگہوں میں بھی اصل انبیاء کرام اور اولیائے عظام ہی کو معبود خیال کیا جاتا تھا۔ (جواہر القرآن، ج:۱، ص:۲۷، ۲۸)

آگے ان سارے معبودوں کو قرآن حکیم کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں دو ایسے بادشاہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اپنے آپ کو الہ کہلاتے تھے اور اپنے سجدے کراتے تھے۔ ان میں سے ایک بابل کے بادشاہ نمرود ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں گزرا ہے۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں:

نمرود اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا اور کہتا تھا کہ میں خدا ہوں (تفسیر موضح القرآن، ص:۴۳)

دوسرا مصر کا بادشاہ فرعون تھا جو موسیٰؑ کے زمانے میں گزرا ہے یہ بھی کھلم کھلا کہا کرتا تھا:

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ (القصص ۲۸:۳۸)

میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا

اسلام کا تصور الٰہ

اسلام کا تصور الوہیت یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ تمام مخلوق اسی کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ہر ایک کے نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ بنا سکتا ہے۔ اسی کی مرضی اور حکم سے کائنات قائم ہے ورنہ ایک لحظہ کے لئے نہیں ٹھہر سکتی۔ عزت، ذلت عطا کرنے والا، تخت شاہی پر بٹھانے والا اور اتارنے والا، لیل و نہار کا نظام قائم کرنے والا، موت و حیات کا مالک فقط ذات باری تعالیٰ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ پورے عالم کا الہ اللہ تعالیٰ ہی ہے:

وهو الّذى فى السماء الٰه وّفى الارض اِلٰه (الزخرف ۴۳:۸۴)

اور وہی (ایک) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے۔

دنیا کے اندر انسانوں نے لاتعداد معبود بنائے۔ سورج، چاند، ستارے معبود بنائے۔ فرشتوں، جنات اور انسانوں کو معبود بنایا، آسمان، شجر و حجر اور بتوں کو معبودیت کا درجہ دیا۔ انبیاء، اولیاء اور صلحاء کو معبودان قرار دیا۔ حالانکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق پوری دنیا کے

انسانوں کا خواہ وہ کالے ہوں یا گورے ہوں، عربی ہوں یا عجمی ہوں، ہندی ہوں یا چینی ہوں، امریکی ہوں یا روسی ہوں سب کا الٰہ فقط ایک ہے، جس کا اسم گرامی ''اللہ'' ہے۔

قل اعوذ برب الناس ٝملك الناس ٝاله الناس (الناس۱۱۴:۱۔۳)

کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے معبود کی۔

ان تین صفات سے استعاذہ کا مطلب یہ ہوا کہ میں اس اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو انسانوں کا رب، بادشاہ اور معبود ہونے کی حیثیت سے ان پر کامل اقتدار رکھتا ہے، جو اپنے بندوں کی حفاظت پر پوری طرح قادر ہے اور جو واقعی اس شر سے انسانوں کو بچا سکتا ہے، جس سے خود بچنے اور دوسرے انسانوں کو بچانے کے لئے میں اس کی پناہ مانگ رہا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ چونکہ وہی رب اور بادشاہ اور الٰہ ہے اس لئے اس کے سوا کوئی اور ہے ہی نہیں جس سے میں پناہ مانگوں اور جو حقیقت میں پناہ دے بھی سکتا ہو۔

تمام دنیا انسانوں اور آسمان و زمین کی ساری مخلوق کا الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس الوہیت کے لئے اس نے شہادت بھی دی ہے اور قسمیں بھی اٹھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت جو سب سے بڑی شہادت ہے یہ ہے:

شهد الله انه لا اله الا هو والملٰئكة اولوالعلم قائما بالقسط لااله الا هو عزيز الحكيم (ال عمران۳:۱۸)

شہادت دی ہے اللہ نے کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی، وہی حاکم ہے انساف کا، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، زبردست ہے حکمت والا۔

تفسیری فائدہ:

یہود کے دو بڑے علماء نے آنحضورؐ سے کہا تھا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں، اگر آپ اس کا صحیح جواب دے دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، آپؐ نے فرمایا دریافت کرو، انہوں نے سوال کیا کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے یہ آیت شہادت نازل ہوئی، آپؐ نے ان کو پڑھ کر سنا دی، یہ دونوں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

یہ تو رب ذوالجلال کی شہادت ہے اس بات پر کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اب اللہ تعالیٰ کی قسموں کا مشاہدہ فرمائیے کہ الٰہ صرف ایک ہی ہے:

والصّٰٓفّٰت صفّا ٝفالزّٰجرٰت زجراً ٝفالتّٰليٰت ذكراً ٝانّ الٰهكم لواحد (الصّٰٓفّٰت ۳۷:۱۔۴)

قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر، پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر، پھر ذکر یعنی قرآن پڑھنے والوں کی (غور کر کر) کہ تمہارا معبود ایک ہے۔

تفسیری فائدہ:

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں ''حق تعالیٰ قسم کھاتا ہے فرشتوں کی''۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ ساری مخلوقات کا الٰہ ایک اللہ ہے۔ قرآن حکیم نے انبیا کی جن باتوں کو محفوظ کر لیا ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ ہر رسول اور نبی

کی تعلیم وتبلیغ کا جزو لاینفک رہا ہے۔قوم نوح ،قوم ہود،قوم ثمود،قوم ابراہیم اور یہود ونصاری کے پیغمبروں نے اسی کلمہ توحید کی تعلیم وترویج کے لئے اپنی زندگیاں صرف کی ہیں۔گویا سب انبیاورسل نے دنیا میں رب ذوالجلال کی سب سے بڑی انسانی بغاوت یعنی شرک کو کچلنے کے لئے میدان عمل میں اتر کرتن من دھن کی بازی لگادی۔اس لئے قرآن حکیم نے ان انبیاء کرام کے مواعظ حسنہ کا بار بار تذکرہ کیا اور اہل کتاب جو دوراسلامی کے آغاز میں دین ومذہب کے علمبردار بنے ہوئے تھے،ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

والٰهنا والهكم واحد (العنکبوت ۲۹:۴۶)

اور ہمارا (یعنی امت مسلمہ کا) الہ اور تمہارا (یعنی یہود ونصاری کا) الہ ایک ہی ہے۔

ایک الہ ہونے کا ذکر قرآن حکیم نے متعدد جگہوں پر کیا ہے تا کہ اہل اسلام بخوبی معلوم کرلیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا الہ نہیں ۔اور جن مذاہب وادیان میں دو معبودوں کا تصور پایا جاتا ہے قرآن حکیم نے اس کا رد کیا اور جن میں تین معبودوں کا تصور پایا جاتا ہے قرآن حکیم نے ان کی تردید کی اور دوئی وتثلیث کے قائلین کو پکا کافر قرار دیا اور اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی الوہیت کے قائل کو عذاب کی دھمکی دی اور ابدی جہنمی قرار دیا:

ولا تجعل مع الله الها اٰخر فتلقى فى جهنم ملوما مدحورا (بنی اسرائیل ۱۷:۳۹)

اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ایسا کرنے سے ملامت زدہ اور (درگاہ خدا سے)
راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

عصر حاضر میں دنیا کی اکثر آبادی انکار خدا،ارواح پرستی ،دیوتا پرستی،توہم پرستی،اسلاف پرستی،بت پرستی،خواہش پرستی،تثلیث پرستی اور سورج پرستی وغیرہ کی پرستش کے نظریہ پر قائم ہے۔اسلام کے آغاز میں جس طرح سینکڑوں معبودان باطلہ کی پرستش کی جارہی تھی موجودہ دور میں الھوں کی تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ایسے لگتا ہے گویا ہر بستی کا الہ علیحدہ ہے۔مولانا ظفر علی خان نے خوب کہا ہے:

اے رب کعبہ تیری پرستش یہاں کہاں
کوئی ہبل پرست کوئی صفا پرست

اسلامی نقطہ نگاہ سے ہر معبود خواہ متحرک ہو یا جامد،بڑا ہو یا چھوٹا،انسان ہو یا فرشتہ،جن ہو یا شیطان،آگ ہو یا گائے،شجر ہو یا حجر ،زندہ ہو یا مردہ،سماوی مخلوق ہو یا ارضی کوئی بھی معبود ومسجود بننے کے لائق نہیں ۔الوہیت اور معبودیت فقط اللہ سبحانہ وتعالی کے شایان شان ہے۔

باب چہارم

﴿ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت علمبردار توحید ﴾

﴿عرب مذاہب﴾

ظہوراسلام سے پہلے مشرکین عرب کے علاوہ جزیرہ عرب میں درج ذیل مذاہب پائے جاتے تھے:

ا۔حنیفیت:

حنیف کا معنی ہے یکسو ہو جانا یعنی سب سے کٹ کر ایک اللہ سے جڑنے والا۔حضرت ابراہیمؑ کو حنیف کا لقب دیا گیا۔عرب میں کہیں کہیں اس کا دھندلا سا نشان نظر آتا ہے۔جولوگ صاحب بصیرت تھے،ان کو یہ منظر نہایت نفرت انگیز معلوم ہوتا کہ عقلمند انسان بے عقل پتھروں کے سامنے سر جھکائے۔اس سلسلہ میں ابن اسحاق نے لکھا ہے:

> ایک مرتبہ ورقہ بن نوفل،عبداللہ بن جحش،عثمان بن حویرث،زید بن عمرو بن نفیل ایک سالانہ میلہ میں شریک تھے۔ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ کیا بیہودہ پن ہے کہ ہم ایک پتھر کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ ہی کسی کا نقصان کر سکتا ہے۔

زید دین ابراہیمی کی تلاش میں شام گئے مگر پادریوں نے مطمئن نہ کیا۔لہذا اجمالی اعتقاد پر اکتفا کیا کہ میں ابراہیم کا مذہب قبول کرتا ہوں۔

حضرت اسماء سے روایت ہے کہ حضرت زید کعبہ کی دیوار سے پیٹھ لگائے یہ کہہ رہے تھے کہ کوئی شخص میرے سوا دین ابراہیم پر نہیں۔

طائف کے سردار امیہ بن **ابی الصلت** نے بت پرستی کی ممانعت کی۔

شمائل میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے ہم ردیف تھے۔انہوں نے امیہ کا ایک شعر پڑھا،آپؐ نے فرمایا''اور'' ہر شعر کے خاتمے پر کہتے''اور''۔یہاں تک کہ اس نے سو اشعار پڑھے۔آخر میں آپؐ نے فرمایا:امیہ مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا۔

۲۔یہودیت:

یہودیت عرب کا قدیم مذہب تھا اور یہودی ایک لمبے عرصے سے وہاں آباد تھے۔انہوں نے تورات کی تعلیم کے لئے متعدد درسگاہیں''بیت المدارس'' کے نام سے قائم کی ہوئی تھیں۔ستر عیسوی میں رومیوں کے ہاتھوں یہودیوں کی دار و گیر کے نتیجے میں یہودی قبیلے عرب میں منتقل ہو گئے۔یہاں عرب میں یثرب،خیبر اور تیماء میں آباد ہو کر اپنی بستیاں آباد کر لیں۔اپنی حفاظت کے لئے قلعے اور گڑھیاں تعمیر کیں۔اس کے علاوہ یمن میں یہودیت کو فروغ حاصل ہوا۔بیس سے زائد یہودی قبائل عرب میں آباد تھے جن میں سے بنو قینقاع،بنو نضیر اور بنو قریظہ زیادہ مشہور تھے۔

۳۔عیسائیت:

جزیرہ عرب میں بعض رومی علاقوں کی ہمسائیگی کی وجہ سے بعض عرب قبائل عیسائیت سے متاثر تھے۔ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' میں لکھا ہے کہ قبائل ربیعہ،آل غسان،بنو تغلب اور بنو طی میں عیسائیت پھیل گئی۔شاہان حیرہ نے بھی عیسائیت قبول کر لی۔اس

کے علاوہ قضاعہ پر بھی اس کا اثر تھا۔عرب میں عیسائیت کی ترقی کا اندازہ مکہ میں ایسے لوگوں کی موجودگی سے لگایا جا سکتا ہے جو عبرانی زبان میں انجیل پڑھ سکتے تھے۔اس کے علاوہ کئی ایسے لوگ وہاں موجود تھے جنہوں نے شام میں تعلیم حاصل کی تھی۔عیسائیوں کی ایک سٹیٹمنٹ کے مطابق اسلام سے پہلے عرب عیسائیت سے زیادہ متاثر تھے۔

۴۔مجوسیت:

مجوسیت کی بنیاد آتش پرستی پر تھی۔مجوسیت کو اہل فارس کے ہمسایہ عربوں میں اشاعت کا موقع حاصل ہوا۔جن میں عرق،بحرین ،الاحساء،حجراور خلیج شامل ہیں۔ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں لکھا ہے کہ بنوتمیم میں مجوسیت عام تھی۔بنو تمیم کے رئیس زرارہ بن عدس،حاجب بن زرارہ اوراقرع بن حابس مجوسی تھے۔

۵۔دہریت:

بعض عرب خدا کے قائل تھے لیکن جزا وسزا کے منکر تھے۔علامہ محمود شاکر آلوسی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''عربوں میں ایک قسم دہریوں کی تھی جو مصنوعات کو صانع سے الگ تھلگ قرار دیتے تھے۔''

قرآن مجید نے دہریوں کے قول کو یوں نقل کیا ہے:

ان هی الا حیاتنا الدنیانموت ونحیا وما یهلکنا الاالدهر (الجاثیہ۴۵:۲۴)

۶۔صابئیت:

یہ حضرت ابراہیمؑ کی کلدانی قوم کا مذہب تھا۔عہد قدیم میں شام اور یمن کے کئی باشندے اس مذہب کے پیروکار تھے۔لیکن یہودیت اور عیسائیت کو فروغ حاصل ہونے کی وجہ سے یہ مذہب مٹ کر مجوسیت کے ساتھ خلط ملط ہو گیا۔حضرت یحییٰؑ کی جانب منسوب صابی بالائی عراق میں جبکہ حضرت ادریسؑ کی طرف منسوب صابیوں کا مرکز حران تھا۔

ظہور اسلام سے قبل عربوں کی مذہبی حالت:

مذہبی اعتبار سے عرب ان تمام قسم کی جہالتوں اور گمراہیوں میں شریک تھے،جن میں اس زمانے کی دنیا مبتلا تھی۔وہ بتوں ،جنات،ستاروں اور تیروں کی پوجا کو اپنے باپ دادا کا دین قرار دیتے۔تمام الہامی مذاہب کے پیروکار راہ ہدایت سے بھٹک کر گمراہی کے بحر عمیق میں ڈوب چکے تھے۔علماء نے مذاہب میں تحریف کر کے اس کی تعلیمات کو اپنی خواہشات کا مجموعہ بنا دیا تھا۔

ا۔اصنام پرستی:

اصنام پرستی سے مراد ہے بتوں کی عبادت کرنا۔اہل عرب کا مذہب زیادہ تر بت پرستی پر مشتمل تھا۔لات،منات،عزی اور ہبل چند مشہور بت تھے۔جزیرہ عرب میں بت پرستی کی ابتدا عمرو بن لحی نے کی جس کا اصل نام ربیعہ بن حارثہ تھا۔یہ ایک مرتبہ شام کے کسی شہر میں گیا اور وہاں کے لوگوں کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا تو سوال کیا:ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟انہوں نے جواب دیا کہ یہ حاجت روا ہیں،لڑائیوں میں فتح دلاتے ہیں،قحط پڑتا ہے تو پانی برساتے ہیں۔چنانچہ اس نے ہبل اور دیگر بت خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیے اور اہل مکہ کو بتوں کی پرستش کی دعوت دی۔کیونکہ وہ بیت اللہ کے والی اور حرم کے باشندے تھے۔اس لئے پورے عرب میں بت پرستی عام ہوگئی

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے:

عرب میں بت پرستی کی وجہ یہ ہوئی کہ قبائل عرب حج بیت اللہ کی واپسی پر حرم کے پتھروں کو اٹھا لیتے تھے اور ان کو اصنام کعبہ کی صورت پر تراش کر ان کی پرستش کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی کتاب المغازی کے باب فتح مکہ میں مرقوم ہے:

عرب میں ہر قبیلے کا علحدہ علحدہ بت تھا، جس کی وہ پرستش کرتے تھے۔ خاص خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔

قرآن مجید نے مشرکین مکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بزرگ و برتر تسلیم کرتے تھے اور معبودان باطلہ کی عبادت اللہ تعالیٰ کا قرب اور اللہ کے پاس سفارش کرنے کے لئے کیا کرتے تھے۔

۲۔ ازلام پرستی:

ازلام زلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں فال کے تیر۔ عرب میں رواج تھا کہ بتوں کے سامنے فال کے تیر پڑے ہوتے تھے۔ ان میں ایک پر نعم (ہاں) اور ایک پر لا (نہیں) لکھا ہوتا تھا۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے فال نکالتے اگر نعم کا تیر نکلتا تو وہ کام کر گزرتے اور اگر لا کا تیر نکلتا تو اس کام سے باز رہتے۔ نیز بتوں پر دی جانے والی قربانی کا گوشت انہی تیروں کے ذریعے تقسیم کرتے جنہیں جوئے کے تیر کہا جاتا ہے۔ قرآن نے اسے **رجس من عمل الشیطان** یعنی شیطانی اعمال کی گندگی کہا ہے۔

۳۔ آباء پرستی:

مشرکین مکہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے اور ان کے مذہب کو حق گردانتے تھے۔ انبیا کی دعوت توحید کے جواب میں کہتے کہ ہمارے باپ دادا نے جو کچھ کیا ہے ہم اسی کی پیروی کریں گے اور وہی مذہب ہمارے لئے کافی ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: کہ اگرچہ ان کے باپ دادا جاہل، کم عقل اور گمراہ کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ اللہ کی کتاب کے مقابلے میں باپ دادا کی پیروی کو کافی سمجھتے ہیں۔

۴۔ توہم پرستی:

مشرکین عرب چاند سے اچھے یا برے شگون لیتے۔ بعض تاریخوں کو اچھا اور بعض کو برا سمجھتے۔ ان کے نزدیک ایک چاند کے طلوع و غروب، کمی بیشی، حرکت اور گرہن کا اثر انسانی قسمتوں پر پڑتا ہے۔ جب وہ کسی وادی سے گزرتے تو کہتے کہ ہم اس وادی کے مالک (جن) سے پناہ مانگتے ہیں۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے کاہنوں سے تعویذ لیتے۔

۵۔ خود پرستی:

کفار اپنے عقیدے پر مضبوطی سے قائم تھے اور کہتے تھے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ بالکل درست ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیتے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

ارئیت من اتخذ الٰھہ ھواہ (الفرقان ۲۵:۴۳)

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہو

مثلاً انسان نے شرک کی عمارت شرک کی بنیاد پر قائم کی، اسے خدا کی ذات میں، انبیا کی تصدیق میں اور آخرت کے آنے میں

شک ہوااورانہوں نے انبیا کاانکارکیااورحد سے تجاوز کر گئے۔اللہ نے ان پرمہر جباریت ثبت کردی۔

۶۔ملائکہ پرستی:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض عرب قبائل کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں اور خودمختار دیویاں ہیں۔ان کے بت عورتوں کی شکل پر بناتے۔انہیں عورتوں جیسے کپڑےاورزیور پہناتے،ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے اور کہتے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ان کی عبادت کرتے اورانہی سے منتیں،مرادیں مانگتے۔قرآن مجید نے ان کی ملائکہ پرستی کو بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

ولا یامرکم ان تتخذواالملٰئکة والنبیین اربابا (ال عمران۳:۸۵)

اورتمہیں حکم نہیں دیتا کہ تم ملائکہ اورانبیا کورب بناؤ

۷۔جنات پرستی:

اہل عرب کاایک گروہ جنات کوبھی خدا کا عزیزاورمقرب تصورکرتا تھااورانہیں نفع اورنقصان دینے والا مانتا تھا۔

وجعلوا لله شرکاء الجن وخلقهم (الانعام۶:۱۰۰)

اورجنوں کواللہ کا شریک مقررکرتے ہیں حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

وجعلوا بینه وبین الجنة نسبا (الصّٰفٰت ۳۷:۱۵۸)

اوروہ اللہ اورجنوں کے درمیان رشتہ قائم کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے قیامت کے دن سوال کریں گے کہ کیاتم نے ان لوگوں کواپنی عبادت کرنے کا کہا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اورتوحید کی گواہی دینے کے بعد بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے:

بل کانوا یعبدون الجن اکثرهم بهم مومنون (سبا۳۴:۴۱)

بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھےاوران میں سے اکثران پرایمان لاتے تھے۔

۸۔نجوم پرستی:

ظہوراسلام سے پہلے عربوں میں ستارہ پرستی بھی رائج تھی۔ان ستاروں میں سب سے اہم سورج اور چاند تھے۔اس لئے قرآن مجید نے شمس وقمر کی عبادت سے منع کردیا:

لا تسجدوا للشمس ولاللقمر (فصلت۴۱:۳۷) سورج اور چاند کوسجدہ نہ کرو۔

عرب والے نکھتروں کی تاثیر کے قائل تھے۔ان کے خیال میں انواءنکھتروں کوزمین کی خوشحالی میں بڑا دخل ہے۔بارش پر کہتے **مطرنا بنوء کذا** (فلاں نکھترخوب برسی)۔شعری ستارے کے بارے میں کہتے **حتی اذا ما ذکت الشعری فبرد وظل** ۔قرآن مجید نے شعری ستارے کے بارے میں کہا:

وانه هو رب الشعری (النجم۵۳:۴۹) اور یہ کہ وہی شعری (ستارے) کارب ہے۔

مشرکین نجومیوں اورکاہنوں کی باتوں پرایمان لاتے جو دراصل ستاروں پرایمان لانے کے مترادف ہے۔غرض ایک خدا کی عبادت کے سوا جتنی پرستیاں تھیں وہ سب ان میں رائج تھیں۔

﴿توحید کے سراج منیر کی روشنیاں﴾

سرور کائنات، مفخر موجودات علیہ الصلوٰت والتسلیمات توحید کے عظیم علمبردار، خدا تعالی کی وحدانیت کے عظیم مبلغ اور جھوٹے معبودوں کی بندگی سے ہٹا کر خدائے واحد کی عبادت کے عظیم داعی بن کر ابھرے۔آپؐ کی ولادت باسعادت کفروشرک میں ملوث قوموں کے لئے موت کا پیغام تھی اور دوئی کے تصور کا شکار مذہب زرتشت ازم کو موت کی نیند سلانے کے مترادف تھی:

وہ ولادت جس سے ایرانی ہوئے خائف کہ اب
مذہب زرتشت پر آئی بلائے ناگہاں

آپ کا پیغام توحید اس قدر واضح اور غیر مبہم تھا کہ چھوٹا بڑا، مرد وعورت، بچہ بوڑھا ہر کسی کی سمجھ میں آجاتا تھا۔آپؐ نے اس پیغام کی بدولت اپنی زندگی کو اس قدر خطرات میں ڈال دیا کہ اگر مشیت ایزدی شامل حال نہ ہوتی تو آپؐ کا جینا محال بلکہ ناممکن تھا۔آپؐ نے صفا کی پہاڑیوں سے پیغام توحید کو پہنچانے کا آغاز کیا مگر اس کی آواز قیصر روم تک جا پہنچی۔آپؐ کی زندگی جو اس پیغام سے پہلے بے خطر تھی، اس قدر خطرہ میں پڑی کہ آپؐ کو قید، قتل اور جلاوطن کرنے کی سکیمیں تیار ہونے لگیں۔سونے چاندی کے ڈھیروں اور خوبصورت عورتوں کا لالچ دلا کر اس پیغام حق کو ترک کرنے پر مجبور کیا گیا۔خوف وہراس کے پردوں میں ڈھانک کر، راستے میں کانٹے بچھا کر، اونٹوں کے اوجھ ڈال کر، پتھروں کی بارش سے لہولہان کر کے، سوشل بائیکاٹ کے ذریعے اور جنگوں کی وحشت وبربریت بپا کر کے حضرت محمدؐ کو پیغام توحید سنانے پر زبان بندی کی کوششیں کی گئیں۔مگر یہ طمع ولالچ کا سیلاب اور مصائب وآلام کا طوفان، امام الانبیا کے قدموں میں لغزش پیدا نہ کر سکا کیونکہ آپؐ براہ راست اللہ تعالی کی حفاظت میں تھے۔

توحید بیان کرنے والی وہ زبان مبارک بند نہ ہوسکی جو حکم الہی سے کلام کرتی تھی۔وہ پیغام نہ رک سکا جس کو اللہ تعالی پھیلانا چاہتے تھے۔اس لئے مخالفین کی سب کوششیں بے سود ہوگئیں اور دنیا میں توحید الہی کا پیغام عام ہوگیا۔حق وباطل کی اس جنگ میں باطل نے بری طرح شکست کھائی اور حق غالب آگیا:

چشم فلک نے دیکھا تھا طاقت میں جو ہم سے بڑھ کر تھے
توحید کا طوفاں جب بھی اٹھا وہ مدمقابل رہ نہ سکے

سرور کائنات کو دعوت توحید میں پہنچنے والی تکالیف کا جائزہ:

تمام انبیا توحید کے علمبردار تھے، جس کی بنا پر انہیں مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔حضور اکرم ﷺ جس طرح مرتبہ اور فضیلت میں تمام انبیا سے برتر ہیں، اسی طرح آپؐ کو پہنچائی گئی تکالیف بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا تھا مجھے جس فرعون سے واسطہ پڑا وہ موسی کے فرعون سے زیادہ سخت تھا۔

آپؐ پر سب سے پہلے جو چیز فرض ہوئی وہ توحید کی تبلیغ تھی۔امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

آپؐ پر سب سے پہلے انذار اور توحید کو فرض کیا گیا۔(مدارج النبوۃ)

خاتم النبیین ﷺ نے جب اس پہلے فریضہ کو انجام دینا شروع کیا تو آپؐ سے لوگوں کی محبت نفرت میں، رشتہ داری دشمنی میں، پیار

خلوص بغض وعداوت میں تبدیل ہوگیا۔اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

واذا ذکرت ربك فی القراٰن وحده ولو علی ادبارهم نفورا (بنی اسرائیل ۱۷:۴۶)

اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کرتے ہوتو وہ بدک جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

توحید کے عظیم پیغام کو پہنچانے کے لئے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو تین قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا:

(۱) زبانی اذیتیں

(۲) جسمانی ازیتیں

(۳) صحابہ اکرامؓ کو پہنچنے والی تکالیف جو بلا واسطہ آپؐ سے متعلق تھیں۔

(۱) زبانی اذیتیں:

داعی توحید کی دعوت توحید کو بے اثر کرنے کے لئے کفار مکہ نے الزام تراشی کی راہ اختیار کی ،جن کے جوابات قرآن نے ارشاد فرمائے ہیں۔آپؐ کو شاعر، ساحر، مجنون، کاہن اور مفتری کہا گیا:

☆۔مشرکین نے آپؐ کو ایک ایسا شخص قرار دیا جس پر جادو کردیا گیا ہو۔قرآن مجید نے ان کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اذ یقول الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا (بنی اسرائیل ۱۷:۴۷)

جب ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔

☆۔کفار مکہ آپؐ کی باتوں کو جادو کہتے تھے:

افتاتون السحر وانتم تبصرون (الانبیا ۲۱:۳)

تم آنکھوں دیکھے جادو(کی لپیٹ) میں کیوں آتے ہو؟

☆۔کفار کبھی جادوگری کے ساتھ ساتھ آپؐ پر جھوٹ کا الزام بھی لگا دیتے:

وقال الکٰفرون هذا سٰحر کذاب ٭اجعل الالهة الها واحداًان هذا لشیء عجاب (صٓ ۳۸:۵)

اور کافر کہنے لگے یہ تو جادوگر ہے جھوٹا،اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنالیا ہے، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

☆۔آپؐ کو مفتری اور شاعر کہا گیا:

بل افتراه بل هو شاعر (الانبیاء ۲۱:۵)

بلکہ اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے

ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون (الطّور ۵۲:۳۰)

کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

☆۔شاعر ہونے کے الزام کے ساتھ ساتھ آپؐ کو معاذ اللہ دیوانہ بھی کہا جاتا تھا۔قرآن پاک میں ہے:

ویقولون ائنا لتارکوا اٰلهتنا لشاعر مجنون (الصافات ۳۷:۳۶)

اور کہتے تھے بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں۔

ویقولون انه لمجنون (۶۸:۵۱) اور کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے۔

☆۔ان الزامات کے علاوہ آپؐ سے استہزااور تمسخر بھی کیا جاتا تھا، چنانچہ سورہ الانبیا میں ہے:

واذا راك الـذيـن كـفـروا ان يتـخـذونك الا هـزوا ٔاهـذاالـذی يـذكـر الٰهتـكـم ٔوهـم بـذكـر الـرّحـمٰـن هـم كٰـفـرون (الانبیاء۲۱:۳۶)

اور جب کافر تم کو دیکھتے ہیں تو استہزا کرتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود رحمان کے نام سے منکر ہیں۔

یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ مشرکین عرب کے سارے الزامات اور سب مذاق کا سبب توحید کی تبلیغ اور معبودان باطلہ کی تردید تھا۔ یہ تمام الزامات اور مذاق پیغمبر اسلام کے لئے تکلیف دہ تھے کیونکہ ایک سلیم الفطرت ہستی کو اس قسم کے القابات سے پکارنا باعث رنج والم ہوا کرتا ہے۔جادوگری کو لعنت بتانے والی شخصیت کو جادوگر کہہ کر پکارنا،کہانت سے کوسوں دور کو کاہن کا لقب دینا،انتہائی سلیم الطبع انسان کو مجنون اور دیوانہ کہنا،جس کی زبان مبارک حق گوئی کا حق ادا کر چکی ہو اسے کذاب اور مفتری کہنا،شعر و شاعری جس کے مشن میں رکاوٹ بن سکتی ہو اسے شاعر کہنا اور ایک سنجیدہ شخصیت کا مذاق اڑانا تبلیغ توحید کا ثمرہ تھیں۔

قرآن مجید کی طرح کتب سیرت میں مشرکین مکہ کی دھمکیوں اور استہزا کا تذکرہ کیا گیا ہے:

سیرۃ ابن ہشام میں مرقوم ہے کہ جب رسول اللہ نے اللہ تعالی کے حکم کے مطابق اسلام کا اعلانیہ اظہار فرمایا،قوم نے نہ تو آپؐ سے دوری اختیار کی اور نہ ہی آپؐ کی تردید کی۔البتہ جب ان کے بتوں کا ذکر آیا اور ان پر عیب لگائے تو انہوں نے اس معاملہ کو اہمیت دی ،آپؐ سے اجنبیت برتنے لگے اور مخالفت دشمنی میں یک دل ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالی نے ان میں سے اسلام کے لئے محفوظ کر لیا تھا،ایسے لوگ تھوڑے اور چھپے ہوئے تھے۔

آپؐ کے چچا ابوطالب نے آپؐ پر مہربانی کا اظہار کیا اور آپؐ کی حفاظت کی،امداد کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔رسول وحی الٰہی کے مطابق اللہ تعالی کے احکامات کا اعلان کرتے۔عزم کا یہ عالم تھا کہ کوئی چیز آپؐ کو اس کام سے روگرداں نہ کر سکتی تھی۔جب قریش نے دیکھا کہ آپؐ معبودان باطلہ کے رد سے باز نہیں آتے اور جو بات انہیں ناپسند ہے اس سے معذرت خواہ نہیں ہوتے۔ابوطالب آپؐ پر مہربان اور آپؐ کے لئے سینہ سپر ہیں اور نہ ہی آپؐ کو قریش کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں تو اس پر قریش کے بڑے بڑے سردار ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے:

اے ابوطالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہمارے دین میں عیب نکالے، ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا ، ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا، لہذا اب یا تو انہیں ان باتوں سے روک دیجیے یا پھر ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیے کیونکہ آپ بھی ان کے خلاف اسی دین پر ہیں جس پر ہم ہیں۔ہم آپ کی جانب سے بھی ان کا بندوبست کر لیں گے۔ابوطالب نے نرمی سے بات کر کے انہیں حسن تدبیر سے واپس کر دیا مگر رسول اللہ ﷺ اپنی حالت پر قائم رہے۔

قریش دوبارہ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا اے ابوطالب! آپ ہم میں عمر،نسب اور مرتبے کے لحاظ سے ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ہم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے رکھیں لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا، واللہ ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے

کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور عقلمندوں کو بیوقوف بنایا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب نکالے جائیں۔ یا تو ہم اسے اپنے متعلق ایسی باتیں کرنے سے روک دیں گے یا اس سے مقابلہ کریں گے پھر آپ اس میں دخل نہ دینا۔ یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک برباد ہو جائے۔ اس پر ابو طالب نے حضورؐ کو بلا بھیجا اور کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ قوم میرے پاس آئی تھی اور مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں، پس مجھ پر بھی رحم کر اور اپنے او پر بھی رحم کر اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈال جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں خیال گزرا کہ شفیق چچا بھی امداد سے دستکش ہو جائیں گے اور آپؐ کو ان کے حوالے کر دیں گے۔ گویا ان سے بھی تعاون اور حمایت کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ آپؐ نے فرمایا:

یـا عـم والـلـه لووضعوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری علی ان اترك هذاالامر حتی یظهره الله ا واهلك فیه ما ترکته

''چچا جان: اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور شرط یہ ہو کہ میں اس معاملہ کو چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں مر جاؤں۔'' **(ابن هشام ،السیرةالنبویه ،الملخص من کلامه)**

حضورؐ لوگوں کے اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے، فرماتے: اے لوگو! حق تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ابولہب آپؐ کے ساتھ ساتھ ہوتا اور کہتا، اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے اس کے قریب نہ جانا۔ (مدارج النبوۃ)

جب حضورؐ مشرکین عرب کے سامنے قرآن کی تلاوت فرماتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دیتے تو وہ ہنسی اڑاتے اور کہتے تو جس جانب ہمیں بلاتا ہے، اس کی جانب مائل ہونے سے ہمارے دل محفوظ ہیں، تو جو کچھ کہتا ہے ہم اسے سمجھتے ہی نہیں ہمارے کانوں میں گرانی ہے۔ ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ پس تو اس پر عمل کرتا رہے جس پر ہے۔ ہم اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے جس پر ہم ہیں۔ ہم تیری کوئی بات نہیں سمجھتے۔ **(ابن هشام ،السیرةالنبویه)**

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور ابو جہل کے قریب سے گزرے۔ انہوں نے آپؐ پر طعن و تشنیع کی اور آپؐ کی ہنسی اڑانے لگے۔ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو غصہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سلوک سے متعلق وحی نازل فرمائی: بے شک تجھ سے پہلے رسولوں کی ہنسی اڑائی گئی تو جس چیز سے متعلق انہوں نے ہنسی اڑائی، اس نے انہیں گھیر لیا، جنہوں نے ہنسی اڑائی۔ **(ابن هشام ،السیرةالنبویه)**

رسول اللہ ﷺ نے اسود بن المطلب کی ایذا رسانی اور تمسخر کے سبب اس کے لئے بددعا فرمائی تھی: اے اللہ! اسے اندھا کر دے اور اسے اس کے لڑکے کی موت پر رلا۔ ایک مرتبہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ جبرائیل حضورؐ کے پاس آئے اور عین اسی وقت اسود بن مطلب اس کے پاس سے گزرا تو (آپؐ نے یا جبرائیل نے) اس کے منہ پر ایک سبز رنگ کا پتہ پھینکا تو وہ اندھا ہو گیا۔ **(ابـن هشـام ،السیرةالنبویه)**

۲۔جسمانی اذیتیں:

مشرکین مکہ نے صرف زبانی اذیتیوں پر بس نہ کیا بلکہ آپؐ کے جسد اطہر کو بھی نشانہ ستم بنایا۔ یہ جسمانی اذیتیں خاک پھینکنے سے لے کر قتل کے منصوبوں تک وسیع ہیں۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحن کعبہ میں کھڑے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط لعنہ اللہ سامنے آیا اور اپنی چادر کو حضور ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال کر گھسیٹا اور اتنی شدت سے لپیٹا کہ حضورؐ کا گلہ گھٹ گیا ۔حضرت ابوبکرؓ نے اس بدبخت کے کندھے سے پکڑ کر حضورؐ سے دور کیا اور فرمایا:

اتقتلون رجلا ان يقول ربی الله

کیا تم اسے جان سے مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔(مدارج النبوۃ)

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن حضورؐ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور قریش ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو پھر اس نے اوروں سے کہا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو فلاں قبیلہ سے ذبح کردہ اونٹ کی اوجھ اٹھا لائے۔ پھر جب حضورؐ سجدے میں جائیں تو وہ ان کے کندھے پر رکھ دے۔ اس پر عقبہ بن ابی معیط کھڑا ہوا اور اونٹ کی اوجھ لا کر حضورؐ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ حضورؐ نے اپنا سر مبارک سجدے سے نہ اٹھایا اور وہ سب کھڑے ہنستے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے حضورؐ کے شانے سے اس اوجھ کو اٹھا کر پھینکا اور ان بدبختوں کو برا بھلا کہا پھر جب آپؐ نے نماز مکمل کر لی تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی: **اللهم عليك القريش** :اے اللہ ان قریشیوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔(مدارج النبوۃ)

بعض بدبخت کافر آپؐ کے سر مبارک میں کوڑا کرکٹ پھینکتے ،آپؐ کے دروازہ پر خون ڈالتے ،راستوں میں کانٹے بچھاتے اور پتھر مارتے۔ یہ بدبخت ایسے شقی تھے کہ ان میں سے ایک نے سجدے کی حالت میں اتنی شدت سے گردن کو دبایا کہ قریب تھا کہ آپؐ کی چشمان مبارک باہر نکل پڑیں۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب میں اسلام نہیں لایا تھا، آنحضورؐ بازار ذوالمجاز میں گئے اور مجمع میں گھس کر لوگوں سے کہا: لا الہ الا اللہ کہو۔ ابوجہل آپؐ پر خاک پھینکتا جاتا تھا اور کہتا کہ اس کے فریب میں نہ آنا یہ چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔(مسند احمد بحوالہ سیرۃ النبی ﷺ، ج:۴،ص:۴۳)

ایک دن نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل دیگر شیاطین قریش کی موجودگی میں ایک بھاری پتھر اٹھایا اور نبی کریمؐ جب سجدے میں گئے تو آپؐ کے سر مبارک کو کچلنے کے لئے آگے بڑھا، جب وہ نزدیک پہنچا تو خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹا اور اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ قریش نے پوچھا ابوالحکم تجھے کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا جب میں قریب پہنچا تو میں نے ایک اونٹ دیکھا: اللہ کی قسم اس کا سر گردن اور دانت ایسے تھے کہ کبھی کسی اونٹ کے دیکھنے کو نہیں آئے اور وہ مجھے کھانے لگا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جبرائیل تھے اگر ابوجہل مزید نزدیک آتا تو اسے پکڑ لیتے(سیرۃ ابن ہشام)

سات نبوی میں جب قریش نے دیکھا کہ اصحاب رسول ایسے ملک میں جا بسے ہیں جہاں انہوں نے امن وسکون حاصل کر لیا ہے اور ان میں سے جس نے نجاشی کے پاس پناہ لی، ان کی حفاظت وحمایت ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسلام اختیار کر لیا ہے۔ وہ اور حمزہ بن

عبدالمطلب رسول اللہﷺ اور آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اسلام قبیلوں میں پھیلنے لگا ہے تو وہ لوگ جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ ایک کاغذ لکھیں جس میں بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ کیا جائے کہ ان سے شادی بیاہ اور خرید وفروخت کے تعلقات نہ کئے جائیں۔ جب وہ سب جمع ہوگئے تو یہ باتیں ایک کاغذ پر لکھیں۔سب نے مل کر اقرار کیا اور اس کے لئے ہر قسم کا استحکام کر کے یہ کاغذ کعبۃ اللہ کے اندر لٹکا دیا وہ خود اس عہد پر جمے رہیں اور کوئی شخص اس کے خلاف بات نہ کرے۔(سیرت ابن ہشام)

جب تین سال اسی حالت میں گزر گئے اور تنگی وعسرت حد سے گزر گئی تو اللہ تعالی نے رسول اللہﷺ کو خبر دی کہ اس معاہدہ کو دیمک اس طرح کھا گئی ہے کہ اللہ کے نام کے سوا باقی کچھ نہیں بچا۔آپؐ نے یہ خبر ابوطالب کو دی۔اس نے کفار قریش سے جا کر کہا،اے گروہ قریش میرے بھتیجے نے مجھے اس طرح خبر دی ہے اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قطع رحم سے باز آ ؤ اور اگر غلط نکلی تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کردوں گا۔وہ اس پر راضی ہوگئے۔جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ خبر دی گئی تھی، پھر معاہدہ چاک کیا گیا۔

۱۰ نبوی کو رسول اکرمﷺ زید بن حارثہ کے ساتھ ثقیف سے مدد لینے کے خیال سے طائف کی طرف دعوت دی تو ان میں سے ایک بولا'' کیا اللہ کو آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ملتا جس کو وہ بھیجتا؟ دوسرے نے کہا میں آپؐ سے بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں (جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے) تو آپؐ کی زات اس سے بلند ہے کہ میں آپؐ کے کلام کی تر دید کروں۔اگر آپؐ نے اللہ پر احسان باندھا تو مجھے آپ سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔

پھر ان لوگوں نے طائف کے جاہلوں کو اور اپنے غلاموں کو آپؐ کے خلاف ابھارا۔انہوں نے آپؐ کو برا بھلا کہا۔آپؐ کو پتھر مارے یہاں تک کہ لوگ جمع ہوگئے اور انہوں نے آپؐ کو ایک دیوار میں پناہ دی۔اس وقت آپؐ کے پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔جب تھوڑا سکون ہوا اور مخالفین چلے گئے تو آپؐ نے وہ دعا کی جو دعائے طائف کے نام سے مشہور ہوئی۔(نہج الفصاحت،ج:۲،ص:۱۲۵)

منصوبہ قتل کی تفصیل:

واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلو ك او یخرجوك ؕویمکرون ویمکر اللہ ؕواللہ خیر الماکرین (الانفال۸:۳۰)

اور (اے محمدؐ اس وقت کو یاد کرو) جب کافر تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کردیں یا جان سے مارڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) خدا تدبیر کر رہا تھا اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے ولا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی کے ایک خاص انعام اور احسان کا ذکر ہے جو رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام پر بلکہ پوری دنیا پر ہوا ہے کہ قبل از ہجرت جب آنحضورؐ کفار کے نرغہ میں تھے اور وہ آپؐ کے قید یا قتل کرنے کے مشورے کررہے تھے تو اللہ تعالی نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور آنحضورؐ سلامتی اور عافیت کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔

جس کا واقعہ تفسیر ابن کثیر اور مظہری میں محمد بن اسحاق و امام احمد اور ابن جریر وغیرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ مدینہ طیبہ سے آنے والے انصار کا مسلمان ہو جانا مکہ میں مشہور ہوا تو قریش مکہ کو یہ فکر دامن گیر ہوگئی کہ اب تک ان کا معاملہ صرف مکہ میں دائر تھا جہاں ہر طرح کی قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اب جب کہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا اور بہت سے صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو اب ان کا

ایک مرکز مدینہ طیبہ قائم ہو گیا۔ جہاں ہر طرح کی قوت ہمارے خلاف جمع کر سکتے ہیں اور پھر ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔اور ان کو یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب تک تو کچھ صحابہ کرامؓ ہی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں۔اب یہ بھی قوی امکان ہے کہ محمد ﷺ بھی وہاں چلے جائیں۔اس لئے رؤساءِ مکہ نے مشورہ کے لئے دارالندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔دارالندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔دارالندوہ مسجد حرام سے متصل قصی بن کلاب کا مکان تھا جس کو ان لوگوں نے قومی مسائل میں مشورہ اور مجلس کرنے کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور زمانہ اسلام میں اس کو مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے کہ موجودہ باب الزیادات ہی وہ جگہ تھی جس کو دارالندوہ کہا جاتا تھا۔

حسب عادت اس مہم مشورہ کے لئے قریشی سرداروں کا اجتماع دارالندوہ میں ہوا، جس میں ابوجہل،نضر بن حارث،عتبہ،شیبہ،امیہ بن خلف،ابوسفیان وغیرہ قریش کے تمام نمایاں اشخاص شامل ہوئے اور رسول کریم ﷺ اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے مقابلہ کی تدبیریں زیرِ غور آئیں۔

ابھی مشورہ کی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک سن رسیدہ عربی شیخ کی صورت میں دارالندوہ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو بتلایا کہ میں نجد کا باشندہ ہوں مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہیں تو قومی ہمدردی کے پیشِ نظر میں بھی حاضر ہو گیا کہ ممکن ہے میں کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

یہ سن کر اس کو اندر بلایا گیا اور مشورہ شروع ہوا تو سہیلی کی روایت کے مطابق ابوالبختری ابن ہشام نے یہ مشورہ دیا کہ آپ کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر ایک مکان میں قید کر دیا جائے یہاں تک کہ معاذ اللہ ان کی وفات واقع ہو جائے۔ یہ سن کر شیطان نے کہا کہ یہ رائے صحیح نہیں۔اس لئے کہ ایسا کرنے سے معاملے کی شہرت دور دور تک پہنچ جائے گی۔ان کے اصحاب اور رفقا کے فدائیانہ کارنامے تمہارے سامنے ہیں۔اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ لوگ مل کر تم پر حملہ کریں اور اپنے قیدی کو تم سے چھڑا لیں۔ ہر طرف سے آواز بلند ہوئی کہ نجدی شیخ کی بات صحیح ہے۔اس کے بعد ابوالاسود نے یہ رائے پیش کی کہ ان کو مکہ سے نکال دیا جائے یہ باہر جا کر جو چاہیں کرتے رہیں۔ ہمارا شہر ان کے فساد سے مامون رہے گا۔اور ہمیں کچھ جنگ وجدل بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

شیخ نجدی یہ سن کر پھر بولا کہ یہ رائے بھی صحیح نہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے شیریں کلام آدمی ہیں۔لوگ ان کا کلام سن کر مفتون اور مسحور ہو جاتے ہیں۔اگر ان کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تو بہت جلد اپنی طاقتور جماعت بنا لیں گے اور تم پر حملہ کر کے شکست دیں گے۔اب ابوجہل بولا کہ جو کرنے کا کام ہے تم میں سے کسی نے نہیں سمجھا میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ ہم عرب کے ہر قبیلے میں سے ایک نوجوان لے لیں اور ہر ایک کو عمدہ کام کرنے والی تلوار دے دیں۔ یہ سب لوگ یکبارگی ان پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ہم ان کے فساد سے تو اس طرح نجات حاصل کر لیں۔اب رہا ان کے قبیلہ بنو عبد مناف کا مطالبہ جو ان کے قتل کے سبب ہم پر عائد ہوگا۔سو ایسی صورت میں جب کہ قتل کسی ایک نے نہیں بلکہ ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص نے کیا ہو تو قصاص یعنی جان کے بدلے جان لینے کا مطالبہ تو باقی نہیں رہ سکتا۔صرف خونبہا یا دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا۔وہ ہم سب قبائل سے جمع کر کے ان کو دے دیں گے۔اور بے فکر ہو جائیں گے۔

شیطان نے (جو نجد کے ایک بوڑھے سردار کی شکل میں موجود تھا) یہ سن کر کہا: بس رائے یہی ہے اور اس کے سوا کوئی چیز کارگر نہیں۔ساری مجلس نے اسی کے حق میں رائے دی اور آج ہی رات میں اپنا یہ ناپاک عزم پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

قریشی سرداروں کے مشورہ میں جو تین آرا آنحضورؐ سے متعلق پیش کی گئی تھیں ان تینوں کو قرآن کریم کی درج بالا آیت میں ذکر

کیا گیا ہے۔واذیمکر بک الآیہ یعنی وہ وقت یاد رکھنے کے قابل ہے جب کفار مکہ آپؐ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا قتل کردیں یا شہر بدر کردیں۔(دیکھئے معارف القرآن)

قارئین یہ تھی سرورکونین ﷺ کی مکی زندگی جو تکالیف اور پریشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔مگرآنحضورﷺ نے یہ سب مصائب دین حق کی اشاعت اورتوحید کی تبلیغ کے لئے برداشت کی ہیں۔مدینہ طیبہ پہنچ کر بھی مشرکین نے جان نہ بخشی بلکہ اکثر غزوات آپؐ کو انہی کے ساتھ لڑنا پڑے۔جس میں غزوہ احد میں آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اورزخموں کی تکلیف برداشت کرنا پڑی۔مگرآخرکاراللہ تعالی نے اپنے آخری پیغمبر جناب سرورکائناتﷺ کوکامیاب فرمایااورایک وقت آیا کہ اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے اعلان کیا گیا جو جمہور یعنی اکثر مفسرین کی طرف سے ۹ ہجری میں ہوا:

یا یھا الذین امنوآ انّما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام

بعد عامھم ھذا (التوبہ ۹:۲۸)

مومنو! مشرک تو پلید ہیں،تواس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔

﴿عقیدہ توحید احادیث نبویﷺ کی روشنی میں﴾

(1)حضوراکرمؐ کی زبان مبارک سے شرک کی قباحت کا بیان:

شرک کی مذمت میں آنحضورؐ کے ارشادات کو نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شرک کا معنی ومفہوم بیان کیا جائے تاکہ قارئین پر بات روشن ہوجائے۔

﴿شرک کا مفہوم﴾

رئیس المتکلمین **مولانا عبد الحق حقانیؒ** فرماتے ہیں:

> شرک شرع میں اللہ تعالی کے برابر اور کو سمجھنا یا اس کی مخصوص تعظیم وعبادت میں یا اس کے مقابلہ میں تابعداری یا حکم ماننے میں کسی کو ملانا اور برابر کرنا وہ اور کوئی کیوں نہ ہو۔
> (عقائد اسلام)

اردو انسائیکلوپیڈیا میں شرک کے بارے لکھا ہے:

> یہ لفظ توحید کی ضد ہے جس کے معنی خدا کو ایک جاننے کے ہیں۔شرک کے معنی ہیں خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔شرک خواہ ذاتی ہو یا صفاتی دونوں برابر ہیں۔خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ شرک ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی شرک کے گناہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔شرک کی مختلف اقسام ہیں مثلا بجز اللہ کے کسی اور کی عبادت کرنا یا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی خدا ماننا یا اس کی صفات میں کسی اور کو شامل کرنا سب شرک ہیں۔قدرتی طاقتوں کی پوجا کرنا ۔خدا کے لڑکے اور لڑکیاں بنا لینا ،

پتھروں، درختوں، ستاروں، یا قبروں کو پوجنا بھی شرک کے دائرہ میں ہیں۔خدا کے ساتھ بیٹا اور روح القدس یا یزدان کے ساتھ اہرمن کا تصور بھی شرک ہے۔

اردودائرہ معارف اسلامیہ(۱۱/۶۹۵) کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

شرک بمعنی ساجھی بنانا؛خصوصا خدا کے ساتھ کسی کو ساجھی بنانا اصطلاحی معنوں میں مذکورہ بالا معانی کے علاوہ خدا کے ساتھ کسی اور کی بھی ایسی تعظیم وتکریم کرنا جسکی حقدار صرف خدا کی ذات ہے یا خدا کی صفات کو خدا کی ذات کے علاوہ کسی اور سے منسوب کر دینا۔

قرآن مجید میں شرک اورمشرکین کا جن مختلف نوعیّتوں سے بار بار ذکرآیا ہے اسکی رو سے علامفسرین نے شرک کی چار اقسام بتائی ہیں۔

(۱)الشرك فی العبادة

(۲)الشرك فی واجب الوجود

(۳)الشرك فی التدبير

(٤)الشرك فی التصرف

الوہیت، وجوب، قدرت اور حکمت میں شرک کرنے والے ثنویہ ہیں کیونکہ وہ خیر کے خدا کو یزدان اور شر کے خدا کو اہرمن کہتے ہیں۔عبادت اور تدبیر میں شرک کرنے والے کواکب پرست ہیں۔۔بعض وہ ہیں جو صانع حقیقی کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور افلاک و کواکب کو مدبر الامور مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قائم بالذات اور واجب الوجود ہیں یہ لوگ خالص دہریہ ہیں۔بعض وہ ہیں جو کسی نہ کسی طور پر غیراللہ کو خدائی میں شریک کرتے ہیں۔(مثلا نصاری کہ عیسیٰؑ کو اور یہود کہ عزیزؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں) اصنام اور بتوں کی پرستش کرنے والے واضح طور سے مشرک ہیں۔

۔۔۔۔۔۔شریعت کی اصطلاح میں شرک اور اشراک باللہ کے ایک مخصوص معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کسی بھی سلسلے میں دوسری شے کو اللہ تعالی کے برابر مانا جائے۔یعنی اللہ تعالی کی ربوبیت، اس کے ملک، اس کی عبادت، اسکی الوہیت اور اسکی اطاعت میں کسی مخلوق کو اس کا حصہ دار اور شریک ٹھرالیا جائے۔

امام نسفیؒ فرماتے ہیں

الاشراك هو اثبات الشريك فی الالوهية بمعنی وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادةكمالعبدةالاصنام۔

اشراک(شرک کرنا) کا مطلب معبودیت میں شریک ثابت کرنا ہے۔واجب الوجود سمجھ کر جیسے مجوسی کرتے ہیں یا عبادت کا مستحق سمجھ کر جیسے مجوسی کرتے ہیں یا عبادت کا مستحق سمجھ کر جیسے بتوں کے پجاری کرتے ہیں۔(شرح **عقائد النسفی** ص:۵۶)

شرح مقاصد میں ہے کہ

''شرک سے مراد کفر مطلق ہے کیونکہ مطلق کافر وہ ہے جو بے ایمان ہو پھر اگر ایمان کے بعد کفر کرے تو مرتد ہے اور اگر دو معبودوں کا قائل ہے تو مشرک ہے اور اگر کوئی دین اختیار کرے تو یہود و نصاری کی مانند کتابی ہے اور اگر قدم دھر اور حوادث کی نسبت زمانے کی طرف کرنے کا قائل ہو تو دہریہ ہے اور اگر نبوت کے اعتراف اور شریعت کے اظہار کے باوجود ایسا ہے تو زندیق ہے۔''

سورہ انعام کے اس ٹکڑا'' الا تشرکوا به شیئا'' کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

''اور تفسیر مظہری میں ہے کہ لفظ ''شیئا'' کے معنی یہاں یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ شرک کی کسی قسم جلی یا خفی میں مبتلا نہ ہو۔ شرک جلی کو تو سب جانتے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت یا اطاعت میں یا اسکی مخصوص صفات میں اللہ تعالی کے برابر یا اس کا ساجھی قرار دینا ہے اور شرک خفی میں یہ ہے کہ اپنے کاروبار اور۔۔۔۔۔۔ دینی و دنیوی مقاصد میں اور نفع و نقصان میں اگر چہ عقیدہ تو یہی ہو کہ کارساز اللہ تعالی ہے مگر عملا دوسروں کو کارساز سمجھے اور ساری کوششیں دوسروں سے وابستہ رکھے یا عبادت میں ریاکاری کرے کہ دوسروں کو دکھانے کے لیے نماز وغیرہ کو درست کر کے پڑھے، یا صدقہ خیرات نام آوری کے خیال سے کرے یا عملا نفع نقصان کا مالک کسی غیر اللہ کو قرار دے۔

شیخ سعدی نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

دریں نوعے از شرک پوشیدہ است

کہ زیدم بہ بخشید وعمرم بخست

(معارف القرآن: 153/3)

زبان اقدس سے مذمت شرک

شرک کی مذمت میں حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے فرمانات انگنت و بے شمار ہونے کی وجہ سے احاطہ تحریر میں لانا تو مشکل ہیں تاہم آپؐ کے چند فرمودات کو نقل کیا جاتا ہے جن میں سے ایک ایک فرمان محبان رسولؐ کے قلوب میں شرک سے بیزاری کی تخم ریزی کے لیے کفایت کرے گا۔ ان شاء اللہ قرآن وسنت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ

☆۔ سورہ نساء میں ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَاتُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (النسآء ۴:۳۱)

''اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے''۔

☆۔ سورہ النجم میں محسنین کی صفت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے

الَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَالۡاِثۡمِ وَالۡفَوٰحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ(النجم ۳۲:۵۳)

جوصغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں

یہ آیات واضح کررہی ہیں کہ کبیرہ گناہ قابل مواخذہ جرم ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا اطلاق کس کس گناہ پر ہوتا ہے؟اس سلسلہ میں بعض گناہوں پر قرآن ہمیں مطلع کرتا ہے جیسا کہ شراب اور جوئے کوقرآن پاک کبیرہ گناہ کہتا ہے **فیھما اثم کبیر** اور کچھ ایسے گناہ ہیں جن کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اوران میں سے آپ نے شرک کو'' **اکبر الکبائر** ''بتلایاہےاور کبائر کی فہرست میں سرفہرست اسی کوشمار کیا ہے۔چنانچہ مسند بزاز میں ہے۔

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺالكبائر سبع اولهن الاشراك بالله وقتل النفس بغير حقها واكل الربا واكل مال اليتيم وفرار يوم الزحف وقذف المحصنات والانتقال الى الاعراب بعد هجرته

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کبیرہ گناہ سات ہیں۔ان میں پہلا گناہ اللہ کیساتھ کسی کوشریک کرنا اور(دوسرا گناہ)ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ)سود کھانا اور(چوتھا گناہ)یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا اور (پانچواں گناہ)جہاد سے بھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاکدامن عورتوں پرتہمت لگانااورساتواں گناہ ہجرت کرنے کے بعداعراب (دیہات) کی طرف لوٹ جانا۔

حضوراکرمؐ نے سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنے کاحکم دیااوران میں شرک کوسب سے پہلے شمار کیاچنانچہ حدیث نبویؐ ہے۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی ﷺ قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا يا رسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المومنات (رواه البخاری و مسلم وابوداود و النسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایاسات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ سات چیزیں کونسی ہیں؟ حضورﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کوشریک کرنا، جادو کرنا،ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے،سود کھانا اوریتیم کا مال کھانا اور جنگ کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا ۔ (اس حدیث کو بخاری،مسلم،ابوداوداورنسائی نے روایت کیاہے)

☆۔حضرت ابودرداءؓ کونصیحت کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا

’’لاتشــــرک بـــالـــلـــه شيـئـــا وان قـطـعـــت و حـــرقـــت‘‘

اللہ کا کسی کو شریک نہ بناؤ خواہ تم ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیے جاؤ۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

☆۔شرک کرنے والے کے مقدر میں دوزخ لکھی جاچکی ہے۔ارشادنبویؐ ہے

من مات يشرك بالله شيئا دخل النار ومن مات لا يشرك بالله شيئادخل الجنة

ترجمہ: جوآدمی اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کوشریک کرتا ہےتو دوزخ میں جائے گااور جواللہ کے ساتھ کسی چیز کوشریک نہیں کرتا اورمرجائےتو جنت میں داخل ہوگا۔

خدا کاحق ہے کہ بندےفقط اسی کی عبادت کریں اوراس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

عـن معاذ قال كنت ردف النبى ﷺ على حمار يقال له عفير فقال يا معاذ هـل تـدرى مـا حـق الـلـه عـلـى الـعباد وما حق العباد على الله قلت الله و رسوله اعلم قال فان حق الله على العباد ان يعبد وه ولا يشركوا به شيئا و حق العباد على الله ان لا يعذب من لا يشرك به فقلت يا رسول الله افلا ابشـر بـــه الـــنـــاس قـــال لا تبشـرهـم فيتـكـلـوا(بـخـــارى : 400/1)

ترجمہ: حضرت معاذؓ فرماتے ہیں میں نبی کریمؐ کے پیچھے ایک گدھے پرسوار تھا جسکا نام عفیر تھاتو آپؐ نے فرمایااے معاذؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پراور بندوں کا اللہ پرکیاحق ہے؟ میں نے کہااللہ اوراسکارسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یقیناً اللہ کاحق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پرحق یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کوعذاب میں مبتلانہ کرے جواس کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو۔(حضرت معاذؓ کہتے ہیں) میں نے کہا اس بات کی لوگوں کوخوشخبری نہ سنادوں فرمایا کہ ایسانہ کروہ وہ توکل کرنے لگ جائیں گے۔

☆۔حدیث جبرائیلؑ میں ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے جب یہ سوال کیا اسلام کیاہے؟ تو آپؐ نے فرمایا

الاسلام ان تعبدالله ولا تشرك به شيئا(صحيح بخارى :كتاب الايمان)

ترجمہ: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرواوراس کے ساتھ کسی چیز کوشریک نہ کرو۔

☆۔نمازروزہ حج زکوٰۃ اوردیگرعبادات کے ساتھ ساتھ اگرشرک سے اجتناب نہ کیا جائےتو تمام نیکیاں اکارت ہوجائیں گی اورایسے اعمال کرنے سے انسان کوکوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔چنانچہ احادیث نبویؐ میں ارشاد ہے:

لا يضر مع الاسلام ذنب كمالا ينفع مع شرك العمل(كنز العمال2 :3/1)

ترجمہ: اسلام کے ساتھ کوئی گناہ ضرر رساں نہیں جسطرح شرک کے ساتھ کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔

☆۔خدا کے ساتھ ذرا بھر شریک کرنے والے بھی عذاب خداوندی سے بچ نہیں سکتے فرمان رسول خدا ﷺ ہے:

لا یحصن اهل الشرك بالله تعالیٰ شیئا(کنز العمال2 :3/1)

ترجمہ: اللہ تعالی کے ساتھ ذرا بھر شرک کرنیوالے محفوظ نہیں ہوں گے۔

﴿غیر اللہ کی پکار شرک ہے﴾

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں ''عبادت اس اعتقاد اور شعور سے عبارت ہے کہ کہ معبود کا غائبانہ مافوق الاسباب تسلط ہے جس کے ذریعہ وہ نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے۔پس ہر پکار، ندا،ثنا اور تعظیم جو اس اعتقاد سے کی جائے عبادت ہے۔(مدارج السالکین:40/1)

ندا اور پکار کی اس وضاحت کے بعد رسول خدا ﷺ کی احادیث کو نقل کیا جاتا ہے جو مضمون ھذا سے متعلق ہیں۔چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رجل یا رسول الله ای الذنب اکبر قال ان تدعو لله نداوخلقك قال ثم ای قال ان تقتل ولدك خشية ان یطعم معك قال ثم ای قال ان تزنی حلیلة جارك فانزل االله تصدیقهاوالذین لا یدعون مع الله الٰها اٰخرولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولایزنون الاٰیة

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا تو اللہ کے برابر کسی کو پکارے حالانکہ اسی نے تجھ کو پیدا کیا اس نے پوچھا پھر کونسا آپؐ نے فرمایا تو اپنی اولاد کو روزی کے ڈر سے مار دے اس نے پوچھا پھر کونسا آپؐ نے فرمایا تیرا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا، پھر اللہ تعالی نے اس کی تصدیق بھی نازل فرمائی ''جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہیں پکارتے نہ ہی اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام بتایا مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے۔

☆۔شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ آہستہ انسان کے اندر سرایت کر جاتا ہے

اخرج ابو یعلیٰ عن معقل بن یسار قال شهدت النبی ﷺ او قال حدثنی ابو بکر صدیق عن رسول الله ﷺ انه قال الشرك اخفی فیکم من دبیب النمل فقال ابو بکر وهل الشرك الا من دعامع الله الٰها اٰخر فقال رسول الله ﷺ الشرك اخفی فیکم من دبیب النمل ثم قال الا ادلك علی ما یذهب صغیر ذلك و کبیره قل اللهم انی اعوذبك ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لمالا اعلم

(بخاری۔الادب المفرد :ص۲۵۔ مطبوعہ مصر)

حضرت ابویعلیٰ معقل بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ کے پاس تھا یا یوں کہا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہﷺ سے حدیث بیان کی کہ آپؐ نے فرمایا تم میں شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ آہستہ آجاتا ہے۔ابوبکرؓ نے کہا شرک یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے۔پھر رسول اللہﷺ نے فرمایا شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے پھر فرمایا کیا تجھے نہ بتاؤں کہ تجھ سے چھوٹا بڑا شرک دور ہو جائے۔کہو اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے ساتھ شرک کروں اور مجھے معلوم ہو اور آپ سے معافی چاہتا ہوں جو مجھے معلوم نہ ہو۔

احمد بن حنبل اپنی مسند میں **ابو تميمه البجيمى** سے وہ **بنى الحجيم** کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ آپ کی دعوت کیا ہے؟ فرمایا

ادعو الى الله وحده الذى ان امسك ضر فدعوته كشف عنك والذى ان ضللت بارض قفر دعوته رد عليك والذى ان اصابك سنة فدعوته نبت عليك (ابن كثير 370/3)

ترجمہ: ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں اگر تجھے تکلیف پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہی تیری تکلیف دور کرے گا،اگر تو ویران زمین میں گم ہو جائے اور تو اسے بلائے تو تجھے واپس لائے گا اگر تجھے قحط سالی پہنچے پھر تو اس کو پکارے تو وہ تیرے لیے اگائے گا۔

اللہ تعالی ہی سب حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔اسی لیے حضورؐ نے ہر حاجت اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اسی ذات کو حاجت روا سمجھنے کی تعلیم دی ارشاد نبویؐ ہے۔

"**يسال احدكم ربه حاجته كلها حتى يسال شع نوله اذا انقطع**" (ترمذی شریف)

ترجمہ: اپنی ہر حاجت اپنے رب سے ہی طلب کرو یہاں تک کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی۔

خدا کی مشیت میں کوئی شریک نہیں

اکثر نیک لوگوں کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کی ابوسفیان اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ لوگ تو قتل کر دیے گئے اور تم ان کے لیے کافی ہو گئے۔حضرت عمرؓ کو اپنے نفس پر قابو نہ رہا انہوں نے کہا بخدا اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے وہ لوگ جن کو تو نے شمار کیا ہے سب کے سب زندہ ہیں اور وہ چیز تیرے لیے باقی ہے جو مشیت عین خدا کی مشیت ہے۔توحید کامل کے معلم حضرت محمدؐ نے اس خیال کی سختی سے تردید کی ہے بیہقی نے کتاب الاسماء میں روایت کیا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی اور کی مشیت کا نام نہ لینا چاہیے ایک شخص نے خدمت

والا میں حاضر ہوکر سلسلہء کلام میں کہا ''جو خدا چاہے اور جو آپ چاہیں'' ارشاد ہوا تم نے خدا کا ہمسر اور مقابل ٹھہرایا جو خدا چاہے ماشاءاللہ وحدہ۔(کتاب الاسماء والصفات بیہقی ص ۱۰۱ مطبوعہ الہ آباد)

معبودان باطلہ کے مقابلے میں اللہ تعالی کی برتری کا اظہار

جنگ احد میں لڑائی کے بعد ابوسفیان سامنے آیا اور اس نے تین مرتبہ کہا کہ آیا اس جماعت میں محمدؐ ہیں؟ مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دینے سے منع فرمایا۔اس نے کہا کہ آیا اس جماعت میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ کیا اس جماعت میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ کیا اس جماعت میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ کیا اس جماعت میں (فاروق اعظم عمر) ابن الخطاب ہیں؟ کیا اس جماعت میں (فاروق اعظم عمر) ابن الخطاب ہیں؟ کیا اس جماعت میں (فاروق اعظم عمر) ابن الخطاب ہیں؟

ابوسفیان اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو قتل کر دیئے گئے اور تم ان کے لئے کافی ہو گئے۔عمرؓ (فاروق) کو اپنے نفس پر قابو نہ رہا۔انہوں نے کہا بخدا اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔وہ لوگ جن کو تو نے شمار کیا ہے، سب کے سب زندہ ہیں اور وہ چیز تیرے لئے باقی ہے جو تیرے ساتھ برائی کرے گی۔

ابوسفیان نے کہا کہ یہ دن بدر کے دن کے بدلے کا دن ہے جنگ تو کبھی موافق ہوتی ہے کبھی مخالف تم لوگ اس جماعت میں مثلہ پاؤ گے جس کا میں نے حکم نہیں دیا اور نہ مجھے وہ برا معلوم ہوا وہ رجز (برانگیختہ کرنے والے اشعار) پڑھنے لگا اور کہنے لگا'' **اعل ھبل** (ھبل بلندرہ) **اعــل ھبـل** (ہبل بلندرہ) (ہبل: بیت اللہ میں نسب سب سے بڑے بت کا نام تھا) نبی ﷺ نے فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: **اللــه اعلٰی واجل** ۔''اللہ اعلٰی اور برتر ہے۔'' پھر ابوسفیان نے نعرہ لگایا: **لنا عزی ولا عزی لکم** ۔ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے عزیٰ نہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا: کہو: **اللــه مـولانـا ولا مولیٰ لکم** ۔''اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔(ابن ہشام: 94/2)

بت شکنی میں سنت ابراہیمی کا احیا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کے بتوں کو جس طرح پاش پاش کیا تھا آنحضورؐ نے اپنے دادا کی اس سنت کو اپنی قوم کے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو گرا کر زندہ کیا۔بخاری شریف میں ہے

عـن عبـدالـلـه ابـن مسـعـود رضی الله عنه قال دخل النبی ﷺ مکة
وحـول الـکـعبة ثـلٰـث مائة و ستون نصبا فجعل یطعنها بعود فی یده
وجـــعـــل یـــقـــول جـــاء الـــحـــق وزهـــق البـــاطـــل الاٰیة

(صحیح بخاری: 336/1 مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب حضورؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے تو آپؐ ایک لکڑی سے جو آپ کے

ہاتھ میں تھی ان کوٹھوکر مارتے اور فرماتے تھے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔(الایۃ)

مددصرف اللہ سے مانگو

عصر حاضر میں بعض لوگ حضرت محمدؐ۔حضرت علیؓ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے مدد مانگتے ہیں۔حالانکہ قرآن مجیداور احادیث نبویہؐمیں صرف اللہ تعالی سے مدد مانگنے کاحکم دیا گیاہے۔

چنانچہ حضرت ابوالعباس عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہےانہوں نے کہا:

> میں ایک روز نبی کریمؐ کے پیچھےسواری پر بیٹھاتھا آپؐ نے فرمایااے لڑکے میں تمہیں چند باتیں سکھا تاہوں اللہ کویادرکھ وہ تیری حفاظت کرے گا اللہ کو یادرکھ تواسے سامنے پائے گا **اذا سالت فاسئل الله واذااستعنت فاستعن بالله** جب تو سوال کرے تو تو اللہ سے سوال کراور جب تو مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور تو جان لے کہ اگرسب لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تجھے کچھ نفع پہنچا ئیں ،تو تجھے کچھ نفع نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیےلکھ دیا اور اگرلوگ اس بات پر متحد ہو جائیں کہ تجھے کچھ نقصان پہنچا ئیں تو تجھے کچھ تکلیف نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالی نے تمہارے لیےلکھ دی۔قلم اٹھادیے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔(ترمذی)

حضرت ابوذرغفاریؓ سے روایت ہےانہوں نے بیان کیا کہ نبیؐ کی ان احادیث میں سے جوحضورؐاپنے بزرگ وبرتر رب سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث بھی ہے کہ اللہ تعالی نے کہا:

> اے میرے بندو!میں نےظلم کرنا اپنے اوپرحرام ٹھہرالیا ہےاورتمہارے درمیان بھی اسے حرام قراردیا ہے۔اس لیےتم ایک دوسرے پرظلم نہ کرو۔اے میرے بندو!تم میں ہرایک گمراہ ہےمگر وہ جسے میں نے ہدایت دی۔پس تم مجھ ہی سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا۔اے میرے بندو!تم میں سے ہرایک بھوکا ہےمگر وہ جسے میں نے کھلایا۔پس تم مجھ ہی سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا۔اے میرے بندو!تم میں سے ہرایک ننگا ہےمگر وہ جسے میں نے کپڑا پہنایا۔پس تم مجھ سےلباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔اے میرے بندو!تم یقیناً رات دن خطائیں کرتے ہواور میں سب گناہ بخشتا ہوں۔پس تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں معاف کردوں گا۔اے میرے بندو!تم مجھےضرر دینے پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے کہ مجھےضرر پہنچاؤاور میرے نفع کی بھی قدرت نہیں رکھتے تا کہ مجھے نفع دےسکواے میرے بندواگرتمہارے پہلے اور پچھلے سب اورتم میں سارے انسان اورسارے جن ایسے ہوں جیسےتم میں متقی ترین دل والا آدمی تو یہ بات میری سلطنت میں کچھ بھی نہیں بڑھائے گی۔اے میرے بندو!اگرتم اگلے پچھلے سب اور تم میں جن وانس ایسے ہوں،جیسےتم میں کوئی گنہگارترین دل والا آدمی۔تو یہ بات میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں کرے گی۔اے میرے بندو!اگرتمہارے پہلے اورتمہارے پچھلے اورتمام انسان اورجن ایک میدان میں کھڑے

ہوں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کی حاجت پوری کردوں تو بھی میرے خزانے میں اتنی کمی نہیں آئے گی جتنی کہ سوئی سمندر میں ڈالی جائے تو اسے گھٹاتی ہے۔اے میرے بندو یہ صرف تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے شمار کر کے رکھتا ہوں پھر یہی تمہیں پورے پورے لوٹا دیتا ہوں جو نیک (بدلہ) پائے وہ اللہ کا شکرادا کرے جوکوئی اس کے علاوہ کچھ پائے تو وہ صرف اپنے آپکو ملامت کرے ۔(مسلم شریف)

﴿غیراللہ کی قسمیں اٹھانا شرک ہے﴾

شرک کی ایک نہایت باریک صورت یہ تھی کہ لوگ غیر خدا کی قسمیں کھاتے تھے۔قسم کھانے کے معنی حقیقت میں شہادت کے ہیں جس کی قسم کھائی جاتی ہے اسکو دراصل واقعہ پر گواہ بنایا جاتا ہے۔عربوں میں بت پرستی کے رواج کے باعث بتوں اور دیوتاؤں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں جوصریح کفر تھا۔قریش اپنے دیوتا لات اورعزی کی قسمیں کھایا کرتے تھے آنحضورؐ نے اس سے منع فرمایا لیکن رواج اور عادت کے باعث مسلمان ہونے کے بعد بھی بے اختیار انکی زبان سے انکی قسمیں نکل جاتی تھیں۔آپؐ نے فرمایا

''جس شخص کی زبان سے لات اورعزی کی قسم نکل جائے وہ لا الہ الا اللہ کہہ لے''۔

یہ گویا اس کفر کے کلمہ سے توبہ ہے۔قریش میں باپ کی قسم کھانے کا رواج تھا اس سے بھی آپ نے منع فرمایا:

وعن ابن عمر رضی الله عنهماعن رسو ل الله ﷺ انه ادرك عمر بن خطاب فی ركب وعمر یحلف بابیه فنادهم رسول الله ﷺ الا ان الله ینهكم ان تحلفوا بابائكم فمن كان حالفا فلیحلف بالله او لیصمت

(بلوغ المرام)

ترجمہ:حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قافلہ میں حضرت عمرؓ کو باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو رسول اللہ ﷺ نے آواز دے کر صحابہؓ سے فرمایا اللہ تعالی نے تم کو باپ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے اگر قسم کھانا ہی ہے تو اللہ کی قسم کھاو ورنہ خاموش رہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اس وقت سے آج تک میں نے نہ تو اپنی بات میں اور نہ کسی اور کی بات دہرانے میں کبھی باپ کی قسم کھائی۔ابوداود اور نسائی میں حضورؐ کا یہ فرمان ہے:

لا تحلفوا بأبائكم ولا تحلفوا بالله الا وانتم صادقون (ایضا)

ترجمہ:باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ اللہ کی قسم بھی اس وقت کھا سکتے ہو جب تم بالکل سچ بول رہے ہو۔

ماں کی قسم بھی لوگ کھایا کرتے تھے اس سے بھی آپ نے منع فرمایا اسی طرح کعبہ کی بھی لوگ قسم کھایا کرتے تھے اس پر ایک یہودی نے آکر مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم بھی شرک کرتے ہو کعبہ کی قسم کھاتے ہو۔آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کعبہ نہیں بلکہ کعبہ والے (اللہ) کی قسم کھایا کرو۔ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو اس کو منع کیا اور کہا کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔

من حلف لغیر الله فقد اشرك (کنزالعمال:۳۳۶) ترجمہ: جس نے غیراللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

دوسری روایت میں ہے:

کل یمین یحلف بها دو ن الله شرك (ایضا) ترجمہ : ہروہ قسم جوغیراللہ کی کھائی جائے شرک ہے۔

﴿غیراللہ کی نذرومنت کا بیان﴾

نذر کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیرواجب چیزکواپنے اوپرواجب کرلینے کے ہیں۔(مفردات القرآن:امام راغب)

غیرواجب چیز کا اپنی ذات پر وجوب اگرمحض اللہ تعالی کی رضا کے لیے ہوتو باعث برکت وثواب اگراللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی اوردلجوئی کی خاطر ہوتوباعث عتاب وعذاب ہے۔خداکے برگزیدہ بندوں میں سے حضرت مریمؑ نے نذرمانی تھی توان سے کہا گیا تھاتم یہ کہو**انی نذرت للرحمٰن صوما** (۲۶:۱۹) بےشک میں نے رحمٰن کے لیےروزے کی نذرمانی ہے۔جہاں تک غیرخدا کی نذرکا تعلق ہےقرآن پاک نےاسے وما اهل به لغیر الله کےالفاظ کہہ کرحرام قراردیاہےاوراسی چیزکورسول اللہ ﷺ نے بھی لعنت فرما کر ایسی نذرکوپوراکرنے سے منع فرمایاہے چنانچہ ارشادنبویؐ ہے:

لعن الله من ذبح لغیر الله (مسند احمد)

ترجمہ: جوغیراللہ(کی تعظیم وخوشنودی کے لیے)ذبح کرےاس پراللہ کی لعنت ہو۔

ایک اورموقع پرآپؐ نے فرمایا:

لا وفاء لنذر فی معصیة الله ولا فی مالا یملك (ابوداؤد)

جونذرگناہ کے لئے ہویااس چیزمیں ہوجس کا آدمی مالک نہیں ہےتووہ نذرپوری نہ کی جائے۔

ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے یہ نذرمانی کہ بوانہ(ایک جگہ کا نام)میں اونٹ ذبح کرےتووہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیااورعرض کیا کہ میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذرمانی ہےتورسول اللہ ﷺ نے فرمایا(یعنی صحابہؓ سے)**هل کان فیها وثن من اوثان الجاهلية يعبد** ترجمہ: کیاجاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت اس میں تھاجووہ پوجاجاتا تھا۔صحابہ نے عرض کیانہیں پھرآپؐ نے فرمایا کیا کفارکی عیدوں میں سے کوئی عیداس میں تھی؟عرض کیانہیں تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا(یعنی سائل کی طرف متوجہ ہوکر)**اوف بنذرك** اپنی نذرپوری کراس لیے کہ گناہ میں نذرکاپوراکرناجائزنہیں اورنذراس چیز میں نہیں ہوتی جس کا ابن آدم مالک نہیں(ابوداود)

﴿قبرپرستی سے اجتناب کی تلقین﴾

ابتدائے اسلام میں آنحضورؐ نے لوگوں کوقبروں کی زیارت سے منع فرمادیا تھااس کا سبب یہ تھا کہ نومسلموں کے دلوں میں ابھی تک عقیدہ توحیدراسخ نہیں ہوا تھااوراس بات کا احتمال تھا کہ بت پرستی کی بجائے کہیں قبرپرستی شروع نہ ہوجائے لیکن جب توحید باری تعالی مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہوگئی اورشرک کےصدورکا احتمال جاتارہاتوآپؐ نے اہل اسلام کوخطاب کرتے ہوئے فرمایا

نهيتكم عن زيارة القبور فذوروها فان فی زيارتها تذكرة (ابی دائود)

ترجمہ: میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا اب زیارت کیا کرو اس لیے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

زیارت کا حکم دینے کے باوجود آپ ؐ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں قبر پرستی میں نہ لگ جائیں کیونکہ شرک کا بڑا ذریعہ قبر پرستی اور یادگار پرستی ہے۔قبروں اور یادگاروں کو لوگ عبادت گاہ بنالیتے ہیں سالانہ مجمع کرتے ہیں دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں۔قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں۔آنحضورؐ نے ان سب افعال سے منع فرمایا۔

الا وان من كان قبلكم كانو ا يتخذون قبور انبيائهم و صالحيهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذلك(مسلم :باب المساجد)

ترجمہ: سن لو تم سے پہلے لوگ اپنے انبیا اور نیکوکار لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے دیکھو میں تم کو منع کرتا ہوں کہ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

☆۔یہود و نصاری نے انبیا کے مزارات اور یادگاروں کی تعظیم میں جو افراط کی تھی وہ بت پرستی کی حد تک پہنچ گئی تھی اسلام کا فرض اولین بت پرستی کی رگ و ریشہ کا استیصال کرنا تھا اس لیے حالت مرض میں جو چیز سب سے زیادہ آپ کے پیش نظر تھی وہ یہی تھی۔(اتفاق سے بعض ازواج مطہرات نے جو حبشہ ہو آئی تھیں اسی حالت میں وہاں کے عیسائی معبدوں کا اور انکے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا آپؐ نے فرمایا ''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تھا تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ عز وجل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔

☆۔عین کرب کی شدت میں جبکہ چادر منہ پر ڈال لیتے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر الٹ دیتے تھے حضرت عائشہؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے:

لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد (صحيح بخارى : ذكر وفات النبیؐ)

ترجمہ: اللہ تعالی کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔

☆۔حضور اکرمؐ نے صرف مسلمانوں کو قبر پرستی ہی سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے اللہ تعالی سے بھی دعا کی کہ میری قبر کو پرستش سے بچا کر رکھنا چنانچہ مؤطا امام مالک میں آپکی دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

"اللهم لا تجعل قبرى وثنا يعبد"

ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنا جس کی عبادت کی جائے۔

صحاح میں ہے ''الوثن الصنم'' وثن کا معنی بت ہے۔(**الصحاح للجوهرى**:ص:۲۲۱۲،ج:۶)

عورتیں چونکہ شرکیہ افعال قبروں پر زیادہ کرتی ہیں نیز کمزور دل ہونے کی وجہ سے جزع فزع بھی زیادہ کرتی ہیں اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو قبروں پر جانے کی پابندی کو بحال رکھا بلکہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتیں اور قبروں پر مساجد بنانے اور چراغ

جلانے والے مردوں اور عورتوں پر آپؐ نے لعنت فرمائی ہے۔حضورؐ کا ارشاد پاک ہے:

"عن ابن عباس قال لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج (ابى داؤد)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں (یعنی عورتوں پر) لعنت کی اور جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور وہاں چراغ جلائیں

﴿سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے﴾

☆۔حضرت معدان بن طلحہؓ کہتے ہیں:

آنحضور ﷺ کے غلام ثوبان سے میں ملا اور کہا کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جنت کا مستحق ہو جاؤں وہ خاموش رہے میں نے پھر یہی سوال کیا مگر پھر خاموش رہے، میں نے تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو فرمایا **عليك بكثرة السجود لله** اللہ کے لیے سجدے زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔حقیقتاً اللہ تعالیٰ کیلیے جو بھی سجدہ کروگے تمہارا درجہ بلند ہوگا اور تیرے گناہ مٹا دیے جائیں گے معدان کہتے ہیں پھر میں ابودرداءؓ سے ملا اور وہی سوال کیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا تھا جو ثعبان نے دیا تھا۔(مشکوٰۃ شریف)

☆۔آنحضورؐ نے اپنی ذات کا سجدہ کرنے سے منع فرما دیا تھا۔حدیث نبویؐ ہے

عن قيس بن سور قال اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فاتيت رسول الله ﷺ فقلت انى اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان يسجد لك فقال لى ارايت لو مررت بقبرى اكنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلوا لو كنت امرا حدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم عليهن من حق (رواه ابى داؤد)

ترجمہ: قیس بن سعد کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کا سجدہ کرتے ہیں پھر میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ سے عرض کی کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں آپؐ تو اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے آپؐ نے فرمایا اگر تم میری قبر پر گزرتے تو اس کو سجدہ کرتے میں نے فرمایا ایسا نہ کرو اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کا سجدہ کریں

اس لیے کہ اللہ تعالی نے مردوں کا عورتوں پر بڑا حق مقرر کیا ہے ۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ وہ شام گئے تو انہوں نے عیسائیوں کو اپنے بزرگوں کا سجدہ کرتے دیکھا۔حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟انہوں نے کہا **ھذاکان تحیۃللانبیاء قبلنا** ترجمہ:ہم سے پہلے انبیا کے سلام کا طریقہ یہی تھا۔

میں نے کہا تو پھر ہم آنحضورؐ کے ساتھ ایسا کرنے کے زیادہ حقدار ہیں تو حضورؐ نے فرمایا ان لوگوں نے جس طرح اپنی کتاب میں تحریف کی ہے اسی طرح اپنے انبیا پر یہ جھوٹ بھی لگایا ہے۔اللہ تعالی نے اس سے بہتر سلام کا طریقہ ہمیں سکھایا ہے اور وہ لفظ السلام ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔(رواہ احمد)

حضور اکرمؐ نے ایک سوال کرنے والی عورت کو خاوند کا حق بتلاتے ہوئے فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء ت امراۃ الی رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ﷺاخبرنی ماحق الزوج علی الزوجۃقال لو کان ینبغی بشران یسجد بشر لامرت المرأۃان تسجدلزوجھا اذا دخل علیھا لما فضلہ اللہ علیھا(سنن بیھقی)

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر کسی انسان کے لائق ہوتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو میں ضرور حکم دیتا عورت کو کہ جب اس کا خاوند گھر آئے تو اس کا سجدہ کرے اس فضیلت کی بنا پر جو خدا نے مرد کو عورت پر دی ہے۔

توحید پرستوں کی فضیلت

جس طرح حضور اقدس ﷺ کے ارشادات شرک اور مشرکین کی مذمت میں صادر ہوئے ہیں اسی طرح لاتعداد خوشخبریاں اور کامیابی کے مژدے آپؐ کی زبان مبارک سے توحید پرستوں کے لیے بیان ہوئے ہیں جن میں سے کچھ فرمودات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے

''قال اللہ تعالی انا اللہ لا الہ الا انا من اقرلی بالتوحید دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی ''(کنز العمال :12/1)

ترجمہ:اللہ توالی نے فرمایا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جس نے میری توحید کا اقرار کیا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

☆۔تمام اعمال صالحہ سے افضل و برتر اللہ سبحانہ وتعالی کی توحید پر ایمان لانا ہے نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

افضل الاعمال الایمان بالله وحده ثم الجهاد ثم حجة مبرورة تفضل سائر الاعمال کما بین مطلع الشمس الی مغربها (کنز العمال :17/1)

ترجمہ: سب سے بہتر عمل اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا ہے پھر جہاد پھر حج مبرور تمام اعمال پر اس طرح فوقیت رکھتا ہے جس طرح طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کے درمیان (کا وقت بقیہ اوقات پر)

☆۔توحید کی وجہ سے دوسرے گناہوں کی معافی بھی ہوسکتی ہے۔فرمان نبویؐ ہے۔

اتانی جبریل فبشرنی انه من مات من امتك لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة قلت وان زنا وان سرق قال وان زنا وان سرق (کنز العمال :17/1)

حضرت جبرائیل امینؑ میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری دی کہ یقیناً تیری امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گا میں نے پوچھا اگرچہ وہ بدکاری اور چوری بھی کرے؟ جبرائیلؑ نے کہا اگرچہ وہ بدکاری اور چوری بھی کرے۔

☆۔موحدین بالآخر جنت میں جائیں گے دائمی عذاب سے بچ جائیں گے۔

ان الله یعذب الموحدین بقدر نقصان ایمانهم ثم یردهم الی الجنة خلود ا دایما بایمانهم (کنز العمال :18/1)

ترجمہ: بلا شبہ اللہ تعالیٰ موحدین کو ان کے ایمان کے نقصان کے مطابق سزا دے گا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

☆۔معبودانِ باطلہ سے منہ موڑ کر خدائے واحد سے رشتہ جوڑنا بہترین اسلام ہے۔

افضل الاسلام الحنیفیة السمحة (کنز العمال : 18/1)

ترجمہ: بہترین اسلام سیدھی سادھی آسان شریعت ہے۔

حنیفیت: جسمیں سچی توحید پرستی ہو اور شرک کا شائبہ نہ ہو۔(لغات الحدیث)

دوسری حدیث میں اسی چیز کو بہترین اور خدا کا محبوب دین کہا گیا ہے۔

ان احب الادیان الی الله الحنیفیة السمحة (کنز العمال : 19/1)

ترجمہ: یقیناً تمام ادیان سے محبوب ترین اللہ تعالیٰ کو سیدھی سادھی آسان شریعت ہے۔

☆۔قیامت کے دن غیر اللہ کی پرستش کرنے والے جہنم رسید کیے جائیں گے جبکہ توحید پرستوں کی جگہیں یہود و نصاریٰ سے پر کی جائیں گی:

اذا کان یوم القیامة جمع الله الخلائق فی صعید واحد ثم یرفع لکل

قوم الھتھم التی کا نو ا یعبدونھا فیوردونھم النار و یبقی الموحدون فیقال لھم ما تنظرون فیقولون ننتظر رباکنا نعبدہ بالغیب فیقال لھم او تعرفونه فیقولون ان شاء عرفنا نفسه فیجلی لھم فیقال لھم یا اھل التوحید رفعوا رؤسکم فقد اوجب الله لکم الجنة وجعل مکان کل رجل منکم یھودیا او نصرانیافی النار(کنز العمال : 19/1)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالی تمام مخلوق کوایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا پھر ہر قوم کے لیےان کے معبودان باطلہ جنکی وہ پرستش کرتے تھے اٹھائے گا۔پس (فرشتے)انہیں دوزخ میں داخل کریں گے پھرتوحید پرست باقی رہ جائیں گےان سے کہا جائے گاتم کس انتظار میں ہو؟ وہ کہیں گے ہم اپنے پروردگار کی انتظار میں ہیں جسکی غائبانہ عبادت کرتے تھےتوان سے کہاجائے گاتم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر وہ چاہے توہم اسکی ذات کی شناخت کرسکتے ہیں۔پھراللہ تعالی ان کوجلوہ دکھائے گااوران سے کہا جائے گااے اہل توحید! اپنے سروں کواٹھاؤتحقیق اللہ نےتم پر جنت واجب کردی ہےاور تم میں سے ہر ایک کی جگہ پر دوزخ میں یہودی یاعیسائی کو ڈال دیا ہے۔

☆۔موحد کی بخشش ہرحال میں ہوگی جناب نبی امیؐ کاارشادہے:

من مات لا یعدل با لله شیئا ثم کانت علیه من الذنوب مثل الرمال غفر له (کنز العمال : ۱/۲۰)

ترجمہ: جوشخص اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کےساتھ کسی چیز کومساوی نہ کرتا ہوا گراس کے گناہ ریت کےٹیلوں جتنے ہی کیوں نہ ہوں اسے بخش دیا جائے گا۔

اسی چیزکودوسری حدیث میں یوں بیان کیا گیاہے:

من مات وھو لا یشرک بالله شیئا فقد حلت له مغفرته (کنز العمال : ۱/۲۳)

ترجمہ: جوشخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ بزرگ وبرتر کےساتھ کسی کوشریک نہ کرتا ہواس کے لیےاللہ تعالی کی بخشش حلال ہوگئی۔

☆۔اہل توحیدآخرکار جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔حدیث میں ارشاد ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے ارشادفرمایا کہ توحید کے ماننے والے کچھ لوگوں کودوزخ میں عذاب دیا جائے گااوراتنا کہ وہ جل کرکوئلے کی مثل ہوجائیں گےمگر پھران پررحمت نازل ہوگی چنانچہ ان کوجہنم سےنکال کر جنت کے دروازے پرڈال دیا جائے گا۔آپؐ نے فرمایااس کے بعداہل بہشت ان پر پانی ڈالیں گےاور وہ لوگ اس طرح پھوٹنےلگیں گے جیسےکوئی دانہ کسی نالے میں سیلاب کے پانی سے اگنےلگتا ہےاس

کے بعد وہ جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔(ترمذی)

☆۔جنت کی کنجی توحید باری تعالیٰ ہے:

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ رسول خداﷺ نے معاذ کو بھیجا تو وصیت فرمائی اور ان سے عہد لیا، پھر فرمایا آسانی پیدا کرنا، دشواری پیدا نہ کرنا، خوش رکھنے والی باتیں کرنا، نفرت دلانے والی باتیں نہ کرنا، تم اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے پاس جا رہے ہو، وہ تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجی کیا ہے؟ تم کہنا، اس بات کی شہادت دینا کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی ہستی قابل عبادت نہیں اور نہ اس کا شریک وسہیم ہے۔

﴿تحریری دعوت توحید﴾

صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضورؐ کو کسی قدر اطمینان ہوا تو آپؐ نے ۶ھ میں قیصر روم، کجکلاہ ایران، عزیز مصر، نجاشی شاہ حبش، رؤسائے یمامہ، والی حدود شام، حارث غسانی، شرجیل بن عمرو والی بصری کے نام رب واحد کی عبادت پر متحد ہونے اور قبولیت اسلام کی دعوت کے خطوط ارسال کیے اور علی الترتیب یہ خدمت حضرت دحیہ کلبیؓ، عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ، عمرو بن امیہ ضمریؓ، سلیط بن عمروؓ، شجاع بن وھبؓ اور حارث بن عمیرؓ کے سپرد ہوئی ہم ان میں سے صرف قیصر روم کی طرف بھیجے گئے والا نامے کا تذکرہ کرتے ہیں جو بہت دلچسپ ہے۔

قیصر روم کی طرف مشہور صحابی حضرت وحیہ کلبیؓ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا یہ بڑے حسین وجمیل تھے۔حضرت دحیہ کلبیؓ حضورؐ کا مکتوب گرامی لے کر عدی بن حاتم بصری کے مصاحب کے ساتھ پہنچ گئے۔انہوں نے وہ مکتوب گرامی ہرقل کو پہنچایا۔اس مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ بندہء خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم کی جانب۔سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔اما بعد! میں تمہیں کلمہء اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاو گے تو سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دیں گے اور اگر تم اس بات سے پہلوتہی اور روگردانی کرو گے اور میرے دین کو قبول نہ کرو گے تو تم پر مزارعوں اور رعایا کا گناہ ہوگا۔

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الاالله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولو ا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔(اٰل عمرٰن٣:٦٤)

ترجمہ: فرما دیجیے اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو خدا کے سوا ارباب نہ بنالیں اب اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

ہرقل جب حضور اکرمؐ کے گرامی نامہ کے مضمون سے باخبر ہوا تو اس کی ہیبت سے اس کی پیشانی پر پسینہ جاری ہوگیا اور اس کی مجلس میں شوروغوغا برپا ہوگیا۔اس نے اپنے ارکان دولت سے کہا تلاش کرو کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس دعوی نبوت کرنے والی ہستی کی قوم میں سے ہوتا کہ میں اس کے حالات اس سے دریافت کروں۔اتفاق سے ابوسفیان بن حرب صلح حدیبیہ کے بعد تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا جو حضورؐ سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔لوگ ہرقل کے حکم سے اسے اس کے پاس بیت المقدس لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابوسفیان سے نقل کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ جب ہم قیصر کے دربار میں پہنچے تو اس نے پوچھا تم میں سے کون ہے جو قرابت داری کے اعتبار سے اس سے بہت قریب تر ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس سے قریب تر ہوں کیونکہ وہ میرے چچا کے فرزند جلیل ہیں۔ابوسفیان نے مزید بیان کیا کہ اس کے بعد ہرقل نے مجھے اپنے سامنے بلایا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر دیا۔ترجمان سے کہا اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس ہستی ءمقدس کے حالات میں سے کچھ چیزیں دریافت کروں گا اگر یہ خلاف واقعہ جواب دے تو تم اس کی تکذیب کر دینا ابوسفیان نے کہا کہ'' خدا کی قسم اگر میں اس بات کی شرم وحیا نہ رکھتا کہ مجھ سے جھوٹ نقل ہو تو میں بہت سی باتیں حضورؐ پر جھوٹ اور بہتان کی باندھتا۔''

ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد ہرقل نے مجھ سے پوچھا کہ اس ہستی ءمقدس کا اصل ونسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟ (**كيف نسبه فيكم**)

میں نے کہا: کہ وہ ہمارے درمیان صاحب نسب،شریف عظیم ہیں (**هو فينا ذو نسب**)

ہرقل نے کہا: کہ انبیا ومرسلین اسی طرح شریف النسب ہوتے ہیں تا کہ ان کے پیروکاروں کو ان کی پیروی واتباع میں کسی قسم کی جھجک اور شرم وعار لاحق نہ ہو۔

ہرقل نے پوچھا: کیا کسی نے ان سے پہلے بھی قریش کی قوم نے اور عرب میں نبوت کا دعوٰی کیا ہے؟

(**فهل قال هذا القول منكم احد قط قبله**)

میں نے کہا : نہیں۔

اس نے کہا:''اگر کسی نے نبوت کا دعوی کیا ہوتا تو اس کا وہم لاحق ہوسکتا تھا اور میں کہتا کہ اس نے اپنے پیشرو کی بات کی تقلید کی ہے۔''

ہرقل نے پوچھا: ان کے آبا میں سے کسی نے بادشاہی کی ہے؟ (**هل كان من اٰبائه من ملك ؟**)

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا : اگر ایسا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے باپ کی بادشاہت چاہتا ہے اور نبوت کو اس کا ذریعہ بنا کر اپنے باپ کی مملکت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ہرقل نے پوچھا : قوی اور بڑے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور محتاج لوگ؟ (**فاشرف الناس اتبعوه ام ضعفاؤهم**)

میں نے کہا : ''محتاج لوگ''

اس نے کہا : انبیاء علیھم السلام کی زیادہ تر پیروی ضعیف اور محتاج لوگ کرتے ہیں۔''

ہرقل نے پوچھا: کیا اس کے پیروکار روز بروز بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں (**ايزيدون ام ينقصون ؟**)

میں نے کہا: زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

اس نے کہا: اسی طرح ایمان کا کام بتدریج زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ حدکمال تک پہنچ جاتا ہے۔

ہرقل نے پوچھا: کیا کوئی شخص ان کے دین سے برگشتہ ہوا ہےاوران کے دین مبین کومکروہ وناپسندیدہ جانکراس سے پھرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: ایمان کی چاشنی ایسی ہی ہوتی ہے جب یہ دل میں سرایت کرجاتی ہےتو جان وروح سے پیوستہ ہوجاتی ہےاوردل سےنہیں نکلتی

ہرقل نے پوچھا: اسے کذب ودروغ کےساتھ متہم قرار دیتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں

اس نے کہا کہ ٹھیک ہےاوراب جائز نہ ہوگا کہ وہ لوگوں پرجھوٹ نہ باندھےاورخدا سے جھوٹ منسوب کرے۔

ہرقل نے کہا: کیاوہ غدر(خلاف عہد) کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں

اس نے کہا: نبیوں کی شان یہی ہوتی ہے وہ غدرنہیں کرتے۔اس لیے کہ غدراور بدعہدی دنیا کے طالبوں سے سرزدہوتی ہےاورانبیاعلیھم السلام دنیاکے طالب نہیں ہوتے۔

ہرقل نے پوچھا: تمہارےاوران کے درمیان جنگ واقع ہوئی ہے یانہیں؟

میں نے کہا: ہاں

اس نے کہا: جنگ کی کیفیت اوراس کی حالت بیان کرو۔

میں نے کہا: کبھی وہ ہم پرغالب ہوتے ہیں اورکبھی ہم ان پرغالب ہوتے ہیں

اس نے کہا: انبیا کا حال ایسا ہی تھا کبھی دشمن کے غلبہ سےمغلوب ہوجاتےلیکن بالآخرغلبہ انہی کا ہوتا

ہرقل نے پوچھا: وہ تمہیں کس چیز کاحکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ حکم فرماتے ہیں’’اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرواورکسی چیزکواس کے ساتھ شریک نہ کرواورجوکچھ تمہارےآباؤاجداد کہتے ہیں اورکرتے ہیں اسے چھوڑدو۔وہ ہمیں نمازراست گوئی پارسائی اورصلہ رحمی کاحکم فرماتے ہیں۔‘‘

اس نے کہا: جوکچھ تم بیان کرتے ہویہی سب انبیاعلیھم السلام کی صفات حمیدہ اورعادت محمودہ ہیں۔

اہل سیرلکھتے ہیں کہ ہرقل نے حضورﷺ کے گرامی نامہ کوریشمی کپڑے میں لپیٹ کرصندوق میں محفوظ رکھااوروہ مکتوب اس کی اولاد کے پاس رہااورکسی بادشاہ نے اپنےمحل سے باہرنہ کیا۔

اس کے بعد قیصرروم نے ابوسفیان سے کہا جوکچھ تم نے (حضورؐکی صفات بیان کی ہیں) بتایااگر یہ صحیح ہےتو یہ شخص بہت جلد میرے ان قدموں کی جگہ کامالک ہوجائے گا۔میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہےلیکن میرایہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔اگرمجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتااوراگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔(الرحیق المختوم اردوص:486-483)

باب پنجم

﴿عقیدہ توحید مفکرین عالم کی آرا کی روشنی میں﴾

حضرت ابوبکر صدیقؓ

جب آنحضورؐ کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا بہت سے منافقین کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے حالانکہ خدا کی قسم آپؐ مرے نہیں البتہ وہ اپنے رب کی طرف گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ بن عمران گئے تھے۔موسیٰ بن عمران چالیس رات تک اپنی قوم سے غائب رہے اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ مر گئے ہیں حالانکہ وہ بعد میں اپنی قوم میں واپس آ گئے تھے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ اسی طرح لوٹ کر آ جائیں گے جس طرح موسیٰ لوٹ کر آ گئے تھے، پھر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موت واقع ہوگئی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو آپؐ کی وفات کی خبر ملی تو وہ آئے اور مسجد کے دروازے پر رک گئے، اس وقت عمرؓ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے مگر ابوبکر کسی چیز کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر چلے گئے، آپ کا جسد اطہر گھر کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا اوپر یمنی چادر اوڑھی ہوئی تھی ابو بکرؓ آگے بڑھے آپؐ کا چہرہ مبارک کھولا بڑھ کر بوسہ دیا اور کہا ''آپؐ پر میرے ماں باپ قربان جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر کی تھی وہ تو آ گئی اس کے بعد آپؐ موت کی تکلیف کبھی نہ اٹھائیں گے۔''

اس کے بعد ابوبکرؓ نے آنحضورؐ کے چہرے پر چادر الٹ دی اور نکل کر باہر آئے۔حضرت عمرؓ برابر تقریر کر رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا: عمر سہولت سے کام لو، خاموش ہو جاؤ مگر عمرؓ نہ مانے اور تقریر کرتے ہی رہے، ابوبکرؓ نے دیکھا کہ عمرؓ خاموش ہی نہیں ہوتے تو وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کی آواز سنی تو سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد فرمایا:

☆۔حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ:

ایھاالناس انہ من کا ن یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبداللہ فان اللہ حی لا یموت۔

ترجمہ: لوگو! جو لوگ محمدؐ کی عبادت و پرستش کرتے تھے تو سن لیں محمدؐ وفات پا چکے ہیں اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ بیشک زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں۔

اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضراللہ شیئاوسیجز ی اللہ الشاکرین

ترجمہ: اور محمدؐ تو صرف اللہ کے پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں

پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں خدا کی قسم لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے۔ جب اس موقع پر ابو بکرؓ نے اسے تلاوت کیا تب لوگوں کو معلوم ہوا اور ابو بکرؓ سے اس آیت کو یاد کر لیا پھر تو یہ آیت زبان زد خاص و عام تھی۔ ابو ہریرہؓ آگے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا خدا کی قسم! یہ وہ آیت ہے کہ میں نے ابو بکرؓ ہی کو تلاوت کرتے سنا پھر مجھ پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اور اب میں سمجھ گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید میں سب سے بزرگ کلام جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے اور وہ یہ ہے۔

ترجمہ: وہ ذات پاک جس نے اپنی مخلوق کے لیے سوائے عجز کے کوئی راستہ نہیں بنایا۔ (مخزن اخلاق)

﴿حضرت عمر فاروقؓ﴾

علامہ شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں ''الٰہیات کا ایک بڑا نازک مسئلہ قضا و قدر کا مسئلہ ہے جس میں عموماً بڑے بڑے ائمہ مذہب کو غلطیاں واقع ہوئیں۔ یہاں تک کہ اکابر صحابہؓ میں سے بھی بعضوں کو اشتباہ ہوا۔ طاعون عمواس میں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو مقام سرغ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں وبا کی نہایت شدت ہے حضرت عمرؓ نے واپسی کا ارادہ کیا حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ جو کچھ ہوتا ہے قضائے الٰہی سے ہوتا ہے نہایت طیش میں آکر کہا **افرارا من قدر الله** (یعنی کیا قضائے الٰہی سے بھاگتے ہو)۔ حضرت عمرؓ نے اس نازک مسئلہ کو ان مختصر اور بلیغ الفاظ میں حل فرمایا **نعم نفر من قدر الله الی قدرالله** یعنی ہم خدا کے حکم سے خدا کے حکم کی طرف بھاگتے ہیں۔ (الفاروق۔ص:۴۵۶ مطبوعہ لاہور)

حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے منبر پر چڑھ گئے جب لوگوں کو اپنے سے نیچے دیکھا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعریف کے بعد سب سے پہلا کلمہ جو کہا وہ یہ تھا

هون عليك فان الامور　　بكف الا له مقاديرها

اپنے اوپر آسانی کر کیونکہ معاملات کی تقدیریں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں

فليس بآتيك منهيها　　ولا قاصر عنك مامورها

ممنوع چیزیں تیرے پاس آ نہیں سکتیں اور مامور چیزیں رک نہیں سکتیں۔ (کنز العمال:۱/۲۰۸)

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حجر اسود کی طرف آئے اور اسے بوسہ دینے کے بعد کہنے لگے

انی لا اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رايت النبی ﷺ يقبلك ما قبلتك

میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نبی اکرم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری ص:۲۱۷ ج:۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے ایک درخت رضوان کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی اس بنا پر یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا تھا لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر اس کو جڑ سے کٹوا دیا (الفاروق ص:۴۵۷)

﴿حضرت علیؓ کا خطبہ﴾

جس نے اسے کیفیت کا پابند بنایا اس نے اسے ایک نہ مانا اور جس نے اس کی تشبیہ دی اس نے اس کو مراد نہ لیا، اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس کا ارادہ نہ کیا، کیونکہ ہر وہ چیز جو خود اپنی جگہ پہچان لی جائے وہ بنی ہوئی ہوتی ہیاوراس کے علاوہ ہر مورد علت وسبب پابند ہے وہ فاعل (موجد) ہے لیکن آلات کا پابند محتاج ہوئے بغیر وہ تقدیر اور چیزوں کو معین کرنے والا ہے۔لیکن فکر کی قوت کے بغیر وہ غنی اور ہر چیز سے لا پرواہ ہے لیکن فائدہ اٹھائے بغیر وقت اس کا ساتھ نہیں دیتے (کہ وہ زمانوں کا محتاج نہیں) نہ آلات واسباب اسے کچھ عطا کرتے ہیں (جس سے وہ خالق بنا) اس کا وجود عدم اور زمانوں سے آگے نکل گیا۔اسکی ازلیت (زمانے کی) ابتدا سے پہلے تھی۔ذہن و ادراک میں لانے کے بعد سمجھا گیا کہ یہ آلات اس کے (سمجھنے) کے لیے نہیں ہیں۔چیزوں میں ضد اور مخالفت کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ضد اور اس کا کوئی مخالف نہیں، چیزوں میں ہمواری اور برابری دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور ساتھی نہیں۔روشنی کو اندھیرے، وضاحت کو ابہام خشکی کو تری،گرمی کو ٹھنڈک کی ضد بنایا (ان میں سے) ہر ایک ضد اور دشمن کو ملایا متبائن چیزوں کو ایک جگہ اور قریب رہنے والی چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔وہ (خدا) کسی حد سے محمود اور کسی شمار سے حساب میں نہیں لایا جا سکتا کیونکہ آلات (اجسام) خود ہی اپنی حد بندی کرتے اور اپنے جیسوں کا اشارہ بنتے ہیں۔اسکی قدامت نے کب سے؟ کے لفظ کو روک دیا۔۔۔۔۔وہ جو نہ بدلتا ہے نہ زوال پذیر ہے۔نہ اس پر ڈوبنا جائز ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ اس سے کوئی پیدا ہو، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ محدود ہو سکے، وہ اولاد بنانے سے بلند اور عورتوں کے پاس رہنے سے پاک ہے۔واہمے اسے سمجھ کر اس کا اندازہ نہیں کر سکتے اور ذہنی گہرائیاں اسے خیال میں لا کر اس کا تصور نہیں کر سکتیں، حواس اس کا ادراک کر کے محسوس نہیں کر سکتے، ہاتھ اسے تلاش کر کے چھو نہیں سکتے۔وہ کسی حالت میں نہیں بدلتا، وہ حالات میں تبدیل نہیں ہوتا، دن اور راتیں بوسیدہ روشنی اور اندھیرا اس میں تغیر نہیں کرتا۔۔۔۔۔تمام چیزیں اس کے سامنے گردنیں ڈالے ہیں اور اسکی عظمت کے مقابلے میں عاجز و مسکین ہیں اس کے اقتدار سے کہیں بھاگ کر جا نہیں سکتے کہ اسے (خدا) کو نفع اور نقصان سے روک دے نہ اس کا کوئی برابر والا اور مقابل ہے، نہ مثال جسکے برابر ہو، وہ وجود کے بعد اس کو فنا کرنے والا اور دوسرے موجود کے معدوم جیسا بنا دینے والا ہے۔۔۔۔۔؟

بلا شبہ وہ خدائے یکتا ہے جس کے سب تسبیح خواں ہیں فنائے دنیا کے بعد (تن تنہا) باقی رہ جائے گا اس کے ساتھ کوئی شئی نہ ہوگی ابتدا سے قبل یہ جیسی تھی ویسی ہی ہو جائے گی۔(نہج البلاغہ: ۶۶۷ حصہ اول)

﴿حضرت علیؓ کی وصیت﴾

جب وفات کا وقت آیا تو لوگوں کو وصیت فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں خواہ یہ بات مشرکوں کو بری کیوں نہ معلوم ہو۔میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب

العٰلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کا حکم دیا گیا اور میں تابع فرمان لوگوں میں سے ہوں۔
(تاریخ طبری مترجم حصہ سوم مطبوعہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

کا ارشاد ہے کہ ''قرآن میں جہاں کہیں عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے مراد توحید ہے کیونکہ کوئی عبادت بغیر توحید کے ممکن نہیں۔توحید ہی سب عبادت ہے۔اس لیے توحید کو لفظ عبادت سے ادا کرنا مجاز ہوا۔(تفسیر القرآن العظیم)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

کی اہلیہ محترمہ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز عبداللہ کھکھارتے ہوئے اندر آئے اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی۔ میں نے ان کے ڈر سے اس کو ایک پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔عبداللہ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا یہ دھاگا کیسا ہے ؟میں نے کہا تعویذ ہے۔انہوں نے اسے توڑ کر پھینک دیا اور کہا عبداللہ کا خاندان شرک سے بری ہے رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ تعویذ اور گنڈے شرک میں داخل ہیں۔میں نے کہا آپ یہ کیا فرماتے ہیں میری آنکھیں جوش کرآتی تھیں تو میں فلاں یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی اور اس کے تعویذ سے سکون ہو جاتا تھا، بولے یہ سب شیطانی عمل ہے تمہارے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا کافی ہے:

اذهب الباس رب الناس اشف وانت الشافى لا شفاء الا شفائك شفاء لا يغادر سقما

ترجمہ:خوف دور کر اے پروردگار تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شفا نہیں وہ شفا ایسی ہے جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی (مہاجرین از معین الدین ندوی:ص۔۲۸۹۔ج۔۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

نے ایک مرتبہ خطبہ دیا ''لوگو شرک سے بچنے کی کوشش کرو کہ یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ غیر محسوس ہے۔(ایضاص۔۳۱۱)

امام فخر الدین رازیؒ

امام رازیؒ آنحضورؐ کے افضل انبیا ہونے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے پہلے تمام عالم گمراہی میں مبتلا تھا، بت پرست پتھر پوجتے تھے، یہود خدا کو مجسم مانتے تھے، مجوسی دو خدا مانتے اور ماؤں، بیٹیوں سے نکاح کرتے تھے، عیسائی تثلیث کے قائل تھے، صابئین ستارہ پرست تھے، اس لحاظ سے تمام عالم گمراہ اور برگشتہ تھا۔آنحضورؐ کا پیدا ہونا تھا کہ تمام ادیان باطلہ غبار بن کر اڑ گئے اور آفتاب توحید کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی اس سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعوت

وہدایت کا اثر تمام انبیائے سابقین سے بڑھ کر تھا اس لیے آپ نبوت کے اعتبار سے تمام انبیاء سے اعلیٰ و افضل ہیں۔(بحوالہ الکلام۔ص:295)

امام غزالیؒ

توحید ایک ناپیدا کنار ہے اسکی کچھ انتہا نہیں۔

شیخ الاسلام امام احمد ابن تیمیہؒ

دین اسلام دو اصل پر مبنی ہے **شھادۃ لااله الا الله وان محمدارسول الله** سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے، اول یہ کہ اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود نہ بنا تو اللہ سے محبت کرتا ہے، امید رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے۔ پس کسی مخلوق سے ایسی نہ محبت کر، نہ امید رکھ اور نہ ان سے خوف وخشیت ہو، اس معاملہ میں جس نے خالق ومخلوق کو برابر کر دیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا اور وہ ان لوگوں میں ہو گیا جو اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا رہا ہے، چاہے اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ایک اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ مشرکین عرب اقرار کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ہے (آیات ذکر کریں پھر کہا) دوسرا اصل یہ کہ ہم اس کی عبادت اس طور پر کریں جو اپنے رسولوں کی زبانی اس نے بیان کر دی ہے۔ اس کی عبادات واجب ہیں یا مستحب یا مباح۔ مباح سے جب اطاعت مقصود ہو وہ بھی اس میں داخل ہو جاتی ہے دعا بھی عبادات میں سے ہے جو کوئی مردہ مخلوق یا غائبین کو پکارتا ہے اور ان سے مدد طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا نہ اس کے رسول نے نہ امر ایجاب نہ امر استیجاب۔ ایسا شخص دین میں مبتدع ہے اور رب العلمین کے ساتھ شریک بنانے والا یہ ایک ایسی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے اگر یہ شخص اپنے مخالف کی مذمت کرتا ہے اور اس کو سزا دینے میں کوشاں ہے تو یہ شخص ظالم، جاہل اور تعدی کرنے والا ہے اور اگر اس کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ اللہ کے اتارے احکام کے خلاف ہے اور اس کا حکم اہل اسلام کے اجماع سے منقوص ہے اس حکم پر توبہ کرے اور اسی پر سزا دیا جائے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ اس کو نافذ کیا جائے اور اس پر تعاون کیا جائے یہ کل مسلمانوں کا مجمع علیہ مسئلہ ہے۔ ائمہ اور دوسرے مسلمانوں میں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

علامہ حافظ ابن قیمؒ

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں خالص توحید یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کا کوئی حق اور کوئی خصوصیت نہ دی جائے، نہ اس کی عبادت کی جائے نہ اس کے لیے نماز پڑھی جائے نہ سجدہ کیا جائے نہ اس کی قسم کھائی جائے، نہ منت مانی جائے، نہ بھروسہ کیا جائے نہ معبود بنایا جائے نہ اس کے ساتھ اللہ پر قسم کھائی جائے نہ اللہ سے قریب کرنے کے لیے اس کی عبادت کی جائے نہ اسے اللہ رب العالمین کے برابر کیا جائے نہ مشرکوں کی طرح کسی کو سجدہ کیا جائے نہ اس کے لیے سر منڈا دیا جائے نہ اسکے نام کی قسم کھائی جائے نہ منت مانی جائے نہ مرنے کے بعد اسکی قبر کو سجدہ کیا جائے نہ آڑے وقت مدد مانگی جائے نہ دعا کی جائے نہ اللہ کی رضا کے لیے اس کی ناراضگی کی پرواہ کی جائے نہ اس کی انتہائی عزت وتکریم کی جائے، نہ اس سے انتہائی خوف ورجا رکھا جائے بلکہ محبت ورجاء، خوف وتعظیم وغیرہ میں مخلوق کو خالق کے برابر بھی نہ رکھا جائے پھر جب مخلوق سے ربوبیت کی خصوصیتیں ہٹا دی جائیں اور اسے خالص اللہ کی غلامی کا مقام دے دیا جائے تو اس سے اس کی تنقیص

لازم نہیں آئے گی اور نہ اس کی شان میں فرق آئے گا اگر چہ مشرک کہا کریں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا مجھے حد سے نہ بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسٰیؑ کو حد سے بڑھا دیا۔ میں صرف ایک بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی سمجھو۔ لوگو مجھے یہ پسند نہیں کہ تم مجھے میرے مرتبہ سے بلند اٹھاؤ میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ اے اللہ میری قبر کو تھان نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہ نہ کہو کہ جو کچھ اللہ اور محمد نے چاہا۔ ایک شخص آپؐ سے یہی کہا تھا فرمایا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔ ایک گناہ گار نے کہا اے اللہ میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔ محمدؐ سے نہیں فرمایا اس نے حق پہچان لیا حق تعالی نے فرمایا **لیس لك من الامر شیء** آپ کو معاملے میں کوئی دخل نہیں آپ فرما دیں کہ میں اپنے نفع و نقصان پر بھی قادر نہیں مگر جس قدر اللہ کو منظور ہو۔ آپ فرما دیں مجھے کوئی بھی اللہ سے پناہ نہیں دے سکتا اور میں کبھی اس کے سوا پناہ نہیں پا سکتا، آپؐ نے حضرت فاطمہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت صفیہؓ سے فرمایا کہ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ لیکن مشرکوں نے اپنے شیوخ اور اکابر کی ناجائز تعظیم کی، بتوں کی پرستش کی۔ مذکورہ بالا تمام باتیں اپنے بزرگوں اور معبودوں کے لیے جائز قرار دیں اور یہ دعوی کیا کہ جس نے بزرگوں اور بتوں کے یہ حقوق سلب کیے اس نے اس کی شان میں گستاخی کی اور ان کا مرتبہ گھٹایا حالانکہ خود انہوں نے سچے معبود کی شان میں یہ گستاخی کی اور اس کا مرتبہ گھٹایا۔ بلا شبہ مندرجہ ذیل آیت میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

واذا ذکراللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لایومنون بالاٰخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون()

ترجمہ: اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو بے ایمانوں کے دل بھینچنے لگتے ہیں اور جب غیر اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو دل کھل اٹھتے ہیں۔

(ابن قیم، کتاب الروح مترجم۔ص۲۹۳۔۲۹۴)

قاضی عیاضؒ مالکی

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں دس چیزیں واجب ہیں ایک یہ کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ واحد ہے اپنی ذات میں منقسم ہونے والا نہیں دوسری یہ کہ اس کی الوھیت (معبودیت) میں اس کا کوئی ثانی نہیں تیسری یہ کہ وہ زندہ اور قائم ودائم ہے چوتھی یہ کہ اسے اونگھ اور نیند نہیں پکڑ سکتی پانچویں یہ کہ وہ ہر چیز کا معبود ہے چھٹی یہ کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ ساتویں یہ کہ بلا شبہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ آٹھویں یہ کہ وہ ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کا جاننے والا ہے آسمان و زمین کی ذرہ برابر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں نویں یہ کہ وہ ہر خیر و شر جو واقع ہونے والی ہے اس کا ارادہ کرنے والا ہے جو چاہے گا ہوگی جو نہیں چاہے گا نہیں ہوگی۔ دسویں یہ کہ وہ بغیر کسی آلے کے سننے والا، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے بلکہ اس کی سماعت، اس کی بصارت اور اس کا کلام اس کی صفتیں ہیں اس کی صفات صفتوں کے مشابہ نہیں جس طرح اس کی ذات ذوات کے مشابہ نہیں لیس کمثلہ شیء اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

(قاضی عیاض، الاعلام بحدود قواعد الاسلام۔ص۔۵۔مطبوعہ رباط)

ابن خلدون

تمام شرعی تکلیفوں میں خواہ اعتقادات ہوں یا عبادات ایک ایسے ملکہ کا پیدا کرنا مطلوب ہے جو نفس میں رچ بچ جائے اور اس سے

نفس کے لیےاضطراری علم حاصل ہو یہی توحید ہےاور یہی ایمانی عقیدہ ہےجس کے دامن میں دین ودنیا کی سعادتیں جمع ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون مترجم کراچی۔ص۔۴۱۴۔ج۔۲)

﴿علامہ امیر محمد بن اسماعیل یمانی﴾

علامہ امیر محمد بن اسماعیل یمانی صاحب سبل الاسلام ''**تطهير الاعتقاد عن اوران الالحاد**''میں لکھتے ہیں اللہ کے لیے توحید کا اقرار تب تام ہوگا کہ اسی کو پکارا جائے۔آسانی اور مصیبتوں میں اسی کو مدد کے لیے پکارا جائے اور اسی کی پناہ لی جائے نذر اور قربانی اسی کے لیے مختص کی جائے اسی طرح دیگر جملہ عبادات خضوع،قیام،اللہ کے لیے تذلل،رکوع،سجود،طواف،تجرد عن الشیاب بال مونڈنا یا کاٹنا سب اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے۔اگر کوئی شخص ان انواع عبادات میں سے کچھ حصہ کسی مخلوق زندہ یا مردہ یا جماد کے لیے کرتا ہے تو یہ شرک فی العبادۃ کا مرتکب ہوا ہےاور جس کے لیے ایسا کیا گیا ہےاس کے عابدین کے لیے وہ معبود ہو گیا چاہے وہ نبی ہو یا فرشتہ یا ولی یا درخت یا قبر یا جن یا زندہ یا مردہ اور یہ عبادات کرنے والا یا ان میں سے کسی ایک کی عبادت کا مرتکب اس مخلوق کا عابد ہےاور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا ہے چاہے اللہ کا اقرار کرتا ہےاور اس کی عبادت کرتا ہے مشرکین نے اللہ کا اقرار کیا تھا اور اس کی طرف تقرب بھی حاصل کرتے تھے۔ان کے مشرک ہونے اور ان کے خون مباح ہونے ان کی ذریت کو قید کرنے اور ان کے اموال غنیمت کے طور پر لینے سے اس اقرار نے ان کو خارج نہیں کیا تھا اللہ تعالی فرماتا ہے میں شریکوں میں شرک سے بےزار ہوں اللہ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں فرماتا جس میں غیر کو حصہ دار بنایا جائے اور اللہ کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والا مومن باللہ نہیں ہے۔

نیز کہا جو شخص رات دن ظاہر اور پوشیدہ میں خوف اور امید کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے پھر اس کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتا ہے وہ شرک فی العبادۃ ہے کیونکہ دعا بھی ایک عبادت ہے۔اللہ تعالی نے اس کو عبادت کہا ہے۔(ترجمہ) جو لوگ میری عبادت سے بڑائی کرتے ہیں۔اس فرمان کے بعد مجھے پکارو میں تمھارا کہا پورا کروں گا۔اگر تم کہو کہ جب یہ لوگ مشرک ہیں تو ان کے ساتھ جہاد واجب اور ان سے وہی سلوک کرنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ کیا میں کہتا ہوں علماء میں ایک گروہ کا یہی مذہب ہے وہ کہتے ہیں اولا انہیں توحید کی طرف بلانا چاہیے اور واضح کرنا چاہیے جس کو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نفع نقصان دیتا ہے وہ اللہ کے عذاب سے بچا سکیں گے ایسے لوگوں کا جن میں وہ شرکیہ عقیدہ موجود ہے اللہ کے رسولوں کے لائے ہوئے دین پر ایمان تام نہیں ہوگا جب تک اس کو ترک نہ کیا جائے اور اس سے توجہ نہ کی جائے اور جب تک اللہ کی توحید کا عملا اور اعتقادا اقرار نہ کیا جائے علما پر یہ واضح کرنا واجب ہے کہ یہ عقیدہ جس سے نذر اور قربانیاں اور قبور کا طواف متفرع ہوتا ہے مشرکانہ عقیدہ ہےاور حرام ہے۔مشرکین اپنے بتوں کے ساتھ بعینہ یہی سلوک کرتے تھے علما جب ائمہ اور بادشاہوں پر واضح کر دیں گے تو پھر ائمہ اور سربراہان مملکت کی ذمہ داری ہوگی کہ لوگوں میں داعی مقرر کریں خالص توحید کی دعوت دیں جس شخص نے اپنے عقیدہ باطلہ سے رجوع کر لیا اور اقرار واحدانیت کیا اس کا خون،مال،اولاد محفوظ ہو گئے اور جس نے اس کے بعد بھی اصرار کیا تو اللہ نے اس سے وہ مباح قرار دیا ہے جو رسول کے لیے مشرکین سے مباح قرار دیا تھا۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں''توحید کے تین مرتبے ہیں ایک توحید عبادت ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیاطین کی پرستش نہ کرے بلکہ

انکی عبادت کرنے سے ایسی نفرت کرے جیسا کہ وہ آگ میں گرنے سے نفرت کرتا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تمام طاقت اور قوت خدا تعالی کی طرف سے سمجھے اور یقین کرے کہ بلا واسطہ سوائے قدرت وجوبیہ کے اور کوئی چیز عالم اس موثر نہیں ہے اور اسباب کی عادی سمجھے اور یہ یقین کرے کہ مبیات انکی طرف مجازا منسوب ہوتے ہیں اور حکم الہی کو مخلوق کے ارادہ پر غالب سمجھے اور تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا تعالی کو مخلوق کی مشابہت سے پاک سمجھے اور اس کے اوصاف کو مخلوق کے اوصاف سے غیر مماثل جانے اور ان باتوں کا سننا اس کے لیے بمنزلہ مشاہدہ کے ہو اور اس کا دل خود مطمئن ہو جائے کہ اس کا مثل کوئی چیز نہیں اور اس امر میں شرع کے اخبار کو اپنے رب کی طرف سے دلیل اور سند سمجھے جو اسی کی ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کی ذات سے قائم ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ مترجم ۔ص ۔۲۸۳۔ج۔۲)

نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحفۃ الموحدین مترجم رحمانی پریس لاہور میں فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا کہ میری فلاں حاجت پوری کرو کفر محض ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ہم خاص تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ سے ہی مدد چاہیں گے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عیسائیوں کے عقائد پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھے لیکن ان کی گمراہی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالی کو تین ایسی ذاتوں سے مرکب مانتے تھے جو بعض اعتبارات سے ایک دوسرے بالکل مختلف ،لیکن بعض اعتبار سے تینوں ایک ہیں۔انہوں نے ان تینوں ذاتوں کو اقانیم ثلاثہ کا نام دے رکھا ہے

،ان تینوں میں سے ایک ''باپ'' ہے یہ مبداء عالم کی حیثیت رکھتا ہے۔دوسرا ''بیٹا'' ہے یہ مخلوق اول ہے اور تمام مخلوقات کی حقیقت میں شامل ہے۔تیسرے ''روح القدس'' ہے جس سے عقول مجردہ مراد لی جاتی ہیں۔عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اقنوم ابن نے حضرت مسیح کی روح کا لباس اختیار کیا تھا،یعنی جس طرح حضرت جبرائیلؑ انسان کی صورت میں ظاہر

ہوا کرتے تھے اسی طرح یہ تینوں ذاتیں حضرت عیسیٰؑ کی شکل میں ظاہر ہوئی ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰؑ خدا بھی ہیں،خدا کے بیٹے بھی ہیں اور بشر بھی ہیں ان کی ذات میں الوہی اور بشری دونوں صفات موجود ہیں۔۔۔۔۔۔۔؟

قرآن پاک نے عیسائیوں کے اس غلط عقیدہ کی پوری طرح سے تردید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالی کے خاص بندے اور اس کی روح ہیں جسے اللہ تعالی نے بطن حضرت مریمؑ میں ودیعت فرمایا تھا اور روح القدس یعنی حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ آپ کی تائید کی تھی اس کے علاوہ بعض دوسری مخصوص عنایات سے بھی آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۔۳۵۔مطبوعہ کراچی)

﴿سید احمد شہیدؒ﴾

بیعت کے وقت آپ کی سب سے بڑی تاکید یہی تھی کہ شرک و بدعت سے پوری طرح احتراز کیا جائے اور توحید وسنت پر استقامت کی جائے آپ کے نزدیک یہی طریقت کا مقصود اور یہی شریعت کی بنیاد تھی ایک اجازت نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں ''معلوم ہونا چاہیے کہ بیعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بیعت طریقت اور دوسری بیعت امامت ۔۔۔۔اور شریعت کی بنیاد دو باتوں پر ہے ایک ترک اشراک دوسرے ترک بدعات۔

ترک اشراک کی تفصیل یہ ہے کہ فرشتوں، جنات، پیرومرشد،استادوشاگرد، نبی ولی میں سے کسی کو مشکل کشا دافع بلا اور منافع کے حاصل کرانے پر قادر نہ سمجھے۔سب کو اللہ تعالی کی قدرت اور علم کے سامنے اپنی طرح عاجز و نادان سمجھے اور اپنی ضرورتوں کی طلب میں سے ہرگز ہرگز کسی کو نذرونیاز نہ کرے، ہاں یہ صرف عقیدہ رکھے کہ وہ مقبول بارگاہ الہی ہیں۔ان کی مقبولیت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کی

خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی پیروی کی جائے اوران کو اپنا پیشوا سمجھا جائے، نہ یہ کہ ان کو اس عالم میں متصرف اور ظاہر و باطن کا عالم سمجھا جائے یہ محض کفر وشرک ہے مومن کا اس سے آلودہ ہونا کسی طرح درست نہیں۔

(سید ابوالحسن علی ندوی۔سیرت سید احمد شہید۔ص۔۵۲۷۔ج۔۲۔مطبوعہ کراچی)

﴿سید محمد جونپوریؒ﴾

روایت ہے کہ جب آپ (سید محمد جونپوریؒ) نے راجہ پر زور کا وار کیا اور تلوار سر کاٹتی ہوئی سینہ تک جا پہنچی تو دلیپ رائے کا دل باہر نکل پڑا۔ آپ نے دیکھا کہ جس بت کی مقتول راجہ پوجا کرتا تھا اس کی صورت دل پر کندہ ہے یہ دیکھ کر آپ پر ایک جذبہ کی حالت طاری ہوگئی کہ اگر جھوٹے معبودوں کا اتنا اثر ہوتا ہے تو حقیقی معبود کا کتنا اثر ہوگا یہ کیفیت آپ پر بارہ برس رہی (رودکوثر۔ص۔۲۰)

﴿مولانا مفتی محمد شفیعؒ﴾

عقیدہ توحید جو اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ ہے یہ صرف ایک نظریہ ہی نہیں بلکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اس کے لیے پناہگاہ اور ہر غم وفکر میں اس کا غمگسار ہے، کیونکہ عقیدۂ توحید کا حاصل یہ ہے کہ عناصر کے کون وفساد اور ان کے سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اسکی حکمت کے مظاہر ہیں:

ہر تغیر ہے غیب کی آواز ہر تجدد میں ہیں ہزاراں راز

اور ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے قلب ودماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دنیا ہی اس کے لیے جنت بن جائے گی، سارے جھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں گی، کیونکہ اس کے سامنے یہ سبق ہوگا:

از خدا داں خلاف دشمن ودوست کہ دل ہر دو درتصرف اوست

اس عقیدہ کا مالک ساری دنیا سے بے نیاز ہر خوف وخطرے سے بالاتر زندگی گزارتا ہے اس کا حال یہ ہوتا ہے

موحد چہ بر پائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی برسرش

امید وہراسش نہ باشد زکس ہمیں است بنیاد توحید وبس

کلمہ **لا الہ الااللہ** جو کلمۂ توحید کہلاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ توحید کا محض زبانی اقرار اس کے لیے کافی نہیں، بلکہ سچے دل سے اسکا یقین اور یقین کے ساتھ استحضار ضروری ہے، کیونکہ توحید خدا واحد دبدن بود نہ واحد گفتن ۔

کلمہ لا الہ الا اللہ کے پڑھنے والے تو آج دنیا میں کروڑوں ہیں اور اتنے ہیں کہ کسی زمانے مین اتنے نہیں ہوئے، لیکن عام طور پر یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے، توحید کا رنگ رچا نہیں ورنہ ان کا بھی یہی حال ہوتا جو پہلے بزرگوں کا تھا کہ نہ کوئی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان کو مرعوب کرسکتی تھی اور نہ کسی قوم کی عددی اکثریت ان پر اثر انداز ہوسکتی تھی، نہ کوئی بڑی سے بڑی دولت وسلطنت ان کے قلوب کو خلاف حق اپنی طرف جھکا سکتی تھی، ایک پیغمبر کھڑا ہو کر ساری دنیا کو للکار کر کہہ دیتا تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ثم کیدونی فلا تنظرون، انبیا کے بعد صحابہ وتابعین جو تھوڑی سی مدت میں دنیا پر چھا گئے ان کی طاقت وقوت اسی توحید میں مضمر تھی اللہ تعالی ہمیں اور سب مسلمانوں کو یہ دولت نصیب فرمائے۔(مفتی محمد شفیع، معارف القرآن۔۱۳۹/۱ مطبوعہ کراچی)

﴿مولانا محمد منظور نعمانی﴾

خدا کی توحید کا مسئلہ ایسا ہے جس میں بہت سی قومیں گمراہ ہوئی ہیں اور اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور تعلیم کا یہ خاص موضوع رہا ہے اور قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں تو اس مسئلہ کی ایسی تکمیل و تفصیل کی گئی ہے کہ کوئی گوشہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔قرآن پاک میں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مین اس بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کو سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ شرک میں وہی شخص گرفتار ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی کی صفات کا صحیح علم نہیں اور جس کو صفات خداوندی کا صحیح علم ہو جائے اس سے کبھی شرک نہیں ہوسکتا۔مثلا جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے،اللہ ہی پالنے والا ہے،اللہ ہی رزق دیتا ہے،اللہ ہی تندرست اور بیمار کرتا ہے،اللہ ہی امیر اور غریب بناتا ہے،غرض اس دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اللہ ہی کے حکم سے اور اسی کے کرنے سے ہوتا ہے ۔سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین رکھتا ہو ظاہر ہے کہ وہ نہ اللہ کے سوا کسی سے اپنی حاجتیں مانگے گا،نہ کسی کی عبادت کرے گا،نہ کسی کو راضی اور خوش کرنے کے لیے نذریں اور منتیں مانے گا۔

(مولانا محمد منظور نعمانی۔دین وشریعت۔ص۔27-26 مطبوعہ ساہیوال)

﴿انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا﴾

میں لفظ اسلام کے تحت لکھا ہے:

''مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کائنات کا معبود اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں،محمدؐ خدا تعالی کے پیغمبر ہیں اس عقیدے کو قبول کرنے کے لیے خدا،فرشتوں ،الہامی کتب اور خیر وشر کے ضمن میں مشیت ایزدی پر ایمان لانا ضروری ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی کے وحدہ لا شریک ہونے کو ثابت کر کے عیسائیت کے غلط عقیدۂ تثلیث پر ضرب کاری لگائی گئی ہے اور اللہ تعالی کے علی کل شیء قدیر ہونے کی لاتعداد صفات کو تین زمروں قدرت،توحید اور رحمت کے تحت گنوا کر واضح کیا گیا ہے۔''

﴿ای ایم وہیری﴾

وحدانیت باری تعالی پر بحث کرتے ہوا لکھتا ہے

''بلاشبہ محمد کا دل خدا تعالی کے وحدہ لاشریک ہونے کے عظیم اصول کے بارے میں پوری طرح مطمئن تھا جس پر نہوں نے خصوصی توجہ دی۔اس ضمن میں ان کے تمام باقی عقائد اور دساتیر قبل از وقت طے شدہ اور سوچے سمجھے ہونے کی بجائے اتفاقی اور ناگزیر تھے چونکہ محمدؐ کو ایمان کے اس عظیم اصول کے بارے میں یقین کامل تھا اور ان کی رائے میں نہ صرف بت پرست بلکہ عیسائی جو مسیح کو خدا کی طرح پوجتے تھے اور وہ بھی جو تو ھمانہ طور حضرت مریم،اولیا اور مجسموں کی پرستش کرتے تھے اور یہودی جنہوں نے قرآن مجید کے

بیان کے مطابق حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ٹھرایا تھا، ساری دنیا شرک میں مبتلا تھی۔لہٰذا یہ سمجھنا آسان ہے کہ انہوں نے دنیا کو اس قسم کی جہالت اور توہم پرستی سے نجات دلانا سودمند کام گردانا ہوگا۔''

(A COMPREHENSIVE COMMENTARY ON THE QURAN VOL.1 Page No 69,70)

﴿علامہ شبلی نعمانیؒ﴾

توحید پر بحث کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں

یہ بات خاص طور پرخیال کے قابل ہے کہ مطلق توحید بھی درحقیقت تمام مذاہب میں پائی جاتی ہے جن قوموں کو مشرک کہا جاتا ہے وہ بھی قادر مطلق ایک ہی ذات کو مانتے ہیں البتہ اس کے مظاہر اور صفات کو متعدد کہتے ہیں جس سے شرک کا گمان ہوتا ہے عیسائی تین خدا مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ تینوں ایک ہیں۔ یہ تعبیر کتنی ہی غلط ہولیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد ان کو بھی گوارانہیں اس لحاظ سے مطلق توحید بھی کوئی نئی بات نہیں اسلام کو اس باب میں خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس نے توحید کو کامل یعنی شرک کی ہر قسم کے شائبوں سے پاک کر دیا ہے اور یہ منجملہ ان تکمیلوں کے ہے جنکی وجہ سے اسلام کے بعد اور کسی مذہب کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ کمال کے بعد پھر کوئی درجہ نہیں ،توحید کامل کے یہ معنٰی ہیں کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔ پیدا کرنا، زندہ رکھنا، مارنا، عالم الغیب ہونا، دورونزدیک سے یکساں تعلق رکھنا، یہ تمام صفات خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔اسلام کے سوا اور مذہب والے اوتاروں اور پیغمبروں میں بھی یہ اوصاف مانتے تھے اور مانتے ہیں اور یہی توحید کا نقص ہے اگر چہ افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان بھی اب اصطلاح کا پردہ رکھ کر ان اوصاف کو اوروں میں بھی ماننے لگے ہیں۔اسلام نے توحید کے کمال کے لیے توحید فی الذات کے ساتھ توحید فی الصفات اور توحید فی العبادۃ کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ سجدہء تعظیمی جو تمام دوسرے مذاہب میں خدا کے سوا اوروں کے لیے بھی جائز تھا، اسلام نے اس کو بھی حرام کر دیا۔(الکلام۔ص69,70۔مطبوعہ کراچی)

﴿علامہ احمد امین مصری﴾

مصر کے جلیل القدر مصنف علامہ احمد امین ''اسلامی عقائد'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلام نے جو خدا کی صفات بیان کی ہیں انہیں ہم قرآنی آیات کے مطابق مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی قبیلہ کا الٰہ نہیں ہے نہ ہی تنہا قوم عرب کا خدا ہے نیز وہ صرف نوع انسانی ہی کا خدا نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز کا اللہ ہے وہ تمام جہانوں کا رب ہے ہر موجود چیز اسکی

پیدا کی ہوئی ہے اوراس کے امر کے سامنے سربسجود ہے ۔۔۔۔۔۔اور وہ یکتا ویگانہ الہ ہے یہاں خیر کے لیے الگ الہٰ اور شر کے لیے الگ الہٰ نہیں ہے نہ یہاں حسن وجمال کا کوئی دیوتا ہے اور نہ ہواؤں کی کوئی دیوی ہے۔ یہاں کوئی ایسی ہستی نہیں جوالوہیت میں اس کے ساتھ شریک ہو۔مختصر یہ کہ اللہ یگانگت اور یکتائیت کے مکمل ترین معنوں اور بسط ترین صورت میں یگانہ و یکتا ہے۔اسلام نہ کسی قسم کے تعدد کو برداشت کرتا ہے اور نہ ہی کسی ایسے رمز واشارہ کو قبول کرتا ہے جس سے تعدد کا ذرا سا شائبہ بھی نکل سکے۔(فجر الاسلام)

﴿سید سلمان ندویؒ﴾

سید سلمان ندویؒ فرماتے ہیں

''تورات اور انجیل میں عقائد کا حصہ بالکل ناصاف اور غیر واضح ہے۔اس میں خدا کے وجود اور توحید کا بیان ہے لیکن دلیلوں اور ثبوتوں سے معرا۔خدا کی صفات جو اصل میں روح انسانی کی بالیدگی کا ذریعہ ہیں اور جن کے ذریعہ خدا کی معرفت اور محبت ہوسکتی ہے نہ توراۃ میں ہیں نہ انجیل میں۔(خطبات مدراس۔ص:۱۵۱مطبوعہ لاہور)

﴿مولانا عبدالحق حقانیؒ﴾

مولانا عبدالحق حقانیؒ اللہ تعالی کی صفات پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

''اہل اسلام کے ماسوائے اکثر فرقوں نے اپنے عقائد میں اللہ تعالی کو عاجز سمجھ رکھا ہے چنانچہ حکمائے یونان نے اس کی مخلوقات میں تصرف کرنے سے عاجز سمجھ رکھا ہے کہ آسمانوں کو فنا کرنا یا بلا واسطہ عقول عشرہ کے عالم کو پیدا کرنا وغیرہ ذلک کو اس سے محال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ایسے امور کی اس کو قدرت نہیں ہے۔نصاری کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ کو یہود نے پھانسی دی اور نہایت ذلت سے مارا اور عیسیٰؑ خدا سے آہ وزاری کے ساتھ فریاد کرتے تھے کہ مجھے بچا اور ان کے ہاتھ سے چھڑا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ اور روح القدس اور خدائے تعالی تینوں مل کر ایک ہیں پس جب عیسیٰؑ عین خدا یا جزو خدا ہے تو خدا اپنے آپکو نہ بچا سکا اور خدا یہود کے ہاتھ قتل ہوا **تعالی الله عن ذلك علوا كبيرا**۔یہود کہتے ہیں کہ اللہ تعالی تمام شب یعقوب سے کشتی لڑتا رہا اور اندر جانے سے یعقوب مانع آتے تھے۔ہنود کہتے ہیں کہ اوتار میں اللہ تعالی حلول کرتا ہے اور اوتار خدا ہوتا ہے حالانکہ رام چند اوتار کی بیوی کو زبردستی سے راون لنکا کا راجہ چھین کر لے گیا تھا ،پھر مدت تک رام اس کے عشق میں سرگرداں رہے اور پتہ نہ لگا۔آخر جب حال معلوم ہوا تو راون کو شکست دینا چاہا۔لیکن ہنومان وغیرہ لوگوں کی مدد کے بغیر شکست نہ دے سکا (معاذ اللہ) گویا ان کے

اعتقاد کے بموجب خدا ایک عورت کے عشق میں مبتلا رہا اور اس کو اس عورت کا حال معلوم نہ ہوا پھر راون کو بغیر امداد کے نہ مار سکا علی ھذا القیاس اور بہت سے ان کے عقائد ہیں کہ جن سے جمیع عیوب اللہ تعالیٰ میں ثابت ہوتے ہیں۔ (عقائد اسلام ص۔۲۱۔مطبوعہ کراچی)

﴿حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ﴾

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ مذاہب عالم کے تصور توحید پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

حقیقی اور خالص توحید کا فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کیونکہ بعض تو سرے سے توحید ہی کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الذات کے قائل ہیں تو توحید فی الصفات کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الصفات کے قائل بھی ہو گئے تو توحید فی العبادۃ سے منحرف ہیں۔عیسائی تو کھلم کھلا تثلیث تین خداؤں کے قائل ہیں یہودی عموماً اگرچہ توحید کے قائل ہیں مگر ایک فرقہ ان میں بھی ایسا گزرا ہے کہ جو نصاریٰ کی طرح حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا مانتا تھا۔۔۔۔۔ہندوؤں میں اوتاروں کا عقیدہ ،نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت سے بالکل ملتا جلتا ہے۔آریوں کا فرقہ پیدا ہوا جس نے چاہا کہ ہندوؤں سے شرک کے دھبہ کو دھودے اور اس بارہ میں حقیقتاً بڑی جدوجہد کی لیکن پوری کامیابی نہیں ہوئی البتہ اتنا ہوا کہ لاکھوں اور کروڑوں دیوتاؤں اور اوتاروں سے اتر کر صرف تین چیزوں کو قدیم مانا خدا ،مادہ ،روح اور نصاریٰ کی طرح ایک نئی قسم کی تثلیث ایجاد کی۔

مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ الوہیت یعنی خدائی دو طاقتوں پر منقسم ہے خیر کا خالق یزداں اور شر کا خالق اہرمن ہے یزداں بناتا ہے اور اہرمن بگاڑتا ہے۔ ہر ایک خدا دوسرے کا محتاج ہے،دونوں کے اختیارات تقسیم شدہ ہیں وہ خیر میں دخل نہیں دیتا اور یہ شر میں دخل نہیں دیتا دو برابر قوتیں ہیں اس صلح اور آشتی سے عالم کا کارخانہ چل رہا ہے باقی ان قوموں کا ذکر کرتے ہوئے ہم کو شرم معلوم ہوتی ہے کہ جنہوں نے فقط شجر اور حجر ہی کو اپنا معبود نہیں بنایا بلکہ شرمگاہوں کو بھی اپنا معبود بنایا **لا حول و لا قوة الا بالله**۔

آنکہ دو گفت وسہ گفت وبیش زیں ‎ ‎ ‎ متفق باشند درواحد یقیں

احولی چوں دفع شد یکساں شوند ‎ ‎ ‎ آں دوسرے گویاں یکے گویاں شوند

خلاصہ یہ کہ صرف ایک مذہب اسلام ہے کہ جو شرک فی الذات اور شرک فی الصفات اور شرک فی العبادۃ سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔
(علم الکلام۔ص۔۳۴،۳۵۔مطبوعہ ملتان)

﴿مولانا حسین احمد مدنیؒ﴾

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

توحید کا دعویٰ تو یہود ونصاریٰ ،مشرکین عرب اور ہنود ہند سب کرتے ہیں مگر اسی توحید کے ساتھ ساتھ یہود عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ اور ید اللہ مغلولۃ اور ان اللہ فقیر نحن اغنیاء وغیرہ کی تجسیم کے قائل ہیں۔نصاریٰ اسی توحید کے ساتھ تثلیث اور ابن اور روح القدس اور زوجہ وغیرہ کے قائل ہیں۔بت پرستان ہند ''نرا انکار'' صرف خدا کے قائل ہوتے

ہوئے اوتاروں اور عبادت غیر اللہ کے قائل ہیں۔تجسیم اور حلول وغیرہ ان کے عقائد ہیں، کیا ایسی توحید قابل اعتبار ہوگی۔اس لیے قائل من قال لا الہ الا اللہ سے جوتفسیر توحید منقول ہے وہی موجب نجات ہوگی اور جب اس تعلیم کا اعتبار کیا گیا تو تصدیق لازم آ گئی ورنہ توحید حقیقی نہیں لفظی ہے جوکہ قابل اعتبار نہیں۔واللہ اعلم

(بیس بڑے مسلمان،ص۔۵۳۸۔مطبوعہ لاہور)

باب ششم

﴿ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کا وجدانِ توحید﴾

(۱)ابتدائے سخن:

علامہ اقبال اسلام کا وہ عظیم سپوت ہے جو فرزندان اسلام خصوصا اہل پاکستان کے لیے مایہ ناز ہے۔اسلام کے اس عظیم فرزند نے جہاں اقوام عالم کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور اپنی اقدار رفتہ کو حاصل کرنے کا درس دیا وہاں امت مسلمہ کو توحید باری تعالیٰ کے ذریعہ متحد ہونے کی بھی تلقین کی۔اقبال ایک فلسفی ہوتے ہوئے قرآن وسنت پر حکیمانہ انداز سے نظر گھماتے ہوئے ایسی شائستہ اور دلنشین پیرائے میں منظوم کلام پیش کرتے ہیں کہ قلب ودماغ اس کی قبولیت پر متفق ہو جاتے ہیں اور انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں کلام اقبال پڑھ رہا ہوں یا ترجمہ قرآن۔

اقبال پیغمبرانہ افکار کا ترجمان ہے اس کے توحیدی افکار میں آفتاب رسالت کی کرنیں پائی جاتی ہیں وہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو طوفان نوح سے نکالنے کے لیے کوشاں ہے یہی وجہ ہے کہ دین حق کی حمایت اقبال کا طرہ امتیاز ہے اس کا تصور خودی،اتحادومساوات کی تعلیم،افراد امت کو اخوت کی تلقین،وحدانیت حق تعالی کو اپنانے اور جذبہ عشق رسولؐ پیدا کرنے کا درس اس کے اسلامی نظریات کا حامی ہونے کے بین اور واضح شواہد ہیں۔

اقبال نے توحید کا کوئی نیا تصور پیش نہیں کیا بلکہ اس کا نغمہ توحید پیغمبرانہ صدائے توحید کی بازگشت ہے۔اسکی اعلان گاہ صفا کی پہاڑی نہیں بلکہ اوراق کا پلندہ ہے وہ بت شکنی کے لیے سنت ابراہیمی تو ادا کرتا ہے مگر سنگ چٹان کی بجائے سنگ برہان سے اقبال کا نشتر توحید کفر وشرک کی رگیں کاٹنے کا بہترین آرا ہے کیونکہ وہ جلال موسوی اور لطافت یوسفی کا آئینہ دار ہے۔وہ نظریہ توحید کو عقل کی گہرائیوں میں یوں سمودیتے ہیں کہ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں۔

سمجھ میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے لیکن　　　تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

(۲)اسلام کا تصور خدا:

علامہ اقبالؒ اسلام کے تصور خدا کو یوں پیش کرتے ہیں

''عیسائیت نے خدا کی رحمت وشفقت پر زور دیا ہے اور اسلام نے قادر مطلق خدا کا تصور پیش کیا ہے ہم ان دو تصورات میں کیسے محاکمہ کریں؟ میرا خیال ہے میں تاریخ میں خدا کی رحمت وشفقت سے زیادہ اس کی قدرت کا ظہور دیکھتا ہوں۔میری مراد یہ ہے کہ تاریخی تجربے کی بنا پر خدا کو قادر مطلق کہنا زیادہ مناسب ہے۔'' (شذرات فکر اقبال۔ص۔۷)

علامہ صاحب کے اس ارشاد پر غور وفکر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر دو مذاہب میں اللہ تعالی کی رحمت اور قدرت کا تصور موجود ہے اور یہ بات ہر دو مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے مثلاً عیسی علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے''ہاں وہ کمزوری کے سبب صلیب دیا گیا لیکن خدا کی قدرت کے سبب زندہ ہے۔'' (۲ کرنتھیوں۱۳،۱۴)

عیسائی مذہب کی ایک اور کتاب (LET GOD BE TRUE) میں لکھا ہے کہ

اس نے شیطان کی پیروی نہ کی اور اپنے آپ کو قادر مطلق خدا کے روبرو پیش کرنے کی سازش نہ کی نہ خدا کے وقار اور اس کی سربلندی کو چرانے کی کوشش کی۔اس کے بالمقابل

اس نے اپنے آپ کو خدا کا ماتحت ثابت کیا اور نہایت عجز کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا
اور بے عزتی کی زندگی قبول کی، یعنی بے عزتی کی موت گوارا کی۔''

(Let God Be True,Page:37)

دین اسلام میں اللہ تعالی کی رحمت اور قدرت کا تصور بالکل واضح طور پر پایا جاتا ہے اسلام کے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالی کے اچھے نام جن کے ساتھ ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ننانوے ہیں جو
شخص ان کو یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔''

ان اسمائے الحسنٰی میں ایک القادر اور دوسرا المقتدر ہے۔اللہ تعالی قادر ہے جبکہ جملہ ممکنات کی ایجاد اسکی قدرت کا جلوہ ہے۔جملہ تغیرات ارضی وسماوی، روحی اور مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔اس کی قدرت کے سامنے سب طاقتیں ہیچ ہیں قرآن کہتا ہے:

قل هو قادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم (الانعام٦:٦٥)

فرما دیجیے کہ وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے مقتدر بھی اللہ کے لیے بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا

عند مليك مقتدر (القمر٥٤:٥٥) ترجمہ: قدرت والے بادشاہ کے پاس

اور فرمایا

اخذ عزيز مقتدر (القمر٥٤:٤٢) ترجمہ: غلبہ والے اور قدرت والے کا سا پکڑنا

ان دو کے علاوہ قرآن حکیم میں قدیر بھی اللہ تعالی کے لیے استعمال ہوا ہے۔جیسے

ان الله على كل شيء قدير (الطلاق٦٥:١٢)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

قدیر، قادر اور مقتدر کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جس طرح اپنی باقی صفات میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح اپنی قدرت میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور اس کی قدرت علی الاطلاق ساری مخلوق کو حاوی ہے۔

جہاں تک رحمت کا تعلق ہے اسلام نے رحمان ورحیم بلکہ ارحم الراحمین اور خیر الراحمین خدا کا تصور پیش کیا ہے جسکی رحمت اس کا خاصہ لازمہ ہے۔

كتب على نفسه الرحمة (الانعام٦:١٢) ترجمہ: اس نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔

وانت خير الراحمين (المومنون٢٣:١٠٩،١١٨) ترجمہ: اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

وهو ارحم الراحمين (يوسف١٢:٦٤) ترجمہ: اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اسلام میں رحمت الٰہی بے حدوکنار ہے وہ رحمٰن ہے ہر مومن وکافر پر رحم کرنے والا ہے حتی کہ جو سرے سے اس کی ذات کے انکاری ہیں جیسے کیمونسٹ، دہریے ان پر بھی اس کی رحمت کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔فرمایا

ورحمتي وسعت كل شيء (الاعراف٧:١٥٦) ترجمہ: اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔

خلاصۂ کلام:

ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام اور عیسائیت ہر دو میں خدا کی قدرت اور خدا کی رحمت ہر دو کا تصور یقیناً موجود ہے اور ان دونوں کو نکھارنا اور کسی ایک مذہب (عیسائیت یا اسلام) کے لیے ثابت کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔علامہ اقبالؒ نے عقلی دلیل پیش کر کے فلسفیانہ انداز میں یہ بات ثابت کر دی کہ تاریخی تجربے کی بنیاد پر خدا کو قادر مطلق کہنا زیادہ مناسب ہے۔

جب ہم دنیا کی تاریخ کی طرف نظر گھماتے ہیں اور اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو قوم نوح ،قوم عاد،قوم ثمود،اصحاب مدین،قوم فرعون اور قوم لوط وغیرہ کی تباہیوں کے حالات وواقعات اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ واقعی خدا قادر مطلق ہے جس نے ایسی زبردست قوموں کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا۔کسی کو زمین میں دھنسایا کسی کو زہریلی ہوا سے ہلاک کیا،کسی کو پانی میں غرق کیا ،اور کسی پر پتھروں کی بارش کر کے ملیا میٹ کر دیا۔یہ سب واقعات قرآن میں متعدد جگہوں پر بیان کر کے اللہ نے اپنی قدرت کا برملا اظہار کیا ہے۔

ویسے بھی قوموں کی تاریخ میں کسی کو تخت پر بٹھانا اور کسی کو اتارنا،کسی کو عزت کا تاج پہنانا اور کسی کو قعرِ مذلت میں گرانا،کسی کو فتح عطا کرنا اور کسی کو شکست سے دوچار کرنا ہر قوم،ہر ملک اور ہر ملت میں وقوع پذیر ہوتا رہا ہے جسے رب العزت اپنی قدرت کا کرشمہ کہہ کر بیان فرماتے ہیں۔

اس نقطہ کو علامہ اقبال نے ایک فارسی شعر میں یوں بیان کیا ہے:

زیرِ گردوں آمری از قاہری است ـــــــ آمری از ماسوااللہ کافری است

علامہ اقبال کے نزدیک تقدیر کا خالق اللہ اپنی قدرت سے بندوں کی تدبیر خاک میں ملا دیتا ہے:

جز خدا کس خالقِ تقدیر نیست ـــــــ چارۂ تقدیر از تدبیر نیست

قوموں کا عروج وزوال اور بقاوفنا چونکہ اس کی مرضی سے ہوتا ہے اسی کی قدرت وجلال مظلوموں کو ظالموں سے نجات دلاتی ہے۔ اس لیے لوگ بیچارگی میں اس کی طرف فریاد کرتے ہیں۔

ذات او رتو جیہ ذات عالم است ـــــــ از جلال او نجات عالم است

منصور نے **انا الحق** کہا بعض گمراہ قوموں نے خدائی اوصاف جن وانس میں مان کر انہیں خدا کا اوتار قرار دیا۔

شیعان علی میں سے عبداللہ بن سبا نے حضرت علیؓ کے بارے میں چرچا کیا تھا کہ ان میں اللہ تعالی (معاذ اللہ) حلول کر آتے ہیں

فرعون نے دعوی کیا تھا:

ما علمت لکم من اله غیری (القصص۲۸:۳۸)

ترجمہ: میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔

نیز کہا

فقال انا ربکم الاعلی (النّٰزعٰت۷۹:۲۴)

ترجمہ: پس کہا میں ہوں تمہارا سب سے بلند پروردگار

بابل کے حکمران نے کہا :

انا احی و امیت (البقرہ۲:۲۵۸) ترجمہ: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

علامہ اقبال ایسے سب جھوٹے دعاوی کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں

انا الحق جز مقام کبریا نیست۔۔۔۔۔۔ سزائے او چلیپا ہست یا نیست

اگر خواہی ثمر از شاخ منصور۔۔۔۔۔۔۔ بہ دل لا غالب الا اللہ فرو ریز

مذہب زرتشت دوخداؤں کا قائل ہے ایک خدائے خیر اور دوسرا خدائے شر جنہیں وہ یزداں اور اہرمن کا نام دیتا ہے۔علامہ اقبال ان کی اور ہر اس عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں جس میں دوخداؤں کا تصور پایا جاتا ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

یہ مضمون قرآن سے مستعار ہے:

وقال الله لا تتخذوا الهين اثنين انما هواله واحد(النحل۱۶:۵۱)

اوراللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔معبود وہی ایک ہے

عیسائیت میں تین خداؤں کا عقیدہ پایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالی کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو الہ مانا جاتا ہے۔جسے تثلیث کہتے ہیں قرآن نے اس باطل عقیدہ کی تردید کی اور کہا:

و لا تقولوا ثلثة انتهواخيرالكم انما الله اله واحد (النسآء۴:۱۷۱)

ترجمہ: اور نہ کہو خدا تین ہیں باز رہو تمہارے لیے بہتر ہوگا سوائے اس کے نہیں کہ اللہ معبود اکیلا ہے۔

علامہ صاحب اس باطل عقیدہ کی تردید اس طرح کرتے ہیں

ع **لا سلاطين لا كليسا لا اله**

اور مسلمانوں کو عیسائیت کے اس تصور خدا اور تثلیث کے چکر سے نجات حاصل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہو تری خاک کے ہر ذرہ سے تعمیر حرم۔۔۔۔۔۔۔ دل کو بیگانہ انداز کلیسائی کر

دنیا میں جتنے خود ساختہ الہ یا خدائی کے دعویدار پائے گئے ان سب پر فنا طاری ہوئی اللہ کی ہستی ایسی ہے جو حی لا یموت ہے وہ ازل سے زندہ ہے ابد تک زندہ رہے گا۔موت اس کے قریب نہیں بھٹک سکتی:

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذوالجلال ولاكرام (الرحمٰن ۵۵:۲۶،۲۷)

ترجمہ: جو کوئی زمین کے اوپر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی ذات باقی رہے گی۔

اقبال اس مفہوم کی ادائیگی ان الفاظ میں کرتے ہیں

آنکہ حی لا یموت آمد حق است۔۔۔۔۔ زیستن با حق حیات مطلق است

ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست۔۔۔۔۔ گرچہ کس در ماتم او زار نیست

(۳)علامہ اقبال کا تصورالٰہ:

الہ کے معنی معبود کے ہیں قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے کہ الہ کا لفظ اسلام سے پہلے عربوں میں مطلقا معبود کے لیے مستعمل تھا یہ معبودخواہ باطل ہو یا حق۔(اردو دائرہ معارف میں ذیل مادہ لفظ اللہ)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری بڑے عمدہ انداز میں الہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆۔یعنی ہر ایک شے جس کا الہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔

☆۔ہر ایک معبود باطل جسے بطور معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔

☆۔ہر شے جو انسان کے دل پر تسلط کر لینے والی ہو۔

☆۔ہرشی جس کی محبت دیگر انواع محبت پر غالب آسکتی ہو۔

☆۔ہرشی جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہو۔

☆۔ہرشی جس کی نسبت کسی کمال ذاتی کا وہم وگمان کیا جاسکتا ہے۔

☆۔ہر وہم وگمان جو کمال غیر کا تو ہم پیدا کرنے والا ہے۔

الہ کے معنی جاننے کے بعد جب ہم کلام اقبال کی طرف نظر گھماتے ہیں تو یہ معنی موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں جن سے اقبال کا تصور الہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور اس بات کی بھی غمازی ہوتی ہے کہ علامہ اقبال ایک ماہر قرآن کی طرح اس لفظ کو نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے موقع ومحل پر استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی توحید پرستی بھی آشکارا ہوتی ہے اور شرک سے بیزاری بھی۔وہ فرماتے ہیں:

دارم اندر سینہ نور لا الہ۔۔۔۔در شراب من سرور لا الہ۔

(کلیات اقبال فارسی،لاہور،اشاعت پنجم۔ص۸۸۲۔۱۹۸۵ء)

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ میں لا کی منزل میں الا کی شراب سے مست ہوں:

از دیر مغاں آیم بے گردش صہبا مست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔در منزل لا بودم از بادہ الا مست

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ لا الہ کا مفہوم سمجھنا ہو تو میرے ضمیر سے پوچھ:

بچشم من نگہ آوردۂ تست۔۔۔۔۔۔۔فروغ لا الہ آوردہ تست

جہانے کو ز تخم لا الہ رست۔۔۔۔۔۔۔بیا بنگر بآغوش ضمیرم

علامہ اقبال کا فلسفیانہ ذوق خودی کا ترجمان ہے اور خودی کا راز لا الہ میں پوشیدہ ہے۔وہ اپنے اردو کلام میں فرماتے ہیں:

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ

اور ان کا فارسی کلام شاہد ہے کہ خودی کا جلا لا الہ الا اللہ ہے۔فرماتے ہیں:

کسے کو بر خودی زد لا الہ را۔۔۔۔۔ز خاک رویا ندنگہ را

کیونکہ خودی روشن ز نور کبریائی است

(کلیات اقبال فارسی ، لاہور، اشاعت پنجم ۔ص ۹۵۱ ۔ ۱۹۸۵ء)

(ا) آغاز انسانیت:

انسانیت کا آغاز آدم علیہ السلام سے ہوا سب سے پہلا انسان ،سب سے پہلا پیغمبر بھی تھا لا الہ کا آغاز انہیں سے ہوا اور یہ کلمہ فطرت انسانی میں رکھ دیا گیا اقبال اس نقطہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مشت خاکے را بصد رنگ آزمود ۔۔۔۔۔۔۔ پے بہ پے تا بید و سنجید و فزود

آخر اورا آب و رنگ لالہ داد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لا الہ اندر ضمیر او نہاد

(کلیات اقبال فارسی ، لاہور، اشاعت پنجم ۔ص۔۱۰۰۳ ۔ ۱۹۸۵ء)

مخذرات اسلام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان بچہ شیر مادر سے منہ دھونے سے قبل ھی لا الہ کی تعلیم اپنی والدہ سے سیکھ لیتا ہے۔

کودک ما چوں لب از شیر تو شست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لا الہ آموختی اورا نخست

اقبال کے نزدیک اس جہاں کا آغاز بھی لا الہ سے ہوا اور انتہا بھی

نقطۂ ادوار عالم لا الہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انتہائے کار عالم لا الہ

(أ) عہد الست کی حقیقت:

علامہ اقبال اپنے ایک شعر میں عہد الست کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الست از خلوت نازے کہ برخاست ۔۔۔۔ بلیٰ از پردۂ سازے کہ برخاست

عہد الست کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ سے کیا گیا:

''اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں (الست بربکم)وہ کہنے لگے ہاں کیوں نہیں (قالوا بلٰی) ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)(یہ اقرار اس لیے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد پیدا ہوئے تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔(الاعراف 172,173:7)

اس آیت کی مختصر تفسیر ملاحظہ فرمائیے

''میثاق خاص'' کے بعد یہاں سے ''میثاق عام'' کا ذکر کرتے ہیں ۔تمام عقائد حقہ اور ادیان سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔جب تک یہ اعتقاد نہ ہو، مذہبی میدان میں عقل وفکر کی رہنمائی اور انبیاء ومرسلین کی ہدایت کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں۔اگر پورے غور وتامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذاہب کے تمام اصول و

فروع بلآخر خدا کی ربوبیت عامہ کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے بلکہ اسی کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں

حضرت شاہؒ صاحب فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد اوران سے ان کی اولاد نکالی سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا۔ پھر پشت میں داخل کیا۔اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے۔باپ کی تقلید نہ چاہیے۔اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہیے کہ ایمان لاوے۔اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے ۔(علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ۔تفسیر عثمانی ☆مطبوعہ لاہور☆ص: 223)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

واقعہ عالم ارواح کا بیان ہو رہا ہے اوپر ذکر بنی اسرائیل کے میثاق توحید کا تھا اور اس سے پہلے بھی بنی اسرائیل کو بار بار یاد دلایا جا چکا ہے۔اس پر سوال ہوسکتا تھا کہ اسرائیلی میثاق دنیا کی غیر اسرائیلی آبادی کے لیے کیونکر حجت بن سکتا ہے؟اب بیان اس کا ہو رہا ہے کہ توحید کا عہد تو ساری نسل انسانی سے لیا جا چکا ہے اور توحید شناسی ،توحید پرستی انسان کی فطرت میں راسخ کی جا چکی اور بشر کی سرشت میں رچی جا چکی ہے۔ فطرت اگر مسخ نہیں ہو رچکی ہے تو ایک خالق و رازق و مربی کا اعتراف ہر فطرت سلیم کا جزو ہے۔''۔۔۔۔۔۔۔یہاں قرآن نے گویا تصریح کر دی ہے کہ نسل انسانی کا اصلی اور ابتدائی دین توحید ہے اور شرک بہت بعد کی پیداوار ہے۔''دانایان فرنگ''ابھی چند سال ادھر کی بات ہے کہ زور دے کر اس کے برعکس کہہ رہے تھے کہ نسل انسانی کا ابتدائی دین شرک ہے اور توحید تک تو انسان بہت بعد کو ہی رفتہ ہی رفتہ پہنچا ہے،لیکن اب ان کے ماہرین فن(Ethnologist) کی آنکھیں کھلی ہیں اور اب اعلانیہ اقرار ہونے لگا ہے کہ انسان کا ابتدائی دین توحید ہی تھا(جسے امت مسلمہ نے قبول کیا)

(مولانا عبدالماجد دریا آبادی ☆تفسیر ماجدی☆مطبوعہ لاہور☆ص۔249☆1952ء)

امت مسلم از آیات خدا است ۔۔۔۔۔۔اصلش از ہنگامۂ **قالوا بلٰی** است

(۲)فضیلت لا الہ الا اللہ:

قرآن وسنت میں لا الہ الا اللہ کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔علامہ مرحوم کے اشعار پڑھنے سے ایسا لگتا ہے گویا انہوں نے اس فضیلت کو اپنے اشعار میں سمو دیا ہے۔علامہ اقبال کا کہنا ہے کہ شاہی تلوار اور نگاہ فقر لا الہ کی بدولت حاصل ہوتے ہیں فرماتے ہیں:

خسروی شمشیر و درویشی نگہ۔۔۔۔۔۔ہر دو گوہر از محیط لا الہ

علامہ اقبالؒ کے نزدیک صرف لا الہ الا اللہ کے ورد سے یہ نگاہ(فقر) حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے دل میں اترنے سے

اگر چہ پیر حرم ورد لا الہ۔۔۔۔۔کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولا داست

آزادی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے حقیقی آزادی لا الہ کی بدولت انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان ایک خدا کا غلام ہو کر رہ جاتا ہے اور باقی سب کی غلامی سے نجات حاصل کر لیتا ہے فرماتے ہیں

مرد حراز لا الہ روشن ضمیر۔۔۔۔۔۔می نہ گردد بندہ سلطان و میر

ما گدایاں کوچہ گردو فاقہ مست۔۔۔۔فقر او از لا الہ تیغے بدست

ہر ایک غلامی سے نجات اور خدا کی عبدیت کو اختیار کرنا انبیا و مرسلین کا شیوہ ہے۔

کلمہ شہادت اور التحیات میں سرور کونین ﷺ کو عبدہ کا خطاب دیا گیا ہے۔ جسے قرآن نے بھی کئی جگہوں پر دوہرایا ہے۔علامہ اقبال کہتے ہیں ''عبدہ کا مرتبہ الا اللہ کی بدولت حاصل ہوتا ہے'':

کس از سر عبدہ آگاہ نیست۔۔۔۔۔۔عبدہ جز سر الا اللہ نیست

لا الہ تیغ و دم او عبدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاش تر خواہی بگو ہو عبدہ

اس امت کے ہر فرزند کا کام لا الہ کو یاد کرنا اور اس کی نشر و اشاعت ہے۔

زانکہ در تکبیر راز بودے تست۔۔۔۔حفظ و نشر لا الہ مقصودے تست

اس لیے علامہ اقبال کتے ہیں جو لا الہ کو از بر کر لیتا ہے گویا پورے جہاں کو اپنے اندر گم کر لیتا ہے

ہر کہ حرفے لا الہ از بر کند۔۔۔۔۔۔عالمے را گم بخویش اندر کند

اس ضمن میں علامہ اقبال حضرت امام حسینؓ کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے اپنے خون سے لا الہ کی بنیاد کو مضبوط کیا۔ فرماتے ہیں:

ہر حق در خاک و خون غلطیدہ است۔۔۔۔۔۔۔پس بنائے لا الہ گردیدہ است

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔از رگ ارباب باطل خوں کشید

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سطر عنوان نجات ما نوشت

رمز قرآں از حسین آموختم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ز آتش او شعلہ ہا اندوختم

علامہ اقبال کے نزدیک جو شخص بھی لا الہ کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے وہ ہر جہت سے آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

کسے کو لا الہ را گرہ بست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ز بند مکتب و ملا بروں جست

زمین و آسمان و چار سو نیست۔۔۔۔۔۔۔در یں عالم بجز اللہ ھو نیست

جیسا کہ زرتشت کے بارے میں کہا

مرد حق میں جز بحق خود در اندید۔۔۔۔۔۔۔۔لا الہ می گفت و در خوں می تپید

می نہ گنجد آنکہ گفت اللہ ھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔در حدود ایں نظام چار سو

ملت اور قوم کا وجود افراد سے وقوع پذیر ہوتا ہے جب لاکھوں افراد ایک ہی کلمہ کا ورد اپنی زبان سے کرنے والے ہوں تو ایسے ہے جیسے ہزاروں آنکھیں ایک نگاہ رکھنے والی ہوں۔

چیست ملت اے کہ گوئی لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔با ہزاراں چشم بودن یک نگہ

ملت اسلامیہ کے افکار کا شیرازہ لا الہ کی بدولت قائم ہے۔

ملت بیضا تن وجاں لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔سازِ ما را پردہ گراں لا الہ

لا الہ سرمایہ اسرار ما۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رشتہ اش شیرازہ افکار ما

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ لا الہ کا نور ہر ایک کو حاصل ہوسکتا ہے عربی عجمی گورے کالے کی تخصیص نہیں۔اس نور کی بدولت کوئی قوم بھی ظلمات سے روشنی کو پا سکتی ہے۔

دگر قومے کہ ذکر لا الٰہش ۔۔۔۔برآرد از دل شب صبح گاہش

شناسد منزلے را آفتابے۔۔۔کہ ریگ کہکشاں رو بدز راہش

اس پاکیزہ کلمہ کی بدولت فرد ہو یا قوم حیات جاودانی حاصل کر لیتی ہے بلکہ بادشاہ کی قوت اور نگاہ فقر کی ہیبت اسی کی مرہون منت ہے۔

مرد میداں زندہ از اللہ ھوست۔۔۔۔۔۔۔زیر پائے او جہاں چار سوست

بندہ کو دل بہ غیر اللہ نہ بست۔۔۔۔۔۔می تواں سنگ از زجاج او شکست

قوت سلطان و میر از لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہیبت مرد فقیر از لا الہ

تا دو تیغ لا و الا داشتیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماسوی اللہ را نشان نگذاشتیم

امت مسلمہ جس کو اللہ تعالی نے خیر امت کا لقب دیا ہے اس کے ہر فرد پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرے تا کہ دنیا شرک کی نجاست سے پاک ہو اور توحید کا غلغلہ بلند ہو۔فرماتے ہیں

عشق را از شغل لا آگاہ کن۔۔۔۔۔آشنائے رمز الا اللہ کن

اسی کلمہ کی بدولت ہمیں دنیا میں عزت واعتماد نصیب ہوا

اعتبار از لا الہ داریم ما۔۔۔۔۔ہر دو عالم را نگہ داریم ما

اس لیے دل وجان سے اس کلمہ کی تشہیر کرنی چاہیے اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑنی چاہیے

لا الہ گوئی بگو از روئے جاں۔۔۔۔۔تا از اندام تو آید بوئے جاں

مہر و ماہ گردز سوز لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیدہ ام ایں سوز در کوہ و کہ

علامہ اقبالؒ کے نزدیک سوز وسرور کی لذت لا الہ کی بدولت قائم ہے اور شب دیجور میں اجالا اسی کلمہ کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔

لذت سوز و سرور از لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔در شب اندیشہ نور از لا الہ

جب یہ لذت وسرور حاصل ہو جاتا ہے پھر انسان اس کلمہ حق کی اشاعت میں جان کی بازی لگا دیتا ہے اور کسی ظالم وجابر سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔

اندرون خویش جوید لا الہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔در تہ شمشیر گوید لا الہ

(۳)بت پرستی:

اسلام نے بت پرستی سے کائنات انسانی کونجات دلائی ہے یوں تو ہرپیغمبر نے اس گندے عقیدے کے خلاف آواز اٹھائی مگراس کا موثر طریقے سے نجات دلانے کے لیےقرآن نے عقلی اورنقلی دلائل دیےاور پیغمبراسلام ﷺ نے عمل کے ذریعے اس کے خاتمہ کے اقدام کیے۔

بت پرستی کا آغازنوح ؑ کے زمانے سے ہوا۔قوم نوح نے اپنی قوم کے مرے ہوئے پانچ بزرگوں کی تصاویر درشکل اصنام بنا کر انکی پوجا کرنے لگے۔سورہ نوح میں ان کے نام مذکور ہوئے ہیں۔ود،سواع، یغوث، یعوق اورنصر۔نوحؑ نے اس بت پرستی کے خلاف ساڑھےنوسوسال آوازاٹھائی

ولقد ارسلنانوحا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامافاخذھم الطوفان وھم ظٰلمون(العنکبوت ۲۹:۱۴)

ترجمہ:اورالبتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کواس کی قوم کی طرف بھیجاتو وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس رہے پھر ان کو طوفان (کے عذاب)نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔

قوم نوح اپنے بتوں کی حمایت پر کاربند رہی اورآخر کارطوفان نوح میں غرقاب ہوئی۔قوم عاد،قوم ثمود،اصحاب مدین اورقوم ابراہیم میں بت پرستی جاری وساری رہی۔ ہرقوم کے پیغمبر نے اس ذلت آمیزعبادت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ابراہیم خلیل اللہ نے کلہاڑالے کربت خانہ کارخ کیااور بڑے بت کےسواسب کاستیاناس کردیا۔سب کی توڑ پھوڑ کے بعد بڑے بت کے کندھے پرکلہاڑا رکھ کرگھر کارخ کیا۔افرادقوم جان گئے کہ یہ کام اسی نوجوان کا ہوسکتا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہےانہوں نے انتقاما ابراہیمؑ کوآگ میں ڈالا۔ اللہ تعالی نے اس نارکوگلزار بنادیا۔علامہ اقبال بت شکنی کےاس عمل کواعلی درجے کا ایمان قرار دیتے ہوئے لب کشاہیں:

آج بھی ہوجوبراہیم سا ایماں پیدا۔۔۔۔۔۔آگ کرسکتی ہےانداز گلستاں پیدا

اس لیے علامہ اقبال مسلمانوں کواس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ خدا کےسوا(جنہیں وہ بتوں سے تعبیر کرتے ہیں)کسی سے امید نہ رکھیں،اس لیے کہ اگرغیراللہ پربھروسہ کرنےلگو گےتواسلام کی حدود سے تجاوز کرجاؤ گے۔فرماتے ہیں:

بتوں سے تجھ کوامیدیں خدا سےنومیدی۔۔۔۔۔۔پھر بتاتوسہی اورکافری کیاہے

وہ کہتے ہیں کہ مجھےشریعت کی طرف سے یہ بات ارشاد کی گئی ہے کہ میں ایسے حال میں بھی خدا کی توحید کا ڈنکا بجاؤں جب تمام دنیابت پرستی کےدلدل میں پھنس چکی ہواور مجھے مٹانے پرتیار ہو۔گویا سورہ الکافرون کا ترجمہ کررہے ہیں۔فرماتے ہیں

گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں۔۔۔۔۔۔۔مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الا اللہ

بت پرستی سے متعلق اسلام اورعیسائیت کا موازنہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں:

اسلام اورعیسائیت ہردوکوایک مشترک حریف یعنی بت پرستی سے نمٹنا پڑالیکن فرق یہ ہے کہ عیسائیت نے اپنے حریف سے سمجھوتہ کرلیااوراسلام نے اسے بالکل نیست ونابود کردیا۔

(۴) خواہش پرستی:

بعض دفعہ انسان خدا تعالی کی مرضی اور اس کے حلال وحرام کو چھوڑ کر اپنے نفس اور خواہش کی پیروی مین لگ جا تا ہے یہ چیز توحید کے منافی ہے کیونکہ یہ خدا کے مقابلے میں ایک نیا معبود بنانے کے مترادف ہے۔

افرائیت من اتخذ الهه هواه (الجاثيه ۴۵:۲۳)

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے

اس آیت میں خواہشات نفسانی کو بتوں سے تعبیر کیا گیا ہے جس نے اپنی خواہشات کو ہی اپنا امام ومقتدا بنالیا ہے اور ان کے پیچھے چلنے لگا تو گویا یہی کواہشات ہی اس کے بت ہیں ۔حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ زیر آسمان دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ھوٰی ہے یعنی خواہش نفسانی ۔علامہ اقبال اس چیز کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

زباں سے گر کیا توحید کا دعوی تو کیا حاصل ۔۔۔۔۔ بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

قرآن حکیم نے اپنی خواہش کے پیروکار کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا ہے فرمایا:

ترجمہ اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی رہنمائی کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔(القصص ۲۸:۵۰)

اس لیے قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ خواہش کی پیروی سے منع فرمایا

ولا تتبع الهوٰى (ص ۳۸:۲۶) ترجمہ: اور خواہش کی پیروی نہ کرنا

علامہ اقبال ان قرآنی فرمودات کے مطابق کہتے ہیں: ہمارے اندر خواہشات کا طوفان پایا جاتا ہے اس لیے ہر دم اور ہر آن ہم نئی خواہش میں پڑ چکے ہیں۔

می تراشد فکر ما ہر دم خداوندے دگر ۔۔۔۔۔۔ رست از یک بند تا افتاد در بندے دگر

نیز فرمایا

رہ مدہ در کعبہ اے پیر حرم اقبال را ۔۔۔۔۔ ہر زماں در آستین دارد خداوندے دگر

اس خواہش پرستی سے نجات کی صورت کیا ہوگی اور کیسے ہوگی فرمایا

محکم از حق شو سوئے خود گامزن ۔۔۔۔۔۔ لات وعزاے ہوس را سر شکن

خواہش وہوس کے معبودان باطلہ پر ضرب کاری لگا کر ان کو پاش پاش کر دینا چاہیے صرف یہی نہیں بلکہ ایسے بتخانہ کو بھی توڑ ڈالنا چاہیے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری:

گفتمس در دل من لات منات است بسے ۔۔۔۔۔ گفت ایں بتکدہ را زیر وزبر باید کرد

اقبال کے نزدیک اس وقت تک توحید مستحکم نہیں ہوسکتی جب تک خدا کے ماسوا کسی اور سے (خواہ انسان کا نفس ہی کیوں نہ ہو) امیدیں وابستہ ہوں۔فرماتے ہیں:

تا نہ رمز لا الہ آید بدست ۔۔۔۔۔۔ بند غیر اللہ را نتوا شکست

شرکیہ خیالات سے جب دل پاک ہوگا اور خدا کی محبت اور اس کا خوف دل میں جاگزیں ہوگا تو خواہش پرستی سے نجات حاصل ہو گی اور توحید الٰہی سے تاباں ہوگا۔

عشق ازسوز دل ما زندہ است ۔۔۔۔۔۔ازشرار لا الہ تابندہ است

اقبال کے نزدیک کوئی شخص خواہ کسی مذہب وملت کا پاسبان ہو اس وقت تک پاسبانی کا دعویدار نہیں ہوسکتا جب تک اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر کے اس مذہب وملت کے مطابق نہیں ڈھال لیتا ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

طواف کعبہ زدی گرد دیر گردیدی۔۔۔۔۔۔نگہ بخویش نہ پیچیدہ دریغ ازتو

عصر حاضر میں مسلمانان عالم کی موجودہ دین سے بیزاری اور خواہش پرستی کے طوفان میں گھر جانے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علامہ صاحب فرماتے ہیں:

مسلم ہندی شکم را بندۂ ۔۔۔۔خود فروشے، دل زدیں برکندۂ

در مسلماں شان محبوبی نماند ۔۔۔خالد وفاروق وایوبی نماند

ایک رباعی میں علامہ اقبالؒ نے خواہش پرستی یعنی اپنی خواہش کو الہ بنانے کا نقشہ بڑے خوبصورت انداز میں یوں پیش کیا ہے

تراشیدم صنم برصورت خویش۔۔۔۔بشکل خود خدا را نقش بستم

مرا از خود بروں رفتن محال است۔۔۔۔بہر رنگے کہ ہستم ،خود پرستم

(۵) قبر پرستی:

اسلام قبر پرستی کا مخالف ہے۔مزاروں پر عرس کرنا،نذرونیازیں وصول کرنا،مجاور بننا اور مزارات کو روزی کمانے کا ذریعہ بنا لینا شریعت مطہرہ میں ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔اسی سے شرک کے فوارے پھوٹتے ہیں اور مسلمانوں کے قلوب میں توحید کی آباد بستیاں اجڑ جاتی ہیں اور ایمان متزلزل ہوجاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے یہود ونصاری کے ایسے افعال پر لعنت فرمائی ہے۔علامہ اقبال افراد امت کو قبروں پر خلاف شرع کام سے اس طرح روکتے ہیں۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو۔۔۔۔بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کا مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے۔۔۔۔۔۔۔کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

(۶) اقتدائے حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک مٹانے کے لیے عملی قدم یہ اٹھایا تھا کہ صنم کدہ میں داخل ہو کر اپنی قوت بازو سے سب اصنام کو پاش پاش کر کے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر واپس آ گئے۔قرآن کہتا ہے

فجعلهم جذاذا الا كبيرا لهم (الانبیا۲۱:۵۸)

پس اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل کی اقتدا کا شرف معدودے چند انسانوں کو حاصل ہوا۔جیسے موسیٰ کلیم اللہ نے سامری کے

بنائے ہوئے سونے کے گاؤ سالہ کو ریزہ ریزہ کر کے دریا برد کرنے کو کہا:

لنسفنه فی الیم نسفا(طه۲۰:۹۷)

کہ ہم اسے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ اڑا دیں گے۔

ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے مرکز توحید خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو چھڑی سے گرا کر شکست و ریخت کا ملبہ بنا کر فرمایا:

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (الاسرا۱۷:۸۱)

اور اعلان کر دے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

ان دو انبیاء کے علاوہ امت محمدیہ میں سے جن سعادت مند انسانوں کو اس ابراہیمی عمل کی اقتدا سے حصہ ملا ان میں سے ایک قتیبہ بن مسلم بھی ہیں جو ولید بن عبدالملک کے عہد کے نامور جرنیل تھے۔فتوح البلدان میں ہے''اہل سمرقند بت پرست تھے ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے بعض دیوتا ایسے ہیں جن کو ہاتھ لگانے والا ہلاک ہو جائے گا،ان کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے قتیبہ نے ان بتوں کو نذر آتش کر دیا ،جب اس سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچا تو بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہو گئے اور قتیبہ نے سمرقند میں مسلمانوں کی آبادی بسائی''۔(فتوح البلدان۔ص۔۴۲۷)

واقعہ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ نے سومنات کے مندر کے توڑنے پر بت پرستوں کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کہا تھا۔

محمود بت شکن است بت فروش نیست ترجمہ:محمود بت توڑنے والا ہے بت بیچنے والا نہیں ہے۔

علامہ اقبال اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کافری را پختہ تر ساز د شکست سومنات۔۔۔۔۔۔گرمئی بت خانہ بے ہنگامۂ محمود نے

نیز فرمایا

محمود غزنوی کہ صنم خانہ ہا شکست۔۔۔۔۔۔۔۔زناری بتان صنم خانۂ دل است

اور علامہ اقبال شہنشاہ عالمگیر کی تعریف میں فرماتے ہیں:

شعلۂ توحید را پروانہ بود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چوں ابراہیم اندریں بتخانہ بود

ان واقعات کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو موسیٰؑ کلیم اللہ،محمد رسول اللہ،قتیبہ بن مسلمؒ اور سلطان محمود غزنویؒ نے اپنا کر معبودان باطلہ پر کاری ضرب لگائی اور کائنات انسانی پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ نفع نقصان سب کچھ اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس لیے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے عقیدۂ توحید کے اندر یہ اقرار پوشیدہ ہے کہ جہاں تک اس کا بس چلے گا وہ معبودان باطلہ کو ملیا میٹ کر کے ایک ہی معبود برحق کی عبادت اور طاعت کو دنیا میں باقی رکھے گا اور مومن کی بے پناہ قوت عمل جو خودی کے نقطۂ کمال پر اسے حاصل ہوتی ہے اس اقرار پر عمل کا کام اس کے لیے آسان کر دیتی ہے۔لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن اس دنیا کو ایک بت کدہ سمجھے اور اپنے آپ کو ابراہیم خلیل اللہ کی طرح بت شکن اور اس بات کے لیے تیار رہے کہ وہ خلیل اللہ ہی کی طرح کسی وقت آگ میں ڈالا جائے گا۔ ''بہ ہر زمانہ خلیل است و آتش نمرود''

اورفرمایا

صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل۔۔۔۔۔یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے

افسوس ہے کہ ابھی تک بت پرستی کے اس دور کا ابراہیم پیدا ہی نہیں ہوا جو اس دنیا کو ایک صنم کدہ سمجھے اور اس کے بتوں کو توڑ کر فنا کر دے

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے۔۔۔۔صنم کدہ ہے جہاں میں لا الہ الا اللہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا لیکن ایسے نہیں بنایا چند باتوں میں آزمایا جنہیں انہوں نے پورا کر کے دکھایا ۔آگ کو ان پر گلزار بنایا، چار ہزار انبیا کو ان کی نسل سے پیدا فرمایا اور امام الناس بنایا۔اس لیے علامہ اقبالؒ اہل اسلام کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں۔

از شریعت احسن تقویم شو۔۔۔۔۔وارث ایمان ابراہیم شو

آج کا سطوت توحید کے رمز سے ناواقف و بےخبر مسلمان بت پرست آذر کے فن کو جانتا ہے مگر ابراہیم خلیل اللہ کی طرح بت شکنی سے آگاہ نہیں۔

چہ نماز گویمت ز مسلمان نا مسلمانے۔۔۔۔جز ایں کہ پور خلیل است و آزری داند

اس لیے علامہ اقبال امت کے ہر فرد کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں

از طریق آزری بیگانہ باش۔۔۔۔۔۔بر مراد خود جہان نو تراش

یہ امت حق پرستی میں کامل ہے جس نے ابراہیم خلیل اللہ کی آرزوؤں کے نیام سے حق کی تلوار کو آشکارا کیا ہے۔فرمایا

امتے در حق پرستی کاملے۔۔۔امت محبوب ہر صاحبدے

حق بروں آورد ایں تیغ اصل۔۔۔۔از نیام آرزوہائے خلیل

اس امت کے افراد کا فریضہ اللہ کی توحید کی آواز بلند کرنا ہے اس فریضہ کو ادا کرنے پر آگ میں اگر کسی کو جھونک دیا جائے تو ایسے نمرود کی آگ گل ہو جاتی ہے جیسے ابراہیمؑ پر ہوئی۔

زانکہ ما را فطرت ابراہیمی است۔۔۔۔۔۔۔ہم بہ مولی نسبت ابراہیمی است

از تہ آتش براندازیم گل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نار ہر نمرود را سازیم گل

علامہ اقبال دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں آؤ ابراہیمؑ کا کارنامہ انجام دیتے ہوئے بت شکن بن کھڑے ہوں:

بیا کہ مثل خلیل ایں طلسم در شکنیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ جز تو ہر چہ دریں دیر دیدہ ام صنم است

علامہ اقبال امت مسلمہ کو شہد کی مکھیوں کے چھتے سے تشبیہ دیتے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والا خالص شہد ایمان کو قرار دیتے ہیں۔چھتہ بھی ابراہیمی ہے اور اس میں ایمان کا شہد بھی ابراہیمی ہے اس کی اصل یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اس امت کا نام مسلمان رکھا:

هو سمّٰكم المسلمين (الحج ٢٢:٧٨) ترجمہ:اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اس امت کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ اور خود امت کو رب ذوالجلال نے ابراہیمؑ سے زیادہ مشابہ قرار دیا

ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذاالنبی والذین ا منو ا
والله ولی المومنین (آل عمران ۳:۶۸)

سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا کہا مانا اور یہ
نبی اور جولوگ ایمان لائے ،مومنوں کا ولی اور سہاراا للہ ہی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ یہودی عیسائی اور مشرکین میں سے نہ تھے بلکہ **حنیفا وما انا من المشرکین (الانعام ۶:۷۹)** اس لیے علامہ اقبال امت مسلمہ اوراس کے ایمان کوابراہیم خلیل اللہ سے منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ملت ما شان ابراہیمی است ۔۔۔۔۔۔شہد ما ایمان ابراہیمی است

اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جیسی عظیم قربانیاں دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔اگر چہ آگ میں ہی کیوں نہ جلنا پڑے جیسا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ نے اپنے کچھ اہل بیت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

لا تشرك بالله وان عذّبت وان حُرِّقْتَ (سنن البیهقی ،کتاب القسم والنشوز،رقم:۱۵۱۷۴)

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کراور اگر چہ سزا دیا جائے اور اگر جلایا جائے۔

چنانچہ فرمایا

درگذر مثل کلیم از رود نیل ۔۔۔۔۔سوئے آتش گام زن مثل خلیل

یہ کلام الٰہی کی اس آیت سے مستعار ہے کہ

فاتبعوا ملة ابراهیم حنیفا (آل عمران ۳:۹۵)

تم سب ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو

کیونکہ شعلہ ابراہیمی سے ہی محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا لازوال چراغ روشن ہوا ہے۔

؎ شعلہ ہائے اوصد ابراہیم سوخت ۔۔۔۔۔۔۔تا چراغ یک محمد برفروخت

(۷)سورۂ اخلاص کی ترغیب:

سورہ اخلاص نہایت فضیلت والی سورہ ہے اس میں ہر باطل مذہب کے غلط عقائد کی تردید بھی موجود ہے اور واحدانیت باری تعالی کا اثبات بھی۔اسی بناپر مختصر سی سورہ ہونے کے باوجود احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ سب جمع ہو جائیں تمھیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا جو جمع ہو سکتے تھے جمع ہو گئے تو آپؐ تشریف لائے اور قل ھواللہ احدالخ کی قرات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام قل ھواللہ احد اور معو ذتین پڑھ لیا کرے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

علامہ اقبال بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خواب میں دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا'' آپ نے رسول کریم ﷺ کے بعد ہماری ملت کو ایسی مشکل وقت میں مضبوط بنایا جب چاروں طرف سے فتنے سر

اٹھارہے تھے آج بھی عالم اسلام ایسے خلفشار سے دوچار ہے۔کیا آپ ہمارے دکھوں کا کوئی علاج تجویزفرمائیں گے''۔

حضرت ابو بکرصدیقؓ نے فرمایا تم مسلمان کب تک خودغرضیوں اور ہوس پرستیوں میں مبتلا رہو گے؟تم سورہ اخلاص سے کیوں روشنی اور رہنمائی حاصل نہیں کرتے''۔

گفت تا کے درہوس گردی اسیر ۔۔۔۔۔۔آب وتاب ازسورۂ اخلاص گیر

علامہ مرحوم نے سورہ اخلاص کی تفسیر تفصیلا بیان فرمائی ہےاور ہرآیت کوعلٰحدہ ذکرکیا ہےان کامختصرابیان یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱)قل ھو اللہ احد :

اس آیت میں لفظ''احد'' آیا ہے۔احداورواحدترجمہ تو دونوں کا ایک ہی کیا جاتا ہےمگرمفہوم کےاعتبار سےلفظ احد کےمعنی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ترکیب،تجزیہ،تعدداورکسی چیز کی مشابہت اورمشاکلت سے پاک ہو یعنہ وہ کسی ایک یا متعدد مادوں سےنہیں بنانہ اس میں تعدد کا کوئی امکان ہے نہ کسی کے مشابہ ہے۔(مفتی محمدشفیع۔معارف القرآن۔843/8)

اسلاف کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں وہ اشداءعلی الکفار کی صحیح تصویر تھے۔توحید کی پختگی نے ان میں اس قدرعظمت اور ہیبت پیدا کردی کہ کفاراوران کے معبودان باطلہ ان کی جبروت کودیکھ کرلرزہ براندام ہو جاتے ہیں اورتوحید کا اعتراف کیے بغیرنہ رہتے تھے۔

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے۔۔۔۔۔۔میہ کے بل گر کےھواللہ احد کہتے تھے

علامہ اقبال فرماتے ہیں جوشخص توحید کی دولت سے مالا مال ہے درحقیقت وہی مردمیدان اور پورے جہان کا حکمران ہے:

مردمیدان زندہ ازاللہ ھواست ۔۔۔۔۔۔زیرپائے اوجہان چارسواست

مزیدفرمایا

زمین وآسمان وچارسونیست ۔۔۔۔۔دریں عالم بجزاللہ ھونیست

زجانم نغمۂ اللہ ھوریخت ۔۔۔۔۔۔۔۔چوگرداز رخت ہستی چارسونیست

علامہ اقبال عصرحاضر کے قائدین ومسلمین کی توحید سے بیگانگی،احکام الٰہی سے بےخبری،مشرکانہ رسوم میں دلچسپی اوردین اسلام سے بےتوجہی پرافسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں

میں نے اے میرسپہ تیری سپہ دیکھی ہے۔۔۔۔۔۔۔قل ھواللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

اللہ واحد کی پرستش مسلمان کےعقیدہ کی بنیاد ہےمسلمان اس عقیدہ کے لیے اپنی جان تو قربان کرسکتا ہےمگراس عقیدہ کوترک نہیں کرسکتا کسی پرپیغمبر جن وانس،بت،فرشتہ،شجروحجراورسورج چاندستارے کوخدا کا شریک نہیں ٹھہراسکتا۔فرمان باری تعالی ہے:

وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین انما ھواله واحد(النحل۱۶:۵۱)

اوراللہ نے فرمایا ہے کہ دودومعبودنہ بناؤ۔معبودوہی ایک ہے

علامہ اقبال اس آیت کامفہوم یوں بیان کرتے ہیں

باطل دوئی پسند ہےحق لاشریک ہے۔۔۔۔۔۔۔شرکت میانہ حق وباطل نہ کرقبول

سورہ اخلاص کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اے پرستار یکی گرتو توئی۔۔۔۔۔۔تا کجا باشی سبق خوان دوئی

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے اہل اسلام کو دوئی کے عقیدہ سے نجات دلا کر اللہ احد اور وحدہ لاشریک ہونے کا عقیدہ سکھایا یہ وہ نعمت ہے جس سے مذاہب عالم محروم ہو چکے ہیں اس لیے مسلمان کو خدائے قدوس کی صفات اور اخلاق سے متصف ہونا چاہیے اور **تخلقوا باخلاق الله** (ترجمہ: اللہ جیسے اخلاق پیدا کرو) پر عمل ہونا چاہیے۔

اینکہ در صد سینہ پیچد یک نفس۔۔۔۔سر از اسرار توحید است وبس

رنگ او بر کن مثال اوشوی۔۔۔۔۔۔در جہاں عکس جمال اوشوی

آنکہ نام تو مسلماں کردہ است۔۔۔۔از دوئی سوے یکی آوردہ است

اللہ الصمد:

صمد کے لفظی معنی بے نیاز ہونے کے کئے جاتے ہیں جو کہ اس کا نصف ترجمہ ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ نے صمد کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں، جو روح المعانی اور تفسیر قرطبی میں نقل کئے گئے ہیں:

هو المستغنى عن كل احد المحتاج اليه كل احد

وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے اور ہر ایک اسی کا محتاج ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صمد کے درج ذیل معنی نقل کئے گئے ہیں:

''صمد وہ سید ہے جس کی سرداری مکمل ہے اور وہ شریف ہے جس کا شرف کامل ہے اور وہ عظیم ہے جس کی عظمت کامل ہے اور وہ حلیم ہے جس کا حلم پورا ہے اور وہ علیم ہے جس کا علم کامل ہے اور وہ حکیم ہے جس کی حکمت پوری ہے اور وہ ذات ہے جو شرف اور سرداری کی تمام انواع میں کامل ہے۔'' (تفسیر قرطبی)

ابن الانباری نے اہل لغت کے نزدیک صمد کا متفقہ معنی بیان کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ہے:

انه السيد الذى ليس فوقه احد الذى يصمد اليه الناس فى حوائجهم وامورهم

وہ سردار ہے جس سے برتر و بالا کوئی نہیں، جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور تمام معاملات میں متوجہ ہوتے ہیں۔(تفسیر قرطبی، روح المعانی)

صمد کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں:

جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے، جو ہمیشہ کی بقا والا، سب کی حفاظت کرنے والا ہو، جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہو۔(تفسیر ابن کثیر، ج:۵،ص:۶۱۳)

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں:

صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے اور نہ اس میں سے کچھ نکلے (یعنی اولاد)۔

بہت سے صحابہ اور تابعین سے مروی ہے:

صمد ٹھوس چیز کو کہتے ہیں جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

الصمد الذی لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب

صمد وہ ہے جو نہ کھاتا ہو اور نہ پیتا ہو۔

عبداللہ بن بریدہؒ فرماتے ہیں:

صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک والا ہو

ایک موقوف حدیث میں ہے:

جس کا پیٹ نہ ہو۔

حافظ ابوالقاسم طبرانیؒ اپنی کتاب ''السنہ'' میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب سچے اور صحیح ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۵، ص:۶۱۳)

ان سب معانی پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں اللہ تعالی کی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہر چیز اسی کی نیاز مند ہے اور وہ ذات اقدس بے نیاز ہے۔ علامہ اقبال اہل اسلام کو اللہ کی اس شان بے نیازی کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

گر بہ اللہ الصمد دل بستۂ ۔۔۔۔۔۔۔۔ از حد اسباب بیروں جستۂ

بندہ حق بندۂ اسباب نیست ۔۔۔ زندگانی گردش دولاب نیست

مسلم استی بے نیاز از غیر شو ۔۔۔۔۔۔۔۔ اہل عالم را سراپا خیر شو

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رزق خود را از کف دوناں مگر ۔۔۔۔۔۔ یوسف استی خویش را ارزاں مگر

گرچہ باشی مور وہم بے بال و پر ۔۔۔۔۔۔۔۔ حاجتے پیش سلیمانے مبر

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ الصمد اللہ کی ذات ہے تمام حاجات ومشکلات کا وہی پورا کرنے والا اور بندے کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے والا وہی ہے تو اسی پر بھروسہ اور توکل رکھنی چاہیے اسکو پکارنا چاہیے اسی سے مدد مانگنی چاہیے اور اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ رکھنا چاہیے یہی وہ پیغام ہے جو سرور کونین نے امت مسلمہ کو دیا ہے:

از پیام مصطفیٰ آگاہ شو ۔۔۔۔۔۔ فارغ از ارباب دون اللہ شو

اس شعر میں علامہ اقبال مرحوم نے جس پیغام مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے:

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الاالله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولو ا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔(اٰل عمرٰن ۳:۶۴)

ترجمہ: فرما دیجیے اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو خدا کے سوا ارباب نہ بنالیں اب اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

یہ وہ آیت مبارکہ ہے جو آنحضورؐ نے قیصر روم کی طرف بھیجے گئے والا نامہ میں لکھوائی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ بندہ ءخدا اوراس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم کی جانب۔سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔اما بعد! میں تمہیں کلمہ ءاسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاو گے تو سلامت رہو گے اور اللہ تعالی تمہیں دگنا اجر دیں گے اور اگر تم اس بات سے پہلو تہی اور روگردانی کرو گے اور میرے دین کو قبول نہ کرو گے تو تم پر مزارعوں اور رعایا کا گناہ ہوگا۔اے اہل کتاب

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الاالله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولو ا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔(اٰل عمرٰن ۳:۶۴)

ترجمہ: فرما دیجیے اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو خدا کے سوا ارباب نہ بنالیں اب اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔(سیرت رسول عربی۔ص۔۱۶۲)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خط میں مذکور آیت کی مناسب اور مختصر تفسیر بیان کر دی جائے تا کہ پیام رسولؐ جس کا ذکر علامہ مرحوم نے کیا ہے واضح ہو جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں

جب یہود ونصاری کے سامنے توحید پیش کی جاتی تو کہتے ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے آپ کو مسلمان ماننا) جس پر ہم دونوں متفق ہیں،ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریر سے اسکی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان

سے مسلم وموحد کہتے ہو حقیقۃً اور عملاً بھی اپنے کوتنہا خدائے وحدہ لاشریک لہ کے سپرد کردو ۔نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو، نہ اس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ۔نہ کسی اور عالم،فقیر، پیر،پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جوصرف رب قدیر کے ساتھ کیا جانا چاہیے مثلا کسی کواس کا بیٹا پوتا بنانا یا نصوص شریعت سے قطع کر کے محض کسی کے حلال وحرام کردینے پراشیا کی حلت وحرمت کا مدار رکھنا جیسا کہ اتخذ وااحبارھم ورھبانھم ار بابامن دون اللہ کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے یہ سب امور دعوائے اسلام و توحید کے منافی ہیں ۔

(علامہ شبیراحمدعثمانیؒ ۔تفسیرعثمانی،مطبوعہ لاہور۔ص:۵۷)

یہ وہ پیغام ہے جس کی طرف علامہ اقبال اشارہ کررہے ہیں۔

ے از پیام مصطفٰی آگاہ شو ------------ فارغ ازارباب دون اللہ شو

(۸)نمازاورتوحید:

نماز جودین اسلام کا اساسی رکن ہے وہ غیرخدا کی عبادت سے ہٹا کر خدائے واحد کی عبادت کا درس دیتی ہے مگرافسوس کہ اب مسلمانوں نے اس سے بھی توحید حاصل کرنا ترک کردیا۔

ے سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی۔۔۔۔۔وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہوگئیں

(۹)غیرخدا کا سجدہ:

سجدہ کے لفظی معنی تواضع اورتذلل کے ہیں۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں:

''اسکے اصل معنی فروتنی اور عاجزی کرنے کے ہیں اوراللہ کے سامنے عاجزی اوراسکی عبادت کرنے کوسجود کہا جاتا ہے اور یہ انسان،حیوانات اور جمادات کے حق میں عام ہے کیونکہ سجود کی دوقسمیں ہیں۔''سجوداختیاری'' جوانسان کے ساتھ خاص ہے اور''سجودتسخیری'' جوانسان حیوانات اور جمادات سب کے حق میں عام ہے۔''(مفردات القرآن)

'بعض نے سجدہ کا معنی:

وضع الجبهة على الارض (یعنی زمین پر پیشانی کا رکھنا) کیا ہے۔

سجدہ جملہ عبادات میں سے افضل عبادت ہے سجدہ کی حالت میں بندہ اپنی فروتنی اورعاجزی کی انتہا پر ہوتا ہے۔

ے جلال کبریائی درقیامش ------------- جمال بندگی اندرسجودش

اس لیے شریعت محمدؐیہ نے اسے افضل ترین عبادت کو باقی عبادات کی طرح اللہ تعالی کے ساتھ خاص کیا ہے کسی بت ،جن ،قبر،روح ،پیر،پیغمبر،بادشاہ،سورج،چاند،ستارے کا سجدہ جائزنہیں۔قرآن کہتا ہے

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذى خلقهن (فصلت۴۱:۳۷)

سورج اور چاند کا سجدہ نہ کرو اس ذات کا سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔

سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) تعظیمی (۲) تعبدی

تعظیمی سجدہ بعض پہلی امتوں میں جائز تھا شریعت محمدیہ میں حرام ٹھہرا اور سجدہ تعبدی ہر شریعت میں حرام رہا۔اس کی دلیل ابوداؤد کی روایت ہے۔

قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کا سجدہ کرتے ہیں۔پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار سجدہ کرتے ہیں آپؐ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔آپؐ نے فرمایا:

> اگر تم میری قبر پر گزرتے تو اس کو سجدہ کرتے میں نے کہا نہیں فرمایا ایسا نہ کرو اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کا سجدہ کریں اس لیے کہ اللہ نے مردوں کا عورتوں پر بڑا حق مقرر کیا ہے۔

اس حدیث میں آپؐ نے اپنے سجدہ سے منع فرمایا اور ایک اور حدیث میں ہے

لعن اللہ الیھودوالنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہودیوں اور عیسائیوں پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

ان احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم جب کلام اقبال کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال فکر مصطفویؐ کی تشریح کر رہے ہیں اپنی ایک نظم ''درحضور رسالت مآبؐ ''میں فرماتے ہیں:

نے خدائے ساختیم از گاؤخر۔۔۔۔۔۔۔نے حضور کاہناں افگندہ سر

نے سجودے پیش معبودان پیر۔۔۔۔۔۔نے طواف کوشک سلطان ومیر

ایں ہمہ از لطف بے پایاں تست۔۔۔۔فکر ما پروردۂ احسان تست

علامہ اقبال اپنی کتاب زبور عجم میں باب ''مذہب غلاماں'' میں مالک حقیقی (اللہ تعالیٰ) اور مالک مجازی (غلام کا آقا) کا فرق بڑے دل نشین پیرایہ میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایں صنم تا سجدہ اش کردی خدا است۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چوں یکے اندر قیام آئی فنا است

اس لیے علامہ محمد اقبال عالم انسانیت کو اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ خدائے واحد کا سجدہ ایک ایسا عظیم سجدہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کسی غیر کا سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس ایک سجدہ کی بدولت انسان ہر ہر چوکھٹ اور ہر بڑے کے سامنے جھکنے سے محفوظ و مصئون رہتا ہے۔فرماتے ہیں:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

علامہ اقبال کے نزدیک جس شخص کے دل میں حق کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے بلکہ جلال الٰہی کا پرتو اس کے جان وتن پر پڑتا ہے تو ایسا شخص کبھی غیر اللہ کے سامنے کسی محبت یا خوف کی بدولت جھکا نہیں کرتا

ہر کہ حق باشد چوں جاں اندر تنش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خم نہ گردد پیش باطل گردنش

خوف اورا در سینہ اوراہ نیست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خاطرش مرعوب غیراللہ نیست

ایسے جس شخص کو دین کی کچھ سمجھ ہو وہ اپنی جبین نیاز غیراللہ کی چوکھٹوں پر نہیں جھکایا کرتا

مسلمانے کہ داند رمز دیں را ۔۔۔۔۔۔۔۔ نساید پیش غیراللہ جبیں را

نیز فرمایا

ماسوااللہ را مسلمان بندہ نیست ۔۔۔۔۔۔ پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

انسان کے دل میں اگر جذبۂ توحید راسخ نہیں تو دربار خداوندی میں اس کو ہدیۂ عبادت اور سجدوں کے تحفے پیش کرنا ایک عبث فعل ہے بلکہ ایسا کرنا عظمت خداوندی کے شایان شان نہیں۔

درمن آں نیروئے الا اللہ نیست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سجدہ ام شایان ایں درگاہ نیست

اپنی ذات کو خطاب کر کے غیروں کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

ان تمام حدود وقیود کا خیال رکھتے ہوئے جو شخص نہایت تواضع اور عاجزی سے رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے اللہ تعالی اس کا مقام بلند فرمادیتا ہے **من تواضع لله رفعه الله** (یعنی جس نے اللہ کے لیے عاجزی کی اللہ اسے بلند کردیتا ہے)۔

تواضع کی انتہا سجدہ ہے جو بلندی اور عظمت کا ضامن ہے۔ بندہ را از سجدہ ساز د سر بلند

(۱۰) مالک حقیقی ومجازی کا فرق:

اسلام غلامی کو پسند نہیں کرتا۔ پیغمبر اسلام کے آخری الفاظ غلاموں اور مملوکوں کی وصیت سے متعلق تھے کہ ان کا خیال رکھنا۔ ویسے انسانی برادری اور مساوات انسانی کی رو سے بھی غلامی بری چیز ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ

غلامی بری گو ہو تو قیر بھی!! ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ بھاری ہے سونے کی زنجیر بھی۔

علامہ اقبال اپنی کتاب زبور عجم میں مذہب غلاماں کے باب میں مالک حقیقی اور مالک مجازی کا محاکمہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مالک حقیقی انسان کا خالق ورازق اور یکتا وتنہا ہے، حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ جبکہ مالک مجازی جان نکال کر روٹی دینے والا، عجز و نیاز اور سینکڑوں اجزا سے مرکب اور نفاق کا پتلا ہے۔ فرماتے ہیں:

آں خدا نانے دہد جانے دہد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایں خدا جانے بردنانے دہد

آں خدا یکتاست ایں صد پارہ ایست ۔۔۔۔۔ آں ہمہ را چارہ ایں بے چارہ ایست

آں خدادرمان آزار فراق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایں خدا اندر کلام او نفاق

(۱۱) توحید کی نشر واشاعت:

عقیدۂ توحید کی نشر واشاعت کے ضمن میں ہمیں بتلاتے ہیں کہ اگر عشق (عقیدۂ توحید) اور زیرکی (سائنس) کے ساتھ جوڑ

دیا جائے تو پھر اس کی کشش دنیا کے اندر ایک انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔اس لیے وہ مشورہ دیتے ہیں کہ عقیدۂ توحید اور سائنس کو آپس میں ملا کر اسلام کے حق میں ایک عالم گیر ذہنی انقلاب پیدا کر دیں۔

عشق چو با زیرکی ہمبر بود۔۔۔۔۔۔نقشبند عالم دیگر شود

خیز و نقش عالم دیگر بنہ۔۔۔۔۔۔عشق را با زیرکی آمیز دہ

(۱۲) شرک سے بے زاری:

توحید کا عقیدہ کسی انسان سے اللہ کے ہاں اس وقت تک شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ شرک سے بالکلیہ بے زاری پر مبنی نہ ہو۔اگر کوئی شخص توحید کا قائل ہو بلکہ اپنے آپکو موحد بھی کہلاتا ہو مگر ساتھ ساتھ کسی معمولی سے شرک میں مبتلا ہے تو ایسے شخص کی توحید ہرگز اللہ تعالی کے ہاں قابل قبول نہیں۔علامہ اقبال اس نقطہ کو ایک شعر میں بیان فرماتے ہیں کہ

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است۔۔۔۔۔۔۔۔شرک را در خوف مضمر دیدہ است

رمز مصطفیٰ ؐ سے مراد آپکا مزاج ،آپؐ کے اشارات و کنایات،آپ کی تعلیمات و ہدایات اور آپؐ کا وعظ و نصیحت ہے۔نیز یہ خطاب الٰہی بھی ہوسکتا ہے

لئن اشركت ليحبطن عملك (الزمر۳۹:۶۵)

ترجمہ:اے پیغمبر اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال برباد ہو جائیں گے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے،آپؐ نے فرمایا:

اجتنبوا الموبقات الشرك بالله والسحر (صحيح بخارى ،طب،5823)

ترجمہ: ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو (جیسے) اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جادو۔

شرک ذات،صفات،عبادت،علم،قدرت جس قسم کا ہو ہلاکت خیز چیز ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شرک کیا چیز ہے؟

شرک اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالی کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے۔ذات میں شریک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دو تین خدا ماننے لگے جیسے عیسائی کہ تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں اور جیسے آتش پرست کہ دو خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہوئے اور جیسے ہندو کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوئے ہیں۔۔۔۔۔۔خدا کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی ہو یا ولی ہو یا شہید یا پیر ہو یا امام ہو۔خدا تعالی کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں۔

جب شرک کی حقیقت واضح ہوگئی تو اس میں خوف مضمر ہے وہ کیا ہے؟اس معاملہ میں قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن نے شرک کو ظلم عظیم سے تعبیر کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

ان الشرك لظلم عظيم (لقمان ۳۱:۱۳)

نیز مشرکین کو نجس قرار دیا ہے:

انما المشركون نجس (التوبه۹:۲۸)

سورہ الحج میں ہے:

اور جوشخص (کسی کو) خدا کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک کر لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے ۔(الحج ۲۲:۳۱)

سورہ الانعام میں اٹھارہ جلیل القدر انبیاء کے نام بیان کیے اور فرمایا:

ولواشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون(الانعام۶:۸۸)

اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے ہیں ضائع ہو جاتے ۔

اور پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے

اکبر الکبائر الاشراك بالله (الحدیث)

سب کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ اللہ تعالی کے ساتھ شریک کرنا ہے ۔

ان آیات واحادیث کو مدنظر رکھ کر جب انسان شرک کی طرف دیکھتا ہے تو وہ ظلم عظیم، اعمال حسنہ کی بربادی، نجاست، سب سے بڑا کبیرہ گناہ اور ہلاکت میں ڈالنے والا گناہ ہے۔ اسی لیے علامہ نے فرمایا

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است ۔۔۔۔۔۔۔۔۔شرک را در خوف مضمر دیدہ است

(۱۳) خالص اللہ کی پکار:

توحید کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کو خالص طور پر پکارا جائے یعنی حاجات ومشکلات میں نافع وضار سمجھتے ہوئے کسی کو معبود و مستعان سمجھ کر پکارنا اور اس سے مدد چاہنا شرک ہے۔ قرآن حکیم میں حکم الٰہی ہے:

فادعواالله مخلصین له الدین (الغافر ۴۰:۱۴)

تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لئے دین کو خالص کر کے

نیز فرمایا:

له دعوة الحق (الرعد ۱۳:۱۴)

اسی کو پکارنا حق ہے

غیر اللہ کو غائبانہ طور پر پکارنے والے کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا گیا:

ومن اضل ممن یدعوا من دون الله مَن لّا یستجیب له الی یوم القیٰمة وهم عن دعآئهم غافلون (الاحقاف ۴۶:۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کون سا گناہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: **ان تدعولله ندّاوهو خلقك**

تو اللہ کے ساتھ کسی شریک کو پکارے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا (صحیح بخاری، کتاب الدیات، رقم: ۶۹۴۵)

سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

فلا تدع مع الله الها اٰخر فتكون من المعذبين(الشعراء،٢٦:٢١٣)

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

علامہ اقبال اسی نقطہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آہ اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں۔۔۔۔۔۔۔**حرف لا تدع مع الله الٰها اٰخرَ**

اپنے کلام میں علامہ اقبال نے ایک اور آیت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس میں رب کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکاروں کو سنتا اور شرف قبولیت بخشتا ہوں یعنی **ادعونی استجب لكم (الغافر ٤٠:٦٠)** علامہ صاحب ان الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے ترا تیرے کہ ما را سینہ سفت۔۔۔۔۔۔۔۔حرف ادعونی کہ گفت و با کہ گفت

پکار سے متعلق اقبال نے ایک اور فارسی شعر میں بھی اشارہ کیا ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا خدا دور ہے یا نزدیک؟ اگر دور ہے ہے تو اس کو زور زور سے پکاریں اور اگر نزدیک ہے تو آہستہ پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

واذاسالك عبادى عنى فانى قريب (البقره ٢:١٨٦)

اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں

تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔

علامہ اقبال اپنے شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

زیر گردوں خویش را یابم غریب۔۔۔۔زآنسوئے گردو بگوانی قریب

(۱۴) توحید سے قلبی لگاؤ:

علامہ اقبال کے نزدیک حقیقی توحید وہ ہے جو قلب میں رچ بس جائے فقط زبان سے کلمۂ توحید کا ورد کرنا اور دل سے اس کا قبول نہ کرنا بے فائدہ ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل۔۔۔۔۔۔۔دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

توحید میں گرم جوشی کا فائدہ انسان کو تب حاصل ہوتا ہے جب دل بھی ہمہ تن اس کی طرف مائل ہو جائے اور کسی قسم کی مشرکانہ رسوم اور عادات کا متمنی نہ رہے:

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش۔۔۔۔۔۔۔۔مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش

(۱۵) توحید اور اتحاد ملت:

اقبال اتحاد عالم اسلام کا عظیم داعی ہے مگر یہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک افکار ایک نہ ہو جائیں اور افکار کی وحدت توحید کے بغیر ناممکن ہے اس لیے کہتے ہیں

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت ۔۔۔۔۔۔ وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

اقبال اس ضمن میں ہمارے سامنے صحابہ اکرامؓ کی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ حضرت بلال حبشیؓ توحید باری تعالیٰ کی بدولت گوروں میں شمار ہونے لگے اور توحید ربانی نے اسود و احمر کی تفریق کا خاتمہ کر کے تمام مسلمانوں کو متحد و متفق کر دیا اور توحید کا رشتہ مستحکم ہو گیا۔

اسود از توحید احمر می شود ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خویش فاروقؓ و ابوذرؓ می شود

(۱۶) توحید بلندی کی ضامن ہے:

جب انسان اللہ تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان لاتا ہے تو اس کا بھروسہ فقط خدا کی ذات پر ہوتا ہے اور خدا کے علاوہ کسی کا خوف اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ برتری اور فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔

ہر کہ اندر دست او شمشیر لا است ۔۔۔۔۔۔۔ جملہ موجودات را فرمانروا است

افراد کی مانند جو قوم وحدانیت کے عقیدہ کو اپنا لیتی ہے وہ عظمت اور بزرگی کے مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے۔

فرد از توحید لاہوتی شود ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملت از توحید جبروتی شود

بایزید و شبلی و بوذر از وست ۔۔۔۔۔۔۔۔ امتاں را طغرل و سنجر از وست

بے تجلی نیست آدم را ثبات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جلوۂ ما فرد و ملت را حیات

ہر دو از توحید می گیرد کمال ۔۔۔۔۔۔۔ زندگی ایں را جلال آں را جمال

اقبال کے نزدیک جس قوم کے فرزندان کے قلوب توحید کی دولت سے مالا مال ہوں ان کا خاتمہ کرنا آسان نہیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے ۔۔۔۔۔۔ آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

فرد توحید کے اپنانے سے یگانگی و یکتائی حاصل کر لیتا ہے۔

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا ۔۔۔۔۔ اتر گیا تو ترے دل میں لاشریک لہ

خدا تعالیٰ تمام طاقتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ ہے عقیدۂ توحید انسان کے اندر قوت و طاقت اور نڈر ہونے کی تخم ریزی کرتا ہے۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے ۔۔۔۔۔۔ اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

(۱۷) توحید کی وصیت:

اقبال ایک طرف تو خود اپنے آپ کو توحید کا حامل اور موحد کہتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہوئے یوں گویا ہیں۔

ہم نشیں مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں ۔۔۔۔۔۔ اس صداقت پر ازل سے شاہد عادل ہوں میں

دوسری طرف وہ اس بات کی وصیت بھی کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کی خاطر مرنا حقیقت میں حیات ابدی حاصل کرنا ہے۔

اے پسر ذوق نگہ از من بگیر ۔۔۔۔۔ سوختن در لا الہ از من بگیر

جس قوم کے افراد کے قلوب نور توحید سے منور ہو جاتے ہیں وہ زندگی کی تر و تازگی کو حاصل کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کی رونق توحید کی مرہون منت ہے۔

ملتے کز سوز او یک دم تپید ۔۔۔۔۔۔۔ از گل خود خویش را باز آفرید

پیش او غیر اللہ لا گفتن حیات ۔۔۔۔۔۔ تازہ از ہنگامہ او کائنات

(۱۸) آخری فتح توحید کی ہوگی:

شرک اور توحید کی جنگ میں علامہ اقبال امید کرتے ہیں کہ بالآخر خدائے واحد و یکتا کی عبادت دنیا میں باقی رہ جائے گی اور ہر قسم کے معبودان باطلہ کی عبادت ترک کر دی جائے گی اور توحید کی نورانیت پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے ۔۔۔۔۔ یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اقبال اسلام کے فرزندوں کو یاد دہانی کراتے ہیں کہ تیرا اصلی کام شرک سے بے زاری اور خدائے واحد کو حاجات و مشکلات میں پکارنا ہے اس لیے اس قرآنی سبق کو یاد رکھ اور خدا کے سوا کسی کو نہ پکار۔

آہ اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں ۔۔۔۔۔۔ حرف لا تدع مع اللہ الٰھا آخر

(۱۹) توحید پر جامع تبصرہ:

علامہ اقبال توحید پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے قرآنی توحید کا تصور یوں پیش کرتے ہیں۔

''قرآن کی نظروں میں توحید محض ایک عقیدہ نہیں محض ایک شعور عقلی نہیں جس میں جذبات و احساسات شریک نہ ہوں۔ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں آنکھ انہیں دیکھتی ہے اور عقل یہ بات قبول کر لیتی ہے یہ ایک شعور عقلی ہے احساس، جوش اور جذبات سے مبرا۔لیکن وہ توحید جس پر قرآن زور دیتا ہے محض شعور عقلی نہیں محض یہی اقرار نہیں کہ خدا ایک ہے اور دو یا تین یا کم و بیش نہیں۔توحید ماننے کو اقرار یا اعتقاد نہیں کہا گیا بلکہ ایمان کے لفظ خاص سے واضح کیا ہے۔جو شخص توحید پر قرآنی معنوں میں ایمان رکھتا ہے وہ صرف یہی نہیں مانتا کہ خدا ایک ہے بلکہ اس کا ایمان ہے یعنی اس کا دل مانتا ہے اور اس کی زندگی اس احساس کی تفسیر ہوتی ہے کہ اس ذات واحد کے سوا کوئی چیز قابل پرستش نہیں۔اس کے سوا کوئی طاقت نہیں انسانی یا غیر انسانی جس کے آگے سر جھکایا جائے یا جس سے ڈرا جائے یا جس سے مدد مانگی جائے۔اسی ذات واحد سے رشتہ جوڑنا چاہیے۔اسی کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیے۔اسی کی مرضی پر شاکر رہنا چاہیے اور اسی کے احکام کے مطابق اپنی زندگی بنانی چاہیے یہ ہے ''اسلام'' اور جس شخص کا ذات واحد سے یہ رشتہ ہے وہ ہے ''مسلم''۔(موج کوثر۔ص۔۳۶۱)

بابِ ہفتم

﴾عقیدہ توحید اشعار کے آئینہ میں﴿

حضرت علیؓ کے اشعار

الهی وخلاقی وحرزی وموئلی
تو میرا معبود ہے، میرا خالق ہے اور میری جائے پناہ ہے
اليك لدى الاعسار واليسر افزع
تیری طرف تنگی اور کشادگی ہر حالت میں پناہ ڈھونڈتا ہوں

لك الحمد اما على نعمة
تیرا شکر ہے ہر اس نعمت پر جو واجب ہے
واما على نقمة تدفع
اور یا تکلیف پر کیونکہ تو ہی اس کو دور کرتا ہے

تشاء فتفعل ماشئته
تو چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے کر لیتا ہے
وتسمع من حيث لا يسمع
اور وہاں سے سن لیتا ہے جہاں سے سنا نہیں جا سکتا

الحمد لله حمدا لا شريك له
اس خدا کا بہت شکر ہے جس کا کوئی شریک نہیں
فيه دابى فى صبحه وفى غسله
اور میری یہ عادت صبح وشام کی ہے

ينصر ربى خير ناصر
میری مدد میرا رب کرے گا جو بہترین مددگار ہے
امنت بالله بقلب شاكر
میرا ایمان خدا پر شکرگزار دل سے ہے

وللمهيمن فى حالاتنا نظر
اور ہمارے نگہبان کو ہمارے حالات پر نظر ہے
وفوق تدبيرنا لله تقدير
اور ہر تدبیر سے اوپر اللہ کی تقدیر ہے

اذا لم يكن عون من الله للفتى
جب انسان کو اللہ کی مدد حاصل نہیں ہوتی
فاكثر ما يمنى عليه اجتهاده
تو زیادہ تر جس کا اس کے نقصان کے لئے اندازہ کیا گیا ہے اس کی کوشش ہے

فزعت الى الخلائق مستغيثا
میں نے مخلوقات کی طرف فریاد کر کے گھبرا کے پناہ لی
ولم ار فى الخلائق من مجيب
مگر ان میں سے ایک شخص کو بھی فریاد رسی کرنے والا نہیں پایا

وانت تجيب من يدعوك ربى
تجھ کو جو بھی پکارے جواب دیتا ہے اے میرے رب
وتكشف ضر عبدك يا حبيبى
اور اپنے بندے کی تکلیف کو زائل کر دیتا ہے اے میرے محبوب

لبيك لبيك انت مولاه
حاضر ہوں حاضر ہوں تو ہی میرا مالک ہے
فارحم عبيدا اليك ملجاه
اپنے ناچیز بندہ پر رحم فرما تو ہی اس کی جائے پناہ ہے

يا ذاالمعالى عليك معتمدى
اے صاحب بزرگی وبلندی تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے
طوبى لمن كنت انت مولاه
اس کو خوشخبری جس کا تو مالک ہے

وكن واثقا بالله فى كل حادث
ہر موقع پر اللہ پر پورا اعتماد رکھو
يصنك مدى الايام من عين حاسد
تو وہ تم کو ہمیشہ حاسد کی آنکھ سے محفوظ رکھے گا

وبالله فاستعصم ولا ترج غيره
ولا تك لنعمآ عنه بجاحد

اورخداہی کے ذریعہ سے حفاظت چاہوغیر سے امید نہ رکھو
اوراس کی نعمتوں کے منکر نہ ہو

الله حی قدیم قادر صمد
ولیس لیشرکه فی ملکه احد

خدا حی ہے،قدیم ہے،قادر اور بے نیاز ہے
اوراس کے ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں

اقبل الی الاسلام انك جاهل
وتجنب العزی وربك فاعبد

اسلام کی طرف متوجہ ہو اس لئے کہ تم جاہل ہو
اورعزی سے اجتناب کرو اوراپنے رب کی عبادت کرو

رضیت بما قسم الله لی
وفوضت امری الی خالقی

خدا کے مقسوم پر میں راضی ہوں
میں نے اپنا معاملہ اپنے خالق کے سپرد کیا ہے

قداحسن الله فیما مضی
کذلك یحسن فیما بقی

جو کچھ ہو چکا خدا نے اس میں اچھا کیا
یوں ہی آئندہ بھی وہ میرے ساتھ اچھا کرے گا

العجز عن درك الادراك ادراك
والبحث عن سر ذات السر اشراك

خدا کی حقیقت کا ادراک نہ کرنا ہی ادراک ہے
اور خدا کی ذات میں کرید کرنا شرک ہے

لا شی الاالله فارفع همکا
یکفیك رب الناس ما اهمکا

اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، ہمت بلند رکھو
پروردگار عالم تمہارے رنج وغم کے لئے کافی ہوگا

الیك ربی لا الی سواکا
اقبلت عمدا ابتغی رضاکا

میرے رب تیری طرف نہ کہ ماسوا تیرے
میں ارادۃً متوجہ ہوا تیری رضا کا طالب

لك الحمد یا ذاالجود والمجد والعلی
تبارکت تعطی من تشآء ولاتعطی من تشآء

تیرا ہی شکر ہے اے جود، بزرگی اور بلندی والے
تو برکت والا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نہیں دیتا

کلام ابن وفاؒ

هو الحق المحیط بکل شیء
هو الرحمٰن ذوالعرش المجید

هو النور المبین بغیر شك
هو الرب المحجب فی العبید

هو المشهود فی الاشهاد یبدو
فیخفیه الشهود عن الشهید

هوالعین العیان لکل غیب
هو المقصود من بیت القصید

جمیع العالمین له ظلال
سجود فی القریب وفی البعید

وهذاالقدر فی التحقیق کاف
فکیف النفس عن طلب المزید

اقارئین علم التوحید

هناالبحور الی تغی

ھذا مقام اھل التجرید

الوائفین مع ربی

(ایقاظ العلم فی شرح الحکم ج:۱،ص:۲۰۰)

ان اشعار کا شاعر نامعلوم ہے:

مگر شرک کے بھی کئی نام ہیں

خفی اور جلی اس کی اقسام ہیں

عبادت کا ہے شرک کفر عظیم

جزا اس کی لکھی ہے نار جہیم

﴿مرزا اسد اللہ خان غالب﴾

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

﴿اکبر الہ آبادی﴾

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے

جو خوب دیکھا تو یار آخر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے

اگر چہ یورپ بھی مبتلا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہاں بھی پھیلی یہی بلا ہے

خیال میٹر کا بڑھ چلا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا کا انکار کر رہے ہیں

سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا

دل میں ذرا اثر نہ رہا لا الہ کا

الٰہی تو فیاض ہے اور کریم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الٰہی تو غفار ہے اور رحیم

مقدس معلّٰی منزہ عظیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ تیرا شریک اور نہ تیرا سہیم

تیری ذات والا ہے یکتا قدیم

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ﴾

کر سکے گا کوئی وحدت میں تیری قیل وقال

عقل و بحث و علت و معلول ہیں زار و علیل

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ﴾

وہی خالق خلق ومعبود ہے
جہاں دیکھیے اس کوموجود ہے

حضورؐ کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا مطلع شرع احکام سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بچایا ہمیں شرک کے کام سے
بتوں کی پرستش کو باطل کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بنائے شریعت کو کامل کیا
نہ محتاج یارومددگار ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غرض فعل کا اپنے مختار ہے
نہ قید تعلق نہ قید جہات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر ہے قدیم اس کی ذات وصفات
جگر نور وحدت کا عاشق رہے۔۔۔۔۔۔زباں ناطق وقلب صادق رہے
مقابر کو ان کے نہ کر سجدہ گاہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ یہ مشرکوں کی ہے آئینہ راہ
عجب دور اپنا پرآشوب ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ جو منع ہے سب کو مرغوب ہے
طباقوں کو لے ہاتھ میں قل پڑھیں ۔۔۔۔مزاروں پہ رومال وچادر چڑھیں
انہیں جان کر دل سے حاجت روا ۔۔۔۔۔۔۔کریں اپنی حاجات میں التجا
چراغ اور پردوں کی ھووے بہار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔لگے گرد مردنگیوں کی قطار
غرض شمع وگل پر کرامات ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔لحدگاہ کیا ہے کہ شبرات ہے
خدا کے سوا کوئی قادر نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خبردار اسرار وناظر نہیں
خرافات حکم پیمبر ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں بدعت وشرک کا گھر ہوا
قسم اٹھ گئی صاف اللہ کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہی مصحف وحضرت شاہ کی
کر آگاہ خلقت کو توحید سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہ ورسم تنزیہ وتجرید سے
نہیں ذات واجب کا کوئی عدیل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ کوئی معاون نہ کوئی کفیل
تو پی ساغر صاف توحید کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ کر کور چشمان امید کو
بہت اس کے مشہور نام وصفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فقط ایک اللہ ہے اسم ذات
اسے فارسی میں خدایا کہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو ترکی میں تنکری تعالی کہیں
نہ کوئی شریک اور نہ کوئی سہیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفات احد اس پہ سب مستقیم
نہ پیدا کیا اس نے اپنا شریک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خداایک ہے وحدہ لا شریک

﴿مولانا ظفر علی خان﴾

اے حرم کے پاسباں توحید کا ڈنکا بجا پھر حریفوں سے گردش ایام سن
نعرۂ تکبیر سے دنیا میں ہلچل ڈال دے جس کو لیں مشرق و مغرب کے سب اصنام سن
حق کے جلوے صفحۂ گیتی پہ چھا جانے لگے خانہ باطل میں بچھ جانے لگی ماتم کی صف
توحید کی دہلیز پہ ہوں ناصیہ فرسا پہنچا ہے مرا عرش معلیٰ پہ دماغ آج
نئے صنم کدہ میں آ گئے نئے نئے بت نئے بتوں کی نئی گھات سے خدا کی پناہ
اگر کرامت پیر حرم ہے استدراج تو پیر اور اس کی کرامات سے خدا کی پناہ
حق بات کے کہنے سے یہ ہرگز نہیں ٹلتا چھوڑے گا نہ اس اپنی روش کو یہ گناہگار

ڈرتا ہے تو ایک اللہ سے ڈر مرنا ہے تو اس کی راہ میں مر
اس نکتہ کو رکھ لے پیش نظر پھر ساری یہ دنیا تیری ہے

بحکم اشهد الا اله الا الله جگہ بہشت میں نکلی مرے مکاں کے لئے

--

جوش میں پھر رحمت پروردگار آنے کو ہے جس کے صدقہ میں نوید وصل یار آنے کو ہے
قدسیوں میں ہو رہی تھیں آج سرگوشیاں عنقریب اسلام کی فصل بہار آنے کو ہے

میری باتوں کو سن سن کر باندازِ افلاطونی جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یہ سنت بڑوں کی ہے
چہ خوش! اب آپ پوجیں گے بتوں کو بھی یہی کہہ کر کہ یہ رسم مقدس بھی انہی پیشینیوں کی ہے
حی علی الفلاح کا حکم مرید کے لئے پیر کو خود ہے مشغلہ بربط و نائے و چنگ کا

مصطفٰے ہیں گلشن توحید مسلم بوئے گل خود وہ ہیں خیر البشر خیر ان کی امت ہو گئی
اگر سرشار ہوتی جذبہ توحید سے ملت تو اس سے مالوی جی برسر پرخاش کیوں ہوتے
خنک وہ جان جو اسلام پر نثار ہوئی خوشہ وہ سر جو خدا کی طلب میں کام آیا
کیوں دامن توحید مسلمان نے لیا تھام ہے سب سے بڑا آجکل اس پر یہی الزام
مگر کعبہ کا وہ اللہ قائم و دائم ہے پڑا ہے جس سے پالا نہروؤں اور پٹیلوں کو
شرط اسلام ہے تسلیم و رضا صلح و سلام یہ سبق سیکھ لے توحید کے دیوانوں سے

اسی اللہ کے بندے کو مسلماں سمجھو
ڈوگرے کا ہو جسے خوف نہ ڈر گورے کا
آپ تکبیر کے نعروں کا اثر کیا جانیں
ان کی اک گونج سے تسخیر جہاں ہوتا ہے
چڑھا بت خانہ تہذیب نو پر
تمیز نسل کا رنگین چڑھاوا
تو بڑھ کے شہسواران عرب نے
دیا توحید کے گھوڑے کو کاوا

بت پرست اپنے نسب پر جب سے اترانے لگے
ہم مسلمان زادہ کہلانے سے شرمانے لگے
کیا قیامت ہے کہ جس کا نام ہی تھا بت شکن
بت کے آگے سر اسی ملت کا جھک جانے لگے
نغمہ توحید اب کس کی زبان پر آئے گا؟
جب خود ابراہیم بندے ماترم گانے لگے
مرتبہ آدمی سے ہے گائے کا ہر طرح بلند
اس میں ہوا جسے کلام فرقہ پرست ہو گیا
کچھ شیعوں ہی کے نہیں مشکل کشا علی
ہررن میں نعرہ سنیوں کا بھی ہے یا علی
موحد ہوں مجھے نسبت ہے ابراہیم آذر سے
سبق جس نے پڑھایا **لا احب الآفلین**
میں بس کہ خدا کا ہوں خدا میرے لئے ہے
جو کچھ بھی ہے دنیا میں بنا میرے لئے ہے
توحید کے فرزند کو آتا نہ خدا یاد
وردھا کے بتوں سے نہ پہنچتا جو اسے رنج
مژدہ ہوا اسلام کو باطل کی شہرگ کٹ گئی
جب لگائی ہم نے آکر ضرب الااللہ کی
اس سمندر کا شناور زادہ توحید ہے
لا نہیں سکتا خبر گردوں بھی جس کی تھاہ کی
جھکائی جس نے گردن اپنی غیر اللہ کے آگے
مسلط کر دیا اللہ نے اس پر غلامی کو
یاد ہیں ہم کو وہ دن بھی کہ رئیس الاحرار
پا بزنجیر نظر آتے تھے زندانوں میں
ان کو آنکھوں پر بٹھایا تھا جہان توحید
جانتا تھا کہ ہیں اسلام کے دیوانوں میں
بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں
حق عیاں ہو جائے گا، باطل نہاں ہو جائے گا
حمد ہے رب کعبہ کی ورد میری زبان کا
جسم سے جس نے استوار رشتہ کیا ہے جان کا
عہد الست کا یہ راگ سن لے میرے رباب سے
نغمہ اگر سنا نہ ہو علمہ البیان کا
سرور کائنات کی آن میں آئے گا نظر
جلوہ اگر ہو دیکھنا تجھ کو خدا کی شان کا
لات وہبل کی نسل کو پاؤں کے نیچے روند ڈال
فرض یہ پہلے دن سے ہے کعبہ کے پاسبان کا
تم مسلمان ہو کرو پرچم توحید بلند
شرک اور کفر کی بنیاد کو ڈھاتے جاؤ
خیل باطل کو پرستاران حق نے دی شکست
پھر گیا آنکھوں میں نقشہ غزوہ احزاب کا
ہر روز دیا اس نے مسلمان کو یہی درس
ہر گز نہ کسی سے بجز اللہ کے ڈرنا
فلیعبدوا کا نعرہ جب اس نے کیا بلند
بوذر کوئی بنا کوئی مسلمان ہو گیا

اے رب کعبہ تیری پرستش یہاں کہاں
کوئی ہبل پرست ہے کوئی صفا پرست

انبالہ آ کے دیکھ لو شان موحدین
پہنچا ہے حق سے عین تک اس حلقہ کا یقین
غیر از خدا کسی سے مدد مانگتے نہیں
مل کر پکارتے ہیں کہ ایاک نستعین

مار کر ایک نعرہ یاھو
رکھ دیا غیر کو جدا کر کے
دل سے باطل کا ڈر نکال دیا
حق کا اظہار برملا کر کے

کیوں آستان غیر پر اس کو جھکاؤں میں
یارب یہ سر ہے اور ترا آستانہ ہے

گیا بھول تو کب سے اپنے خدا کو
ترا فرض تھا فاتخذہ وکیلا

مسلم کی وہ طینت ہے جو ساقی یثرب نے
وحدت سے معنبر ایماں سے تخمر کی

دیر سے کٹ حرم سے جڑ ایک خدا سے لو لگا
قصہ ہبل کا پاک کر توڑ طلسم لات کا

خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
قضا ستمگروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن

قانون ہے وہی جسے جاری کرے خدا
ہم سنتے آئے ہیں یہی ام الکتاب سے

واحد ہی کا صدور ہے واحد کی ذات سے
یہ انتہا سمجھئے ہمارے حساب کی

مرکز توحید پہلے دن سے ہے بیت الحرام
مشرق و مغرب میں ہے پھیلا ہوا جس کا نظام

بیٹیاں کعبہ کی ہیں سارے جہاں کی مسجدیں
گھر ہیں تہذیب حجازی کا ہماری مسجدیں

آتا نہیں ہے یاد انہیں عہد الست کیوں
کل تک جو ہوشیار تھے ہیں آج مست کیوں
حق کا علم بلند ہوا جس کے ہاتھ سے
باطل سے کھا رہی ہے وہ ملت شکست کیوں

یہ جا کر کوئی کہہ دے مغربی کشور کشاؤں سے
کہ ہے بے سود الجھنا رب اکبر کی فضاؤں سے
بہالے جا چکی ہے بارہا باطل کو رو جس کی
وہ دریا پھر برسنے کو ہے بطحا کی گھٹاؤں سے

مسجد کی حقیقت کو وہ اب تک نہیں سمجھے
توحید کا جس میں ہے بسیرا یہ وہ گھر ہے
یہ گھر جو ہوا برباد تو آجائے قیامت
تثلیث پرستوں کو کچھ اس کی بھی خبر ہے

یورپ کے سراپردہ سے عریاں نکل آئی
بازار میں کرتی ہوئی رقص آپ کی تہذیب
ہم نکلتے ہیں پہنے ہوئے توحید کا کنٹوپ
اور آپ کی تہذیب سے کنٹاپ کی تہذیب

عالموں اور صوفیوں کا سیزدہ صد سالہ فرض
دے رہا ہے آج کل انجام مسلم اوٹ لک
کہہ رہا ہے سجدہ کرنا ہے تو کر اللہ کا
پر کسی حالت میں شادی لال کے آگے نہ جھک

کعبہ ہی میں نہیں گرجا میں بھی ہے ایک خدا
کر دیا جس نے ہمالہ سے بڑا رائی کو

سورج سے بھی رخشندہ تر اک مطلع روشن کہوں
الحمد لله الذى لم يتخذولدا کہوں
پیروں کی خلوت گاہ پر پڑ جائے گر میری نظر

زنوائے فکر پیر کو میں کوک کا آسن کہوں

آستین میں بت رکھنا اور اسے خدا کہنا

کیا یہی مسلمان ہیں گرم لاف یکتائی

بت شکنوں میں آگئی آذریوں کی بت گری

کرنے لگے خداپرست بندگئی لات ومنات

﴿شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی﴾

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہبان اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر نہیں ذات والا میں کچھ جن کی جوہر

بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر کہ تھے ان کے اسلاف مقبول داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے

مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت مقام ان کا ہے ماورائے شریعت

انہیں پر ہے ختم آج کشف وکرامت انہیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں

پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید سے کچھ خلل اس سے آئے

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں

رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام جس پہ تھے نازاں

وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

نبوت نہ گرختم ہوتی عرب پر — کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکورقرآن کے اندر — ضلالت یہودا ورنصاری کی اکثر
یوں ہیں جو کتاب اس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا — یہ راعی نے للکار کر جب پکارا
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر بھروسہ ہمیشہ کرو تم — اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں — مہ و مہر ادنی سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں — نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پرسش ہے رہبان واحبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا — کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا — بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم — نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
انہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا — ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب و عجم سے نکالا — ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

زمانے میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

مختلف اقوال ہیں اسلام کی تعریف میں | بعض کے نزدیک توحیداس کی حدتام ہے
ہے مگر جمہور کے نزدیک یہ مردودقول | جو ہیں قائل اس کے ان پر کفر کا الزام ہے

آتی نہیں ہے شرم تجھے اے خداپرست | دل میں کہیں نشاں نہیں تیرے یقین کا
جی میں ترے ہزاروں گزرتے ہیں وسوسے | ہوتی نہیں قبول تری اک اگر دعا
تجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہیں بت پرست | جس کا یقیں ہے تیرے یقیں سے کہیں سوا
وہ مانگتا بتوں سے مرادیں ہے عمر بھر | گو حاجت اس کی ان سے ہوئی ہے نہ ہو روا
آتا نہیں یقین میں اس کے کبھی قصور | امید اس کی روزفزوں ہے اور التجا
توبندہ عرض ہے وہ راضی رضا پہ ہے | وہ ہے کہ یہ ہے بندگی ؟اے بندہ ٔخدا

قبضہ ہودلوں پر کیا اوراس سے سوا تیرا | اک بندہ ٔنا فرماں ہے حمد سرا تیرا
گوسب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا | بندے سے مگر ہو گا حق کیوں کہ ادا تیرا

توہی نظرآتا ہے ہر شے پہ محیط ان کو | جورنج ومصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا

ہے عارفوں کوحیرت اور منکروں کوسکتہ | ہردل پہ چھارہا ہے رعبِ جمال تیرا

حجت حق کر چکا دین ترا جب تمام | پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما
دیر ہوئے بے چراغ اورصلوات یہود | شرک ہوا مضمحل اور کہانت ہبا
بجھ گئے آتش کدے بیٹھ گئے بت کدے | ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

کانٹا ہے ہراک جگر میں اٹکا تیرا | حلقہ ہے ہراک گوش میں لٹکا تیرا
مانا نہیں جس نے تجھ کو جانا ہے ضرور | بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا — آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے — انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

طوفاں میں ہے جب جہاز چکر کھاتا — جب قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا ہے جب اٹھ جاتا — واں تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے ظہور — منکر بھی پکار اٹھتے ہیں تجکو مجبور
خفاش کو ظلمت کی نہ سوجھی کوئی راہ — خورشید کا شش جہت میں پھیلا جب نور

جب مایوسی دلوں پہ چھا جاتی ہے — دشمن سے بھی نام تیرا جپواتی ہے
ممکن ہے کہ سکھ میں بھول جائیں اطفال — لیکن انہیں دکھ میں ماں ہی یاد آتی ہے

مٹی سے، ہوا سے، آتش و آب سے یاں — کیا کیا نہ ہوئے بشر پہ اسرار عیاں
پر تیرے خزانے ہیں ازل سے اب تک — گنجینہ غیب میں اسی طرح نہاں

ہستی سے تیری رنگ و بوس کیلئے — طاعت میں ہے تیری آبرو سب کے لئے
ہیں تیرے سوا سارے سہارے کمزور — سب اپنے لئے ہیں اور تو سب کے لئے

کیا ہو گی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیاد — دنیا میں نہیں ایک دل جو کہ ہو شاد
پر جو کہ ہیں تجھ سے لو لگائے بیٹھے — رہتے ہیں ہر ایک رنج و غم سے آزاد

﴿نعت﴾

زہاد کو تو نے محو تمجید کیا — عشاق کو مست لذت دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کا ساجھی کوئی — توحید کو تو نے آکے توحید کیا

اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا — ہو گا نہ شقی کوئی جہاں میں تجھ سا
دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر — اس سے بھی گیا جس کے لاکھوں ہوں خدا

﴿حفیظ جالندھری﴾

اسی نے ایک حرف کن سے پیدا کر دیا عالم — کشاکش کی صدائے ہاوہو سے بھر دیا عالم
نظام آسمانی ہے اسی کی حکمرانی ہے — بہار جاودانی ہے اسی کی باغبانی ہے
اسی کے نور سے پرنور ہیں شمس و قمر تارے — وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہیں یہ سیارے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے — بچھائے ہیں اسی داتا نے دستر خوان نعمت کے

اگر اسلام کے فرزند پھر آمادہ ہو جائیں — مٹا دیں تفرقے توحید کے دلدادہ ہو جائیں
تو سب کچھ آج بھی ان کا ہے زیر چرخ مینائی — درِ حق کی غلامی میں ہے دنیا بھر کی آقائی

عروج زندگی حاصل کیا جب نسل انساں نے — وہی پھندے ہوا و حرص کے پھیلائے شیطاں نے
شراب اس مرتبہ ایسی پلائی بے وفائی کی — کہ مٹی اور پتھر کے بتوں نے بھی خدائی کی
جہاں پر قہر ڈھایا بادشاہوں نے خدا بن کر — گناہ بت پرستی چار سو پھیلا وبا بن کر

اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا — تو ابراہیم کو اللہ نے مبعوث فرمایا
مٹا ڈالے بتوں کو توڑ کر اوہام مرسل نے — دیا بندوں کو پھر اللہ کا پیغام مرسل نے
کیا شیطان کو رسول عدو بے جان و دیں کہہ کر — کیا سینوں کو روشن **لا احب الاٰفلین** کہہ کر

خلیل اللہ کو اس آگ کے انبار میں پھینکا — گل توحید گویا تختہ گلزار میں پھینکا

﴿حضورؐ کا صفا کی پہاڑی کا وعظ﴾

فواحش و زنا کاری مٹا دو نیک ہو جاؤ — خدا کو ایک مانو اور تم بھی ایک ہو جاؤ
یغوث و لات و عزیٰ کچھ نہیں بے جان پتھر ہیں — جنہیں تم پوجتے ہو وہ تو خود تم سے بھی کمتر ہیں
وہی خالق وہی سچا خدا معبود ہے سب کا — وہی مطلوب ہے سب کا وہی مسجود ہے سب کا
بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ — خدا کے دامن توحید میں آباد ہو جاؤ
پھنسا رکھا ہے شیطان نے تمہیں باطل کے پھندے میں — نہ رکھا فرق تم نے کچھ خدا میں اور بندے میں

مگر اس رحمت عالم کا دل توحید کا گھر تھا — نہ آسکتی تھی مایوسی کہ یہ امید کا گھر تھا

میرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں ۔۔۔ میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال وزر رکھ دیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا ۔۔۔ یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

نشان سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر ۔۔۔ دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے

ہمیں تلقین کی ان پتھروں کو پوجنا چھوڑو ۔۔۔ زنا سے، جھوٹ سے، چوری سے، سرشوری سے منہ موڑو
بتوں کو چھوڑ کر اور حب مال وجاہ کو تج کے ۔۔۔ مسلماں ہو چلے آخر گھرانے اوس وخزرج کے
فضا میں بس گئیں توحید کی آزاد تکبیریں ۔۔۔ یہ تکبیریں تھیں باطل کے گلو پر تیز شمشیریں
انہی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے ۔۔۔ تہ خنجر ھو اللہ احد کہنے کے عادی تھے
کیا نعرہ خدایان عرب میں سے ہبل برتر ۔۔۔ صحابہؓ نے کہا اللہ اعلیٰ واجل برتر
ادھر لب پر **لنا العزی ولا عزّی لکم** آیا ۔۔۔ جواب **اللہ مولیٰنا ولا مولیٰ لکم** پایا
تجھے اے مردمومن جوش میں آنا مبارک ہو ۔۔۔ مئے توحید پی کر ہوش میں آنا مبارک ہو
مدینہ اک چمن تھا پرتو سرکار عالی سے ۔۔۔ عیاں تھا رنگ وحدت پتے پتے ڈالی ڈالی سے
بلا گرداں تھے انجم، آسماں محو نظارا تھا ۔۔۔ کہ اس گلزار میں خورشید وحدت جلوہ آرا تھا
خدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے ۔۔۔ بسا اوقات چٹکی خاک کی اکثیر ہوتی ہے
وہ مامور من اللہ مذہب اسلام کا ہادیؐ ۔۔۔ دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی
ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے ۔۔۔ سمجھ سکتے نہیں، معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے
انہیں غرہ تھا فرزند اسماعیل ہونے کا ۔۔۔ مگر یہ زر کے پتلے پوجتے تھے بیل سونے کا
بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتھر کی مورت سے ۔۔۔ مرادیں مانگتا ہے کس لئے ہر بدمہورت سے
وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابع حق ہیں ۔۔۔ جو ان کو پوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں
اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے ۔۔۔ بشر ہو یا ملک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے
خدا ہی منزل مقصود ہو جن کی نگاہوں میں ۔۔۔ غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں ان کی راہوں میں
موذن نغمہ اللہ اکبر لے کے اٹھتا ہے ۔۔۔ جہان کفر تیغ وتیر وخنجر لے کے اٹھتا ہے
مراد ان کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو ۔۔۔ زمانے بھر میں شمع ملت اسلام روشن ہو
بشر خالی ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے ۔۔۔ وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

متفرق اشعارتوحید

کسی کووحدت دہروحرم کاپاس نہیں — خدا پرست ہے دنیا خدا شناس نہیں
صنم پرست ہے دنیاجداہے دین کی راہ — کہ ہے پیام خدا لاالہ الا اللہ
کرتاہے وہ توحید کےانوارقبول — فطرت کا جو سلیم ہو اس راز کو نہ بھول
ایمان سے ملی ہےاگرشرک کی رمق — عبادت بھی ،بندگی بھی،سخاوت بھی ہے فضول
حاجتیں پوری کریں گےکیاتیری عاجزبشر — کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
یہ کیسے ہیں حاجت رواجن کوتونے — ارادۂ کن سے ہے انساں بنایا
محمدؐکی غلامی ہےسندآزادہونے کی — خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
وہ جس کےنعرہ توحیدنے باطل کاسرکچلا — وہ جس کے نعرہ تکبیر نے عفریت زر کچلا
فنافی اللہ کی تہ میں بقاکارازمضمرہے — جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا
ہربرگ سےقدرت احدپیداہے — ہر پھول سے صفت صمد پیدا ہے
اس کےسواکون جوبرلائےالتجا — تو ملتجی کسی سے بھی غیر ازخدا نہ ہو
وہی حاضروہی ناظر،وہی حامی وہی حافظ — جبل میں بحر میں بر میں گلستاں میں بیاباں میں
کسی میں تیری نگہت ہےکسی میں تیری رنگت ہے — سمن میں،ارغواں میں،وردمیں،لالے میں،ریحاں میں
خلیل اس کےمظاہرلاتعد،سب میں وہی وہ ہے — پری میں جن میں انساں میں ملک میں حوروغلماں میں
خداکوبھول گئےلوگ فکرروزی میں — خیال رزق ہے رازق کا خیال نہیں
خداسے مانگ اےدل شرم کربندوں کی منت سے — جو حاجتمند ہے ہردم ،وہ کیا حاجت روا ہے؟